اِس کارِ محبت میں

مصنفہ

رُخ چوہدری

"یار قسم سے کیا چیز ہیں یہ مس عائشہ درانی بھی سچ جب وہ لیکچر دے رہی ہوں تو میں تو بس ان کو دیکھے جاتی ہوں اتنی پیاری لگتی ہیں کہ حد نہیں۔"

"ہاں بیٹا مس درانی ہیں ہی قابلِ تعریف ان کی اچھائی یہ ہے کہ وہ جتنی حسین ہیں اتنی ہی بااخلاق اور نرم خو بھی ہیں جب بھی بات کرتی ہیں لگتا ہے کہ دل میں اتر رہی ہیں مگر میری سمجھ میں ایک بات نہیں آتی کہ مس عائشہ ابھی تک مس کیوں ہیں شادی کیوں نہیں کی، ان کو بھلا رشتوں کی کیا کمی ہو سکتی ہے جب مس زاہدہ جیسی قبول صورت اور سڑیل مزاج خاتون کی شادی ہو سکتی ہے تو ان کی کیوں نہیں۔ میرا تو بارہا جی چاہا کہ ان سے اس موضوع پر بات کروں مگر ان کی شخصیت ہی اتنی بارعب ہے کہ ان کے دوستانہ رویے کے باوجود ہمت نہیں پڑتی کہ فالتو بات پوچھیں۔"

"معلوم نہیں یار کیا سلسلہ ہے ویسے میں نے ایک روز مسز ربّانی کی بات سنی تھی جو کسی سے کہہ رہی تھی کہ عائشہ زیادتی کر رہی ہیں ان کو شادی کر لینی چاہیے مگر ان کی ایک بھانجی ہے جس کی خاطر انہوں نے جوگ لیا ہوا ہے، اچھا چھوڑو مس ادھر ہی آ رہی ہیں۔ قسم سے کس قدر اسمارٹ لگ رہی ہیں۔ سچ میرے اگر کوئی ینگ سے اسمارٹ سے چچا، ماموں یا بڑے بھائی ہوتے تو میں مس عائشہ کو پرپوز ضرور کرتی۔"

شہلا اور بینا کالج کے کوریڈور میں کھڑی اپنے پیریڈ کا انتظار کر رہی تھیں کہ۔ مس عائشہ کا تھا اور مس عائشہ ان دونوں کی پسندیدہ ٹیچر تھیں ان کے پیریڈ کا ان کو شدت سے انتظار ہوتا۔ مس عائشہ کا پسندیدہ لباس ساڑھی تھی اور وہ خوب صورت اور نفیس ساڑھیوں میں زبردست لگا کرتیں، کئی لڑکیوں کا آئیڈیل تھیں۔ اس وقت بھی لیمن کلر کی ساڑھی میں وہ بے حد اسمارٹ لگ رہی تھیں ہلکی سی لپ اسٹک سے سجے ہونٹ ان کو دیکھ کر مسکرا پڑے۔

"اسلام وعلیکم مس"۔ دونوں ایک ساتھ بولیں۔"

"وعلیکم اسلام تم لوگ باہر کیوں کھڑے ہو۔" مس عائشہ اپنے اسٹوڈنٹس کو اپنے بچوں کی طرح پیار کرتیں۔

"مس آپ کا انتظار کر رہے تھے۔"

"تو چلئے آپ کا انتظار ختم ہوگیا آیئے۔۔۔" پھر وہ دونوں مس کے ساتھ اندر آ گئیں۔

مس عائشہ درانی کالج کی سب سے خوب صورت اسمارٹ اور امیر کبیر ٹیچر تھیں ان پر اٹھنے والی نگاہوں میں ان کے لیے یا تو حسد ہوتا یا پھر رشک ان

کے متعلق طرح طرح کی کہانیاں مشہور تھیں کہ کسی کی چاہ میں ابھی تک شادی نہیں کی، آئیڈیل نہیں ملا ہوگا یا پھر ان کی جو بھانجی ہیں ممکن ہے ان کی اپنی ہی بیٹی ہو طلاق وغیرہ ہوگئی ہوگی تو بیٹی کو بھانجی بنا کر مشہور کر دیا یہ رائے ان کے حاسدوں کی تھی اور اپنے دوستوں، دشمنوں کی رائے ان تک بھی پہنچی تھی، اسٹاف روم میں خود پر اٹھنے والی ہر اچھی بری نظر کا مطلب بھی وہ اچھی طرح جانتی تھیں مگر ان کو کسی بات کی پرواہ نہیں تھی اور وہ اپنی زندگی میں کسی کی مداخلت برداشت نہیں کرتی تھیں۔ اس لیے تردید یا تصدیق کو وہ ضروری نہیں سمجھتی تھیں۔ بس اپنے کام سے کام رکھتیں جو جس طرح ان سے پیش آتا اسی طرح کا جواب دیتیں۔ یہ ہی وجہ تھی کہ کوئی بھی ان سے غلط انداز میں پیش نہیں آتا تھا۔ لڑکیاں جب ان کی تعریف کرتیں تو وہ مسکرا کر ان سے کہتیں۔

"دیکھو میں انسان ہوں فرشتہ تو نہیں ہوں اتنی اچھی میں نہیں ہوں جتنا آپ لوگ سمجھتے ہیں ہم استاد ہیں اور آپ لوگ ہمارے بچے ہیں اور والدین تو اپنے بچوں کے ساتھ محبت کیا ہی کرتے ہیں۔۔۔ چلئے یہ بتایئے آپ کی پکنک کا کیا ہوا۔"

وہ کلاس کے بعد یوں ہی لڑکیوں سے گھل مل کر باتیں کیا کرتیں جس پر کچھ ٹیچرز کو اعتراض بھی تھا کہ لڑکیوں میں نمبر بڑھانے کی خاطر وہ لڑکیوں سے فری ہو جاتی ہیں اور لڑکیاں دوسری ٹیچرز کے ساتھ بھی فری ہونے کی کوشش کرتی ہیں۔

"مس وہ مسز ربانی منع کر رہی ہیں کہ سردی ہے بچوں کو ٹھنڈ لگ جائے گی اور آپ تو جانتی ہیں کالج میں ذرا بھی کوئی خاص بات ہو ان کی فوج حاضر ہوتی

ہے۔"

لڑکیاں جو پکنک پر جانے کے لیے بے چین تھیں، آج ہی نوٹس بورڈ پر پڑھ کر آئی تھیں کہ پکنک کا پروگرام ملتوی ہوگیا ہے اور وہ بے مزا ہوگئی تھیں۔

بری بات ہے بینا مسز ربانی بھی ٹیچر ہیں ظاہر ہے ان کے بچوں کو گھر میں سنبھالنے والا کوئی نہیں ہوتا تو وہ لے آتی ہیں مگر آپ لوگوں کو ٹیچرز کا احترام کرنا چاہیے۔"

"سوری مس۔ مگر مس ہم لوگ تو اتنے ایکسائٹڈ ہو رہے تھے کہ پکنک پر جائیں گے، انجوائے کریں گے مگر کسی ایک کی وجہ سے پروگرام ملتوی کر دینا بھی تو مناسب نہیں۔ مسز ربانی نہ جائیں۔"

"یس مس بینا درست کہہ رہی ہیں پلیز آپ میڈم سے بات کریں۔" پوری کلاس بینا کی ہم خیال ہوگئی۔

"اوکے۔ اوکے۔ آپ لوگ آرام سے رہیں میں پرنسپل سے بات کروں گی۔ ویسے میرے نوٹس میں تو ایسی کوئی بات نہیں اینی وے میں خود مسز ریاض سے بات کروں گی وہ کیا کہتی ہیں۔"

"تھینک یو مس۔" لڑکیوں کو اب یقین ہو چکا تھا کہ اب کچھ نہ کچھ ہو جائے گا اور پھر مس عائشہ کی میٹنگ پرنسپل کے ساتھ کامیاب رہی۔ مسز ریاض نے کہہ دیا کہ جو جاسکتا ہے جائے جو نہیں جاسکتا وہ نہ جائے مسز ربانی کو یہ بات کاٹ گئی تھی۔

"مس عائشہ! یہ لڑکیوں کو بدتمیزی پر اکسانے والی بات ہے کہ نہیں کہ خود تو آپ اپنے نمبر بڑھا لیتی ہیں اور دوسروں کی ویلیو ڈاؤن کرتی ہیں یہ کہاں کا

انصاف ہے جب میں نے کہہ دیا کہ میں نہیں جاسکتی بچے چھوٹے ہیں اور ٹھنڈ زیادہ تو۔"

"مسز ربانی یہ جو اسٹوڈنٹس ہوتے ہیں ناں یہ بھی ہمارے بچوں کی طرح ہوتے ہیں آپ کو خود احساس ہونا چاہیے کہ پورے کالج کی بچیاں کس قدر خوش اور ایکسائیڈ تھیں آپ نے پروگرام ملتوی کر دیا تو ان کے دل ٹوٹ گئے۔ میڈم نے بھی یہ کہا ہے کہ جو جانا چاہے وہ چلا جائے اور جس کو پرابلم ہو وہ نہ جائے۔ آپ کے بچے چھوٹے ہیں تو آپ مت جائیے مگر۔ اتنے بچوں کو ہرٹ تو نہیں کرنا چاہیے۔ ہم لوگ تو ہفتے کو پکنک پر جارہے ہیں آپ جانا چاہیں تو موسٹ ویلکم ورنہ۔"

عائشہ درانی ابھی مزید بات کرنا چاہتی تھی کہ مسز ربانی اپنا بھاری وجود سنبھالتی ہوئی کھڑی ہوگئیں غصے سے ان کے نتھنے پھول گئے۔

"کسی نے یہ بات بالکل درست کہی ہے کہ بے اولاد۔ سخت دل ہوتا ہے تم بھی شادی شدہ ہوتیں، صاحب اولاد ہوتیں تو تم کو احساس ہوتا کہ۔۔۔" مسز ربانی اپنی بدمزاجی میں اکثر اوقات نامناسب بات کہہ جایا کرتی تھیں۔

"مسز ربانی میں صاحب اولاد ہوں۔ بہن کی اولاد اور اولاد میں کوئی فرق نہیں ہوتا۔۔ آئندہ آپ ایسا نہیں کہیں گی۔"

مس عائشہ بہت کم غصے میں آتی تھیں اس وقت وہ شدید غصے میں آگئی تھیں۔ وہ اسٹاف روم سے باہر آگئیں سامنے سے چوکیدار بھاگا آیا۔

"میڈیم آپ کا ڈرائیور آیا ہے کہہ رہا ہے چھوٹی بی بی کی طبیعت خراب ہے جلدی چلیں۔"

"کیا میری گڑیا کو کیا ہوا ہے؟"۔۔ عائشہ بری طرح گھبرا گئیں اور تقریباً بھاگتی ہوئی گاڑی تک آئیں۔

"عبدالرشید کیا ہوا ہے دیبا کو۔ جلدی کرو گاڑی تیز چلاؤ۔" عائشہ کا بس چلتا تو اڑ کر گھر پہنچ جاتیں۔

"کچھ معلوم نہیں جی میں تو نماز پڑھ رہا تھا کہ قدسیہ اماں بھاگی آئیں کہ بی بی کو الٹیاں ہو رہی ہیں۔ آپ کو لے آؤں تو میں سرپٹ بھاگا جی۔"

"اوہ نو دیبا کو وومیٹنگ ہو رہی ہے خیر کرنا میرے خدا۔" گاڑی پورچ میں رکتے ہی عائشہ بھاگتی ہوئی دیبا کے کمرے میں پہنچیں تو وہ بے دم سی پڑی تھی۔

"دیبا۔ دیبو جانو کیا ہوا ہے میری جان! اچھی خاصی تو سکول گئی تھیں تم" عائشہ نے بے سدھ سی پڑی دیبا کا سر گود میں رکھ لیا۔

"عبدالرشید جلدی سے ڈاکٹر کو لے کر آؤ۔ اماں کیا ہوا تھا دیبا کو کیا کھایا تھا اس نے۔ آپ کو ہزار بار کہا ہے، سنو تم جلدی سے جاؤ دو بکرے لے کر آؤ اپنی بچی کا صدقہ دوں گی۔" عائشہ کے ہاتھ پیر پھول گئے تھے۔

"بیٹی میرے لیے تو تم دونوں ہی ایک جیسی ہو تمہاری ماں کے ساتھ آئی تھی وہ نہ رہی تو تم دونوں بہنوں کو ماں بن کر پالا ہے تم دونوں کے بعد تو میری زندگی کا محور یہ بچی ہی ہے اسکول سے آئی ہے آتے ہی بیگ قالین پر پھینک کر کمرے میں گھس گئی۔ میں نماز میں مصروف تھی مجھے لگا جیسے کوئی الٹیاں کر رہا ہے سلام پھیر کر بھاگی تو دیبا کی حالت غیر تھی۔ اسی وقت عبدالرشید کو بھیجا تمہارے پاس جب سے دعائیں کر رہی ہوں۔"

"سوری اماں! آپ تو جانتی ہیں کہ میں اس کے معاملے میں کتنی بچی

ہوں۔ میری بچی کو کیا ہو گیا ہے دیبا۔۔۔ دیبا جان ہوش میں آؤ نجانے کیا کھا لیا ہے اسکول میں۔" عائشہ بری طرح گھبرا رہی تھیں۔ اسی وقت ڈاکٹر آ گیا تو عائشہ فوراً ڈاکٹر کی طرف بڑھیں۔

"ڈاکٹر دیکھیے تو میری بچی وومیٹنگ کر کے بے ہوش ہو گئی ہے، جلدی سے چیک کیجئے۔"

"ارے میڈیم آپ اس قدر پریشان کیوں ہو رہی ہیں بے بی ٹھیک ہے۔ کھا لیا ہوگا اسکول میں کچھ الٹا سیدھا۔"

"یہ بے ہوش کیوں ہے ڈاکٹر صاحب؟ ایسا کیا ہوا ہے کہ یہ بے ہوش ہو گئی ہے۔"۔۔۔ عائشہ نے دیبا کے چہرے پر آئے بال ہٹائے۔

"بچی بے ہوش نہیں ہے بس کمزوری کی وجہ سے ذرا بے سدھ سی ہو گئی ہے۔ دیکھیے ہوش میں آ رہی ہے بے بی۔"

ڈاکٹر کے معائنے کے دوران ہی دیبا ہوش میں آ گئی تو عائشہ نے خدا کا شکر ادا کیا۔

"خالہ جانو" دیبا نے نقاہت سے عائشہ کو پکارا تو جلدی سے اس کی طرف بڑھیں۔

"جی جان۔۔۔ کیا بات ہے کیا ہوا تھا۔"

"بے بی آپ نے اسکول میں کچھ کھایا تھا۔ کوئی ایسی چیز جس سے آپ کو وومیٹنگ ہوئی۔" ڈاکٹر صاحب پوچھ رہے تھے تو دیبا نقاہت سے ان کو دیکھنے لگی کچھ دیر کے لیے تو وہ صورت حال سمجھ نہ سکی پھر یاد آیا کہ اسے کیا ہوا تھا اور ساتھ وہ منظر بھی نگاہوں میں گھوم گیا جب اس کی فرینڈز مسخرے پن سے ہنستی

ہوئی آئیں اور اس کو چاٹ کی پلیٹ دی اور زبردستی کھانے کو کہا اور وہ کھانے لگی اس کے بعد اس کی حالت بگڑنے لگی تو وہ چھٹی لے کر گھر آ گئی تب اس نے ساری بات عائشہ کو بتادی کیونکہ وہ اپنی جان سے عزیز خالہ جان سے کچھ نہیں چھپایا کرتی تھی۔ ڈاکٹر کے مطابق اسے فوڈ پوائزن ہو گیا تھا اور خطرے کی کوئی بات نہیں تھی مگر پھر بھی عائشہ کو غصہ آ گیا۔

''یہ کیا بدتمیزی ہے۔ میں تمہاری پرنسپل سے ملتی ہوں اگر خدانخواستہ کچھ ہو جاتا، تو ڈاکٹر صاحب کوئی خاص بات۔''

''نہیں میڈیم ایسی کوئی بات نہیں مگر اتنا ضروری ہے کہ چاٹ میں کوئی غیر معمولی کھٹائی ملائی گئی تھی جس کی وجہ سے بے بی کی طبیعت بگڑ گئی۔ بہرحال پرہیز بہت ضروری ہے اور یہ دوائیں منگوالیں اب اجازت دیں خدا حافظ۔''

ڈاکٹر جا چکا تھا عائشہ دیبا کو ڈاکٹر کی ہدایات کے مطابق دوا وغیرہ دے کر اپنے کمرے میں آئیں کپڑے تبدیل کر کے انہوں نے نماز پڑھی اور دیبا کے لیے بے شمار دعائیں کیں شکرانہ ادا کیا اور پھر اماں کو اپنے کمرے میں آنے کا کہہ کر دیبا کے پاس آ گئیں دیبا ابھی بھی سو رہی تھی وہ اس کے قریب بیٹھ گئیں اور اس کے معصوم چہرے کو دیکھتے ہوئے ماضی کی بھول بھلیوں میں کھو گئیں۔

وہ دو ہی بہنیں تھیں والد صاحب حیثیت اور معاشرے میں باعزت مقام رکھتے تھے' زندگی کا محور یہ دونوں بیٹیاں ہی تھیں انہوں نے بیٹیوں کو بہترین تعلیم و تربیت دی تھی رابعہ عائشہ سے چھ سات سال بڑی تھی اور کچھ شوخ و شنگ قدرے خودسر بھی تھی۔ جب عائشہ کالج میں زیر تعلیم تھیں اور رابعہ تعلیم سے فراغت پا چکی تھی تب ان کے والد نے چاہا کہ ان کی شادی اپنے بھائی کے بیٹے سے کر دیں مگر رابعہ نے صاف انکار کر کے ان کو دکھ میں مبتلا کر دیا رابعہ کو اپنی ایک دوست کا بھائی بے حد پسند تھا۔ دونوں چاہت کے سفر پر نکل کر اس موڑ پر پہنچ گئے جہاں سے واپسی ناممکن تھی مگر ادھر والد نے بھی ملاپ کو ناممکن کر دیا تھا ان کے والد عبدالرحمٰن کا اصرار تھا کہ شادی خاندان میں ہی ہو گی۔ والدہ تو تھیں نہیں کہ بیٹی کی وکالت کرتیں۔ دونوں بہنیں ہی ایک دوسرے کی

ہمراز تھیں۔

"عاشی پلیز تم ابو کو سمجھاؤ۔۔۔ آخر کیا کمی ہے وہاب میں پڑھا لکھا ہم سے زیادہ اچھی فیملی ہے۔ اتنا تو چاہتا ہے وہاب مجھے اور جب مذہب نے ہمیں اجازت دی ہے تو پھر والدین ایسا کیوں کرتے ہیں' زندگی لڑکے اور لڑکی نے گزارنی ہوتی ہے' ان کی پسند کو بھی دیکھنا چاہیے نہ کہ اپنا فیصلہ ٹھونس دیا جائے میری سمجھ میں نہیں آتا کہ جب اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ نے لڑکی کی پسند کو اہمیت دی ہے تو پھر۔" رابعہ بے حد الجھی ہوئی تھی ان دنوں' کیونکہ ابو کی طرف سے دباؤ تھا کہ برادری میں شادی ہو جبکہ اس کا دل نہیں مانتا تھا۔

"دیکھیں آپی ٹھیک ہے۔ آپ کی بات بھی درست ہے مگر آپ ابو کو ذرا آرام سے سمجھائیں۔ انہوں نے ہمیں باپ ہی نہیں ماں بن کر بھی پالا ہے اتنا ہمارا خیال رکھتے ہیں اب اگر ان کا نقطہ نظر مختلف ہے تو۔"

"عائشہ تم خود سوچو میں کیا کروں۔ میرا دل وہاب کے علاوہ کسی کے لیے تیار نہیں ہوتا' تم ابو کو سمجھاؤ۔"

اور پھر عائشہ نے بھی اپنی سی کوشش کر دیکھی مگر ابو مان کر نہیں دیے رابعہ کی سوچیں باغی ہونے لگیں جس سے وہاب بھی متفق نہ تھا۔

"ایسی بات نہ کرو رابعہ یہ ساری جذباتیت ہے۔ ٹھیک ہے یہ ہمارا حق ضرور ہے مگر حقوق بھی احسن طریقے سے حاصل کرنا چاہیے جس میں سب کی عزت ہو اب ہم اگر کورٹ میرج کر لیں تو کیا عزت رہ جائے گی تمہارے اور میرے والدین کی معاشرے میں۔"

وہاب میں خود سب کچھ سمجھتی ہوں کہ اس اقدام کے بعد ہمیں کہیں جگہ نہ

ملے گی ہماری اولاد کو بھی ہمارے کردار کے طعنے دیے جائیں گے۔ ٹھیک ہے اس کا دوسرا حل یہ ہے کہ میں شادی ہی نہیں کرتی پھر۔۔۔"

رابعہ وہاب کی باتوں سے نہ صرف دل میں شرمندہ ہوئی تھی بلکہ مایوس بھی ہو گئی تھی۔۔۔ وہ ایک مضبوط ارادہ کر کے اٹھ کھڑی ہوئی وہاب نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔

"خفا نہ ہو مجھ سے رابعہ میں خود انکل کو منانے کی کوشش کروں گا۔ مان گئے تو ٹھیک ہے ورنہ پھر بھی ہم ایسا کوئی قدم نہیں اٹھائیں گے جس سے دونوں خاندان کی عزت پر حرف آئے۔"

پھر وہی ہوا وہاب سے ابو متاثر ہونے کے باوجود رابعہ کی شادی اس سے کرنے کو تیار نہ تھے کیونکہ بقول ان کے غیر برادری کو اپنی برادری میں مکس نہیں ہونے دینا چاہیے۔ ذات برادری کے معاملے میں ان کی سوچ خاصی دقیانوسی تھی۔ وہ نہیں مانے تو وہاب نے ان کے سامنے رابعہ سے کہہ دیا کہ ان دونوں کی راہیں آج سے الگ ہیں۔

"انکل اگر آپ ہماری خوشی میں خوش نہیں تو میرا ایمان ہے کہ جس بات میں بڑوں کی رضا مندی اور خوشی نہ ہو وہ خوشی کبھی نہیں پنپتی بلکہ خوشیوں کی جڑیں بے ثمر ہو جاتی ہیں' انکل آج میں آپ کے سامنے رابعہ سے ہر تعلق توڑتا ہوں' آپ جہاں چاہیں اس کی شادی کر دیں' یہ انکار نہیں کرے گی۔ رابعہ میری بات کا بھرم رکھنا۔"

وہاب خود پر بمشکل قابو پاتا آگے بڑھ گیا تو رابعہ کو لگا جیسے جسم سے روح نکل گئی ہو۔ مگر عبدالرحمٰن کو اس کی یہ ادا ہی بھا گئی اور انہوں نے ان کی شادی

بڑی دھوم دھام سے کی سب ہی خوش اور مطمئن ہو گئے تھے عائشہ بی اے کا امتحان دے رہی تھی کہ ایک روز واپسی پر پتا چلا کہ وہ لوگ باپ جیسی نعمت سے مرحوم ہو گئے ہیں رابعہ کی شادی کے بعد وہ اور ابو یک جان ہو گئے تھے دونوں ایک دوسرے کے بغیر ایک پل نہیں گزارتے تھے۔ کہاں یہ دائمی جدائی عائشہ تو زندگی سے کٹ کر رہ گئی تھی اور اس شدت سے بیمار پڑی کہ اس کی زندگی کے لالے پڑ گئے۔

''عائشہ! میری جان اپنا خیال رکھو اب موت سے لڑا تو نہیں جا سکتا ناں۔۔۔ خدا کا جو حکم ہو ہمیں تو سر تسلیم کرنا ہی پڑتا ہے کیونکہ یہ ہی ہماری بندگی کا تقاضہ ہے۔''

''آپی مجھے چین نہیں آتا' ہر طرف سے ابو کی خوشبو آتی ہے۔''

''عائشہ میں۔۔۔ میں کون ہوں' میری طرف دیکھو میں تمہارا بڑا بھائی ہوں' اور بڑے بہن بھائی تو والدین کی طرح ہوتے ہیں۔تم اتنی مایوس کیوں ہوتی ہو۔۔۔تم تو میری بیٹی ہو۔''

وہاب بھائی بڑی شفقت سے اس کے سر پر ہاتھ پھیر کر کہتے تو کچھ دیر کے لیے وہ بہل جاتی وقت سب سے بڑا مرہم ہوتا ہے بڑے بڑے گھاؤ بھر دیتا ہے عائشہ بھی بہلنے لگی وہاب بھائی اور رابعہ محض اس کی خاطر اس کے پاس آ گئے تھے۔۔۔ وقت گزرتا رہا ان ہی بدلتی رتوں میں ایک کلی رابعہ کے آنگن میں دیبا کے نام سے کھلی تو زندگی بے حد مصروف اور خوب صورت ہو گئی عائشہ تو سب کچھ بھول گئی تھی۔ دیبا کے آجانے سے تعلیمی مصروفیات کے بعد وہ سارا وقت دیبا کے ساتھ گزارتی اور خدا کا شکر ادا کرتی ورنہ تو ابو کے بعد وہ خود کو

مردہ ہی سمجھنے لگ گئی تھی۔

دیبا کی دوسری سالگرہ آرہی تھی' وہاب صاحب بھی والدین کے اکلوتے بیٹے تھے۔ بہنیں تھیں جن کی شادیاں ہو چکی تھیں بے شمار جائیداد کے تنہا وارث تھے۔ وہاب نے اس دفعہ بہت عجیب کام کیا کہ اپنی تمام منقولہ اور غیر منقولہ جائیداد دیبا کے نام کر دی' لیکن جب رابعہ نے ابو کی جائیداد میں سے اپنا حصہ بھی عائشہ کے نام لکھ دیا تو وہ تڑپ اٹھی۔

''آپی یہ کیا حرکت ہے مجھے کچھ نہیں چاہیے آپ نے کیوں کیا ایسا خدا آپ کو سلامت رکھے یہ کیا حرکت کی ہے آپ نے۔''

اس نے شاکی نظروں سے دونوں کو دیکھا تو اسے یوں پریشان اور ہونق سا دیکھ کر دونوں نے پہلے ایک دوسرے کو دیکھا پھر زور سے ہنس دیے۔

''تو گویا تم ڈر گئیں۔ ارے بھئی جو کام ہو جائے ابھی اچھا ہے دراصل میں نے اور رابعہ نے پروگرام بنایا ہے کہ ہم امریکہ سیٹل ہو جائیں تم فی الحال دیبا کے ساتھ پاکستان میں رہو گی پھر ہم تم دونوں کو بھی بلا لیں گے۔''

وہاب جس نے اسے بھائی اور باپ کا پیار دیا تھا سر پر ہلکی سی چپت لگائی تو وہ کچھ سمجھی اور کچھ نہ سمجھی بس خفگی سے ان کو دیکھنے لگی۔

'' آپ لوگ جہاں جائیں مرضی ہے آپ کی مگر وہاب بھائی جائیداد کی تقسیم مجھے بدشگونی سی لگی ہے۔''

نجانے کیوں بے شمار آنسو عائشہ کے رخساروں پر پھیل گئے تو رابعہ نے بڑھ کر اسے ساتھ لگا لیا۔

''میری جان تم دل چھوٹا کیوں کرتی ہو تمہارے آنسو دل چیرتے ہیں میرا

اور پھر والدین کے پاس جو کچھ بھی ہوتا ہے اولاد ہی کے لیے ہوتا ہے اور تم دونوں ہماری اولاد ہی تو ہو۔" دونوں کی محبت اور توجہ سے عائشہ وقتی طور پر بہل گئی۔

"رابعہ بالکل درست کہتی ہے اچھا چلو۔ دیبا کو تیار کرو آج ہم ڈنر باہر کریں گے۔"

کاش ایسا ہو کہ آنے والے حالات کا انسان کو پہلے سے پتہ چل جائے اور اپنے بچھڑنے والے پیاروں کی جدائی کا علم ہوجائے تو شاید انسان ان پیاروں کے ساتھ چپک کر رہ جائے، کبھی ان سے علیحدہ نہ ہو عائشہ کو کیا خبر تھی کہ جن رشتوں نے اسے سنبھال رکھا تھا وہ نہ رہیں گے آپی وہاب دیبا اور وہ جب ڈنر پر نکلے خوب گھومے پھرے تو واپسی میں اچانک وہاب کی طبیعت خراب ہوگئی اور اسٹیئرنگ پر ان کا قابو نہ رہا اور گاڑی آئل ٹینکر سے جا ٹکرائی--- وہاب بھائی موقع پر ہی ختم ہو گئے--- باقی یہ تینوں ہاسپٹل پہنچ گئے۔ عائشہ اور دیبا کو معمولی چوٹیں آئی تھیں۔ جن کی اسے پرواہ نہ تھی وہ دیبا کو چمٹائے وہاب اور رابعہ کے لیے ڈاکٹر کے پیچھے بھاگ رہی تھی۔

"بی بی آپ کے بھائی تو--- انتقال کر چکے ہیں البتہ آپ کی بہن ابھی زندہ ہیں۔ آپ ان سے مل لیں آئیں میرے ساتھ آئیں۔"

وہ تو وہاب کا سن کر ڈھے گئی مگر بجھتے دیے میں رابعہ کی زندگی کی نوید سے لو بڑھ گئی وہ گرتی پڑتی رابعہ کے پاس پہنچی رابعہ بھی زندگی سے رابطہ توڑ رہی تھی۔

"آپی۔" وہ تڑپ کر اس کے قریب گئی وہ زخموں سے چور ہلکے ہلکے سانس

لے رہی تھی۔

"آپی--- میری جان آنکھیں تو کھولیں آپی میرا اور دیبا کا کون ہے آپ کے سوا--- آپ ہمیں چھوڑ کر نہیں جاسکتیں۔ وہاب بھائی چلے گئے اب میں آپ--- آپ نہیں جاسکتیں میں آپ کو نہیں جانے دوں گی۔ دیبا دیکھو امی کے پاس جاؤ--- جاؤ بیٹا۔"

عائشہ کو اندازہ ہو گیا تھا کہ رابعہ بھی جدا ہونے والی ہے عائشہ مرغ بسمل کی طرح تڑپ رہی تھی اس نے رابعہ کے زخموں کا بھی خیال نہ کیا اور بلکتی ہوئی دیبا کو رابعہ پر ڈال دیا تو ماں بیٹی کھل کر روئیں۔

"عا--- عائشہ--- میری بہن میر--- میری بیٹی خدا کے بعد تمہارے حوالے--- عائشہ--- دیبا--- دیبا کو ماں باپ کی--- تم--- کمی نہ ہونے دینا۔"

اور قبل اس کے کہ وہ مزید کوئی بات کرتیں موت نے آدبوچا اور کلمہ توحید آخری بار رابعہ کی زبان پر آگیا----- دو سالہ بچی ماں کے مردہ وجود سے لپٹی رو رہی تھی۔ عائشہ کو سکتہ ہو گیا تھا----- دوست احباب اپنی سی کوشش کر کے رہ گئے تھے۔ مگر عائشہ کو کچھ ہوش نہیں تھا وہ سب کچھ کھو بیٹھی تھی۔

"عائشہ ہوش میں آؤ--- عائشہ اتنے پیارے رشتے گنوا چکی ہو اب کیا اس ننھی سی جان کو' اپنی بہن کی آخری نشانی کو بھی کھو دینا چاہتی ہو دیکھو اسے یہ بھی مر جائے گی پھر تم بالکل خالی دامن ہو جاؤ گی--- عائشہ ہوش میں آؤ۔"

عائشہ کی بے حد عزیز دوست لبنیٰ اسے رلانے کی کوشش کر رہی تھی اس نے روتی بلکتی بچی کو اس کی گود میں ڈال دیا تو عائشہ کو جیسے کرنٹ لگا اس نے خشک اور ساکت نگاہوں سے دیبا کو دیکھا۔ اور پھر ایسے تڑپ تڑپ کر روئی کہ دیکھنے والوں کو رلا دیا۔

پھر عائشہ نے تمام زندگی دیبا کے نام کر دی اس کی پرورش کے لیے خود کو وقف کر دیا ہر وقت اس کا خیال رکھنا اس کی تعلیم و تربیت ہی اب اس کی زندگی کا حاصل تھا۔ دونوں خالہ بھانجی یک جان تھی دونوں کو ایک دوسرے سے عشق تھا۔ ایک پل بھی ایک دوسرے کی جدائی برداشت نہیں کر سکتی تھیں۔ عائشہ اپنی تعلیم سے فراغت کے بعد تمام وقت دیبا کو دیتی تھی۔ صرف دیبا ہی کی خاطر اس نے شادی نہ کرنے کا فیصلہ کیا تھا حالانکہ کئی ہاتھ بڑھے اپنانے کے لیے مگر عائشہ نے خود کو محدود کر لیا تھا۔ دیبا کے لیے، اماں قدسیہ اس سے اکثر اس بات پر خفا بھی ہو جاتیں۔

''اماں ضرورت ہی کیا ہے شادی کی اللہ تعالیٰ نے سب کچھ تو عطا کر رکھا ہے۔''

''واہ بی بی! واہ شادی کیا لوگ اسی لیے کرتے ہیں کہ ان کو زمین کی جائیداد کی ضرورت ہوتی ہے ارے بھئی شادی تو فریضہ ہے اس کو ادا کرنے کا حکم ہے تا کہ لڑکی اپنے شوہر کے ساتھ اس کے گھر میں رہے آرام اور سکون کے ساتھ۔ میری مانو تو اب بھی کچھ نہیں بگڑا ہزاروں کم عمروں سے اچھی لگتی ہو اور پھر تمہاری کون سی عمر نکل گئی ہے کہو تو میں۔''

اماں قدسیہ تو ہمہ وقت اس کا رشتہ کرانے کو تیار رہتیں۔

''اماں آپ یہی باتیں کرتی ہیں جب ایک بار کہہ دیا کہ شادی نہیں کرنی تو پھر بار بار کیا حاصل ہے ایسی باتوں سے اور پھر اب تو دیبا بھی بڑی ہو رہی ہے۔ کیا جانیں وہ شخص کس طرح کا ہو دیبا کو قبول بھی کرے یا نہ کرے نہیں اماں میں اب بہت کمزور پڑ چکی ہوں اب کسی آزمائش سے نبرد آزما نہیں ہو سکتی میری زندگی بس اب دیبا ہے۔''

''تمہاری مرضی ہے عائشہ بیٹی ورنہ میں نے تو ماں بن کر پالا ہے تمہیں۔ میری تو خواہش تھی کہ تم اپنا گھر آباد کر لیتیں اور پھر جب تک کسی انسان کو آزمایا نہیں جائے گا کیسے پتہ چلے گا کہ وہ کیسا ہے۔ کس مزاج کا ہے۔''

''اماں آپ خود سوچیے کہ اب میں کس سے آزمائش کے لیے شادی کروں اسے آزماؤں کہ وہ میرے ساتھ کیسے رہ سکتا ہے۔ میری بچی کو کس انداز میں قبول کرتا ہے، اسے بیٹی سمجھ کر کمپرومائز کرتا ہے کہ نہیں۔۔۔ اور اگر وہ میری اس آزمائش میں پورا اترتا ہے تو شادی جاری رکھوں ورنہ ختم کر دوں۔۔۔ واہ اماں واہ کیا نسخہ بتایا ہے آپ نے۔''

وہ کتاب بند کر کے ایک طرف رکھ کر اماں کو دیکھنے لگی جو چہرے پر اس کی

بات کے ناگوار تاثرات لیے تیزی سے تسبیح پڑھنے گئیں۔

''اماں نانو کیا باتیں ہو رہی ہیں۔'' دیبا بھی اپنی پونی اچھالتی اماں کے قریب پہنچ گئی۔

''ارے چندا یہ جو تمہاری خالہ جانو ہیں ناں انہیں سمجھا رہی تھی۔'' انہوں نے خفگی سے عائشہ کی جانب دیکھا جو کتاب منہ کے سامنے کر کے اماں کی خفگی سے محظوظ ہو رہی تھی۔

''کیوں خالہ جانو کو بھی میری طرح میتھ سمجھ میں نہیں آتا کیا۔'' دیبا نے معصومیت سے اماں سے پوچھا۔

''ارے میتھ ویتھ سب سمجھ میں آجاتا ہے نہیں سمجھ میں آتی تو یہ بات کہ گھر آباد کر لینا چاہیے شادی کی عمر نکلی جارہی ہے اور۔۔۔''

''اماں نانو خالہ کی شادی ہو جائے گی تو۔۔۔ تو یہ چلی جائیں گی۔۔۔ جیسے ماریہ کی خالہ کی شادی ہو گئی تھی وہ لندن چلی گئیں کیا میری خالہ جانو بھی چلی جائیں گی۔''

دیبا جو عائشہ سے جدائی کا تصور بھی نہیں کر سکتی تھی اس بات سے پریشان ہو گئی اماں سے پوچھنے لگی پھر عائشہ کے قریب آگئی اور بغور دیکھنے لگی۔

''ہیں خالہ جانو آپ چلی جاؤ گی۔'' دیبا کی آواز بھیگ گئی عائشہ تڑپ اٹھی اماں پر غصہ والی نگاہ ڈالی۔۔۔ پھر دیبا کا چہرہ ہاتھوں میں تھام لیا۔

''نہیں میری جان میں کہیں نہیں جارہی۔ میں تو اپنی جان کے ساتھ رہوں گی ہمیشہ ہمیشہ جاؤ آپ تیار ہو جاؤ۔ ہم ابھی پارک چلیں گے گھومیں پھریں گے اور پھر آئس کریم کھا کر واپس آئیں

گے ٹھیک ہے ناں۔"

اس نے دیبا کی پیشانی پر پیار کیا تو کچھ دیر قبل کی پریشانی کی دھند چھٹ گئی۔ دیبا مسکرا کر وہاں سے بھاگ گئی اب عائشہ اماں قدسیہ کی طرف مڑ گئیں۔

"اماں خدا کے واسطے بچی کے سامنے ایسی باتیں نہ کیا کریں دیکھا تھا آپ نے کیسا چھوٹا سا منہ نکل آیا اس کا جب کرنا ہی نہیں تو پھر جھگڑا کیسا، میں مانتی ہوں کہ آپ کی یہ خواہش ہے مگر۔۔۔ اماں میں دیبا کے ساتھ کوئی زیادتی نہیں کرسکتی۔ پلیز آئندہ اس موضوع پر بات نہ کیجئے گا۔ رات کھانے کا آپ لوگ اپنے لیے بندوبست کریں میں اور دیبا تو باہر ہی کھائیں گے۔"

اور پھر ایسی ہی بے شمار اماں کے ساتھ جھڑپیں ہوتی رہیں مگر عائشہ درانی اماں کے ہر حملے کو پسپا کرتی چلی گئیں۔ وقت گزرتا رہا۔ اور ہر گزرتا پل خالہ بھانجی کی محبت کو بے مثل بناتا گیا اب دیبا میٹرک میں آگئی تھی۔ ایک ماہ بعد اس کے امتحانات تھے۔ خوب محنت سے پڑھ رہی تھی کہ اس کے ساتھ لڑکیوں نے ایسا سنگین مذاق کر ڈالا عائشہ نے فون کر کے اسکول کی پرنسپل کو باخبر کردیا تھا انہوں نے بھی لڑکیوں کو سزا دینے کا وعدہ کیا تھا۔

"خالہ جانو۔" دیبا کی نقاہت میں ڈوبی آواز ابھری تو عائشہ ماضی کے بھول بھلیوں سے چونک کر واپس آگئیں۔

"جی میری جان کیا بات ہے۔ طبیعت کیسی ہے۔"

عائشہ نے اس کا سر گود میں رکھ لیا۔

"پانی خالہ جانو پانی دیں۔ سادہ پانی دیں ڈھیر سارا۔"

دیبا نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیری عائشہ تو اس کی وجہ سے بہت پریشان ہوگئی تھی پھر کئی روز بعد دیبا ٹھیک ہوئی تو عائشہ کالج گئیں تو پتہ چلا کہ پکنک کا پروگرام محض انکی وجہ سے ملتوی ہو چکا تھا اور مسز ربانی اس بات پر بے حد خفا تھیں کہ ان کی وجہ سے تو پروگرام ملتوی ہوا نہیں تھا اور مس عائشہ کی وجہ سے لڑکیوں نے پکنک پر جانے سے انکار کر دیا تھا۔

"سوری مسز ربانی بخدا میں نے لڑکیوں کو کچھ نہیں کہا تھا۔ میری تو بیٹی کی اتنی طبیعت خراب تھی کہ میں نے میڈم کو گھر سے فون کر دیا تھا کہ میں نہیں آسکتی۔ اب اگر لڑکیاں نہیں گئیں تو میرا کیا قصور ہے۔"

بات تو درست تھی مس عائشہ کی مگر انکو تو چڑ سی تھی کہ لڑکیاں کیوں ان کے ساتھ اتنی محبت کرتی ہیں۔ پھر پکنک کا پروگرام ملتوی ہی رہا۔ موسم ٹھیک ہوا تو پکنک بھی ہوگئی۔ دیبا بھی پکنک میں گئی معصوم سی خوب صورت سے لڑکی کو تو سب نے پسند کیا۔ عائشہ کی فین لڑکیاں تو اس کی قسمت پر رشک کر رہی تھیں کہ وہ مس عائشہ کی بھانجی ہے اور ان کے ساتھ رہتی ہے، وہ بھی خوش ہو رہی تھی کہ سب لوگ ان کی خالہ کو اتنا پسند کرتے ہیں۔ اس نے بھی خوب انجوائے کیا واپسی پر کالج تقریباً خالی ہو چکا تھا مگر بینا پریشان سی کھڑی تھی۔

"بینا خیریت آپ کیوں نہیں گئیں۔" عائشہ جو کہ خود جارہی تھیں اسے دیکھ کر اس کے قریب آگئیں۔

"مس گھر سے کوئی آیا نہیں حالانکہ امی تو اس معاملے میں کبھی لاپرواہی نہیں کرتیں۔ خدا خیر کرے ابو کی طبیعت ٹھیک ہو۔۔۔" وہ بات ادھوری چھوڑ کر روہانسی ہوگئی۔

"ارے نہیں خدا خیر کرے گا۔ بینا چلو آؤ ہم تمہیں ڈراپ کر دیتے ہیں چلو آؤ شاباش۔"

اور پھر بینا مس کے اصرار پر ان کے ساتھ آگئی تمام راستہ وہ کسی غیر متوقع صورت حال کے خوف سے دہلتی رہی مگر گھر آیا تو سب خیریت تھی اس نے خدا کا شکر ادا کیا۔

"آیئے ناں مس پلیز آج اگر قسمت سے آپ میرے گھر آئی ہیں تو میں آپ کو نہیں جانے دوں گی۔ پلیز آئیں۔ دیبا آؤ ناں۔ دیبا مس تمہاری بات نہیں ٹالتیں تم کہو ناں ان سے۔۔۔ پتہ ہے میں تو سب کو بتاؤں گی کہ مس عائشہ میرے گھر آئی تھیں۔" بینا کے بہت زیادہ اصرار اور محبت پر عائشہ کو اندر آنا پڑا۔

"بیٹے عائشہ! آپ تو میری بیٹیوں کی طرح ہیں، یہ بینا تو آپ کی دیوانی ہے۔ ہر وقت آپ کی تعریف کرتی رہتی ہے۔ آج اگر اتفاقاً آپ ہمارے ہاں نہ آتیں تو میں خود آپ کے گھر آتی۔"

بینا کی ممی عائشہ کو ستائشی نظروں سے دیکھ رہی تھیں اور عائشہ ان کی محبت میں کوئی اور بات بھی محسوس کر رہی تھیں تاہم وہ متاثر ہو رہی تھیں ان کی محبت سے۔

"مسز فیاض یہ عمر ہی ایسی ہوتی ہے، بچے زیادہ تر اپنے اساتذہ سے متاثر ہوتے ہیں۔ یہ بینا کی محبت ہے ورنہ استاد تو سب ایک جیسے ہوتے ہیں۔ اب اجازت دیں وہاں اماں پریشان ہو رہی ہوں گی۔"

"ارے نہیں بھئی آپ لوگ بیٹھیں، رات کا کھانا کھا کر جائیں تیار ہو رہا

ہے۔" مسز فیاض نے اصرار کیا۔

"بہت شکریہ مسز فیاض آپ کے خلوص کا پھر کبھی سہی آج ہم تمام وقت باہر رہے ہیں۔۔۔ تھکن بھی ہو رہی ہے اور میری بیٹی بھی تھک گئی ہے اس کے ایگزامز ہونے والے ہیں تیاری بھی کرنی ہے۔"

"اچھا چلیے آج تو آپ کی مصروفیت کی وجہ سے چھوڑ رہی ہوں مگر میں جب آپ کو کھانے پر بلاؤں گی تو آپ کو ضرور آنا پڑے گا۔ کسی تھکن مصروفیت کا بہانہ نہیں چلے گا۔" مسز فیاض بڑی محبت سے کہہ رہی تھیں وہ ٹال نہ سکیں۔

"چلیے جیسے آپ کی خوشی، انشاء اللہ ضرور آؤں گی مگر پلیز جب تک دیبا کے ایگزامز نہ ہو جائیں آپ کوئی تکلیف نہ کریں۔"

"اور ہماری بیٹی کے ایگزامز کب تک ہو جائیں گے۔" اس نے محسوس کیا مسز فیاض کچھ زیادہ ہی مہربان ہو رہی تھیں۔

"بس اگلے ماہ کے آخر تک فارغ ہو جائے گی۔"

انہوں نے خوبصورتی سے سجے گھر پر طائرانہ سی نگاہ ڈال کر مختصر جواب دیا اور آگے قدم بڑھا دیے، اسی وقت دروازہ کھلا اور اپنی خوبصورت شخصیت سمیت اندر آ گیا اور اس کی نگاہیں سیدھی عائشہ پر ٹھہر گئیں۔

"آپی کون تھیں یہ محترمہ؟"۔۔۔ عائشہ اور دیبا کے جانے کے بعد زبیر اندر آتا ہوا پوچھ رہا تھا کیونکہ عائشہ جاتے جاتے اس کا صبر وقرار بھی ساتھ لے گئی تھی' میز پر برتن رکھتے ہوئے مسز فیاض نے اس کو دیکھا۔

"کیوں خیریت' یہ تمہیں اس عمر میں کسی محترمہ سے کیا غرض۔" مسز فیاض نے اپنے خوبرو اسمارٹ سے کزن کو دیکھا جس نے محض آئیڈیل کے انتظار میں ابھی تک شادی نہیں کی تھی۔

عمر کوئی بھی ہو آپی! دل تو ہر عمر میں ہوتا ہے ناں۔۔۔ ویسے محترمہ استانی ٹائپ چیز لگی ہیں مجھے۔"

"واہ کیا قیافہ شناسی ہے یہ عائشہ تھیں' بینا کے کالج میں پڑھاتی ہیں انگلش کی ٹیچر ہیں۔۔۔ آج بینا کو چھوڑنے آ گئیں۔"

مسز فیاض نے عائشہ کا مختصر سا تعارف کرایا تو زبیر ہاتھوں کا تکیہ بنا کر صوفے پر نیم دراز ہو گیا۔

"ہوں تو محترمہ کا نام عائشہ ہے' بہت خوب۔۔۔ اور یہ ساتھ میں لڑکی کون تھی۔"

"دیبا ہے' عائشہ کی بھانجی' بینا بتا رہی تھی کہ یہ دونوں ہی آپس میں رشتے دار ہیں' باقی اور کوئی رشتہ دار نہیں' دیبا بہت چھوٹی تھی جب اس کے والدین کا انتقال ہو گیا تھا جب سے عائشہ نے اسے پالا ہے' اسی وجہ سے عائشہ نے بھی شادی نہیں کی۔"

مسز فیاض زبیر کو اس کے بارے میں تفصیل بتا رہی تھیں اور وہ بغور سن رہا تھا۔

"ارے امی دیکھئے تو دیبا کی گھڑی واش روم میں رہ گئی۔۔۔" اسی وقت دیبا کی گھڑی ہاتھ میں پکڑے بینا اندر آ گئی۔

"اوہو وہ گئی تھی' اندر ہی بھول آئی ہو گی' خیر تم کل کالج لے جانا اور عائشہ کو دے دینا۔"

"امی دیکھئے تو کس قدر قیمتی گھڑی ہے' کاش میرے پاس بھی ہوتی ایسی گھڑی۔" بینا نے بڑی حسرت سے گھڑی کو دیکھا۔

"یہ کیا بات ہوئی ندیدوں والی' ارے بھئی وہ لوگ خود کیا کم امیر ہیں۔ بے شمار تو جائیداد ہے' خالہ کی الگ اور بھانجی کی الگ رکھ دو احتیاط سے' کل کالج لے جانا اور دے دینا مس عائشہ کو"۔۔۔ مسز فیاض نے گھڑی پکڑ کر شیلف میں رکھ دی۔ زبیر خاموشی سے سب کچھ سنتا اور دیکھتا رہا' یہ ضرور ہوا تھا

کہ اسے عائشہ اور دیبا کے ذکر سے دل چسپی ہو گئی تھی۔

"بھئی بیٹا! یہ تمہاری مس عائشہ نے شادی کیوں نہیں کی اب تک"۔۔۔ اپنی پلیٹ میں چاول نکالتے ہوئے اس نے پوچھا۔

"معلوم نہیں انکل! ہم لڑکیاں خود اکثر آپس میں باتیں کرتی ہیں کہ مس ابھی تک مس کیوں ہیں' جبکہ یہ تو اتنی حسین ہیں' دولت مند ہیں کہ ہر کوئی اس کی طرف بڑھا ہو گا مگر نجانے کیوں انہوں نے شادی نہیں کی۔"

عائشہ کی شادی تو واقعی کالج میں اکثر لڑکیوں اور اسٹاف میں موضوع گفتگو بنا کرتی مگر مس عائشہ کا ایسا محتاط رویہ ہوتا کہ براہ راست کسی کو بھی پوچھنے کی جرأت نہیں ہوئی تھی۔

"ہوگا آئیڈیل کا چکر' وہ خود کوئی کم چیز ہے بھئی خدا نے بھی بھر بھر کر نوازا ہے دولت حسن سے بھی اور دوسری دولت سے بھی' ویسے ہے بڑی نیک لڑکی' کوئی ایسی بات منسوب نہیں ہے اس کے ساتھ۔ بڑی شریف اور مضبوط لڑکی ہے' سچ مجھے تو بڑی اچھی لگی ہے' بیٹا وہ تمہارے انکل انور کی بیگم ہیں ناں وہ جانتی ہیں عائشہ کے خاندان کو' وہ بے حد تعریف کرتی ہیں۔"

پھر تمام وقت عائشہ کی باتیں ہوتی رہیں' زبیر بڑی دل چسپی سے سنتا رہا' دوپہر کو جب سب کھانا کھانے کے بعد لیٹ گئے تو زبیر آہستگی سے نیچے آیا' یوں ہی لاؤنج میں ٹہلتا رہا عائشہ کا روپ نگاہوں میں گھومتا رہا پھر اس نے ادھر ادھر دیکھا اور شیلف کی جانب بڑھا' گھڑی ابھی تک وہیں پڑی

تھی' اس نے ایک بار پھر اردگرد کا جائزہ لیا' اور جیب میں گھڑی ڈال کر باہر آ گیا۔

♥ ...... ♥ ...... ♥

"دیبا جان اب گیم بس کرو اور پڑھائی شروع کرو' کافی وقت ہو گیا کھیلتے ہوئے۔"

دیبا اپنی دوست کے ساتھ کافی دیر سے بیڈمنٹن کھیل رہی تھی' عائشہ وہیں لان میں آ کر بیٹھ گئی۔

"اوکے ماریہ! کل کھیلیں گے بائے۔"۔۔۔ دیبا ماریہ کو سی آف کر کے اس کے سامنے آن بیٹھی۔ ہیئر بینڈ اتار کر میز پر رکھا اور بالوں کو جھٹکا دے کر سیدھا کیا جو گیم کی وجہ سے الجھ چکے تھے۔

"خالہ جانو۔" عائشہ نے اس کے لیے بنایا ہوا جوس اس کی طرف بڑھایا۔

"خالہ جانو وہ۔۔۔ وہ میں کہہ رہی تھی کہ میں بیڈمنٹن کے ٹورنامنٹ کے لیے اپلائی کر دوں۔" اس نے جھجکتے ہوئے کہا تو عائشہ کی پیشانی پر ناگوار سی لکیریں ابھر آئیں۔

"دیبا! جب ایک بات کے لیے میں منع کر دیا کروں تو دوبارہ نام مت لیا کرو' مجھے پتا ہے کہ تمہیں بہت شوق ہے مگر یہ سوچا ہے کہ تمہارے ٹورنامنٹ تمہارے ایگزامز کے دوران شروع ہو رہے ہیں اور تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ تم اب میٹرک کر رہی ہو۔"

"اوکے خالہ جانو! آپ کو پسند نہیں تو ٹھیک ہے۔ میں حصہ نہیں لوں گی۔۔۔" دیبا کی آنکھوں میں نمی اتر آئی تھی مگر ایک تو اسے اپنی خالہ جانو سے عشق تھا' دوسرا اس بات پر اعتماد تھا کہ خالہ جانی جو بھی کہتی ہیں اس کی بھلائی کے لیے ہوتا ہے۔"

"دیبا میری جان! بات میری پسند ناپسند کی نہیں' دیکھو ناں بچے جب گیم میں لگ جاتے ہیں تو پڑھائی پیچھے رہ جاتی ہے' اب ٹورنامنٹ اس وقت کرایا جا رہا ہے جبکہ میٹرک کے بچے ایگزامز کی تیاری میں مصروف ہوں گے' ہاں اگر بعد میں ہوتا تو میں تم کو ضرور اجازت دیتی' بلکہ خود تمہارا نام لکھواتی مگر اب نہیں۔"

عائشہ نے اس کے رخساروں پر پیار کرتے ہوئے سمجھایا تو اس کے دل میں جو تھوڑا سا ملال تھا' وہ بھی ختم ہو گیا۔

"بی بی! وہ شہباز آئے ہیں۔" چوکیدار کی اطلاع پر عائشہ اس کی طرف گھوم گئی۔

"ارے تو ان کو بھیج دیا کرو' شہباز تو آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ گھر کا لڑکا ہے۔۔۔ جاؤ اسے بھیج دو۔"

عائشہ نے دوپٹہ درست کیا اور کتاب میز پر رکھ دی۔ اسی وقت شہباز آ گیا۔

"آداب"۔۔۔ شہباز کی پہلی نگاہ دیبا پر پڑی جو اس کی آمد سے بے نیاز اپنے کام میں مصروف تھی پہلے تو ریکٹ کے تار دیکھتی رہی' پھر موزے اتارے اور بینڈ لگانے لگی۔

"جیتے رہو شہباز! تم کو اجازت لینے کی کیا ضرورت ہے تم کوئی اجنبی یا غیر تو نہیں ہو' قریشی صاحب ہمارے خاندان کے سب سے مخلص دوست اور ہمدرد ہیں' وہاب بھائی تو قریشی صاحب کا احترام بڑے بھائیوں کا سا کیا کرتے تھے خیر بیٹھو اور یہ بتاؤ کہ قریشی صاحب کیسے ہیں۔"

"ابو تو آپ کو پتا ہے عائشہ جی ہارٹ پیشنٹ ہیں' کبھی کچھ کبھی کچھ رہتا ہی ہے بہت کمزور ہو گئے ہیں یہ انہوں نے کچھ کاغذات بھیجے ہیں آپ دیکھ لیجیے۔" شہباز نے فائل عائشہ کی طرف بڑھائی مگر نگاہیں دیبا پر لگی ہوئی تھیں جو اس کی موجودگی سے بے نیاز اپنا سامان سمیٹ کر اٹھ کھڑی ہوئی۔

"اوہو! اللہ تعالیٰ ان کو زندگی اور صحت دے۔۔۔ بتاؤ' تم کیا کر رہے ہو' ایم اے ہو گیا تمہارا۔"

عائشہ نے فائل اس کے ہاتھ سے لے کر پڑھتے ہوئے شہباز سے پوچھا تو وہ جو اندر جاتی ہوئی دیبا کو دیکھ رہا تھا اس کی بات نہ سن سکا' عائشہ نے ایک نظر اس پر ڈالی۔

"شہباز! کہاں گم ہو' میں نے کچھ پوچھا ہے کہ تمہارا ایم اے ہو گیا کہ نہیں۔"

"جی ہاں وہ ایگزامز تو ہو گئے ہیں بس اب رزلٹ کا انتظار ہے۔۔۔" وہ کھسیا کر بولا۔

"ہوں ٹھیک ہے' میں نے فائل دیکھ لی ہے' یہ لو قریشی صاحب کو میرا سلام کہنا' میں چکر لگاؤں گی ان کی خیریت معلوم کرنے۔"

"جی بہتر' اب میں چلتا ہوں۔" شہباز نے فائل اٹھائی اور واپسی کے لیے مڑ گیا۔

"خالہ جانو! میرا نیا یونیفارم تیار ہے' ابھی ٹیلر کا فون آیا ہے چلیں لینے کے

لیے۔"

شہباز اس آواز پر دوبارہ پلٹ کر اس کی طرف دیکھنے لگا۔ سیاہ جینز اور پرنٹڈ شرٹ میں بالوں کی پونی بنائے عائشہ سے کہہ رہی تھی۔

"چندا! اس وقت تو میں بے حد تھکی ہوئی ہوں، تم ایسا کرو، شہباز کے ساتھ ٹیلر کے پاس چلی جاؤ، شہباز تمہیں تو کوئی کام نہیں۔

عائشہ نے جو ذمہ داری اس پر ڈالی تھی، وہ تو ہزار کام چھوڑ کر بھی وہ پوری کرتا، یوں بھی شہباز ہی وہ بندہ تھا جس پر وہ اس حد تک اعتماد کرتی تھیں کہ دیبا کو اس کے ساتھ بھیج دیتی تھیں۔

"نہیں تو عائشہ باجی! میں بالکل فارغ ہوں اور آج کل تو بالکل ہی فارغ ہوں، آپ بتائیں کیا کام ہے۔" وہ بڑی سعادت مندی سے فائل ٹیبل پر رکھ کر اس کی طرف متوجہ ہوگیا، تو عائشہ نے دیبا کی طرف دیکھا۔

"جاؤ بیٹا! شہباز کے ساتھ جا کر یونیفارم لے آؤ، مجھے ابھی ڈھیر ساری کاپیاں چیک کرنی ہیں۔ جاؤ شاباش۔"

عائشہ نے پیار سے اس کے رخساروں کو چھوا مگر دیبا نے ناگواری سے منہ پیچھے کرلیا، شہباز پر ایک نگاہ ڈالی۔

"مجھے کہیں نہیں جانا، آپ کو فرصت ہوگی تو چلی جاؤں گی۔" اس نے منہ پھلا کر کہا اور تیزی سے آگے بڑھ گئی۔

اس وقت وہ دونوں اماں سمیت بیٹھی ٹی وی دیکھ رہی تھیں، سین میں کسی لڑکی کی شادی دکھائی جا رہی تھی۔

"ہائے کیسی خوش نصیب بچی ہے جو دلہن بنی ہوئی ہے، ارے مجھے تو لگتا ہے میں اپنی بیٹی کو دلہن کے روپ میں دیکھے بغیر مر جاؤں گی۔ کتنا دل چاہتا ہے شادی ہو اس گھر میں بارات آئے اور۔۔۔ اور۔"

"بی بی! کوئی صاحب آئے ہیں۔"۔۔۔ اشرف کی اطلاع پر تینوں اسے دیکھنے لگے۔

"کون ہیں؟ کیا نام ہے۔"

"معلوم نہیں بی بی! میں نے نہیں پوچھا۔" اشرف نے شرمندگی سے سر کھجایا۔

"تم سے کوئی کام ٹھیک ہوتا بھی ہے۔ چھ چھ روٹیاں کھا جاتے ہو اور کام ہوتا نہیں، جاؤ اس کا نام پتا پوچھ کر آؤ۔"

اماں گھر کے ملازمین پر اچھا خاصا رعب ڈالتی تھیں۔

"ارے نہیں رہنے دیں بس اماں جب کوئی آیا ہے تو ملنا تو پڑے گا، اشرف تم ان کو ڈرائنگ روم میں بٹھاؤ میں ابھی آتی ہوں۔" پھر عائشہ نے آئینے میں خود پر ایک نگاہ ڈالی، اس نے اوپر اوپر سے برش مارا، ہلکے شیڈ کی لپ اسٹک لگائی دوپٹہ درست کیا اور نیچے آگئی مگر سامنے جو شخص تھا، اسے دیکھ کر کچھ ٹھٹھک سی گئی۔

"اسلام وعلیکم مجھے زبیر کہتے ہیں۔"۔۔۔ زبیر شاید اس کے چہرے پر لکھی تحریر پڑھ چکا تھا۔

"جی وعلیکم اسلام آپ۔" وہ شاید اسے پہچان نہیں پائی تھی کہ اس خوبصورت پرسنلٹی والے بندے کو کہاں دیکھا ہے۔

"میں بینا کا انکل ہوں زبیر۔" زبیر نے اک ادا سے دوبارہ اپنا تعارف کرایا۔

"اوہو اچھا۔۔۔ اچھا بیٹھئے ناں پلیز۔۔۔ بیٹھئے۔۔۔" عائشہ نے اسے بیٹھنے کو کہا اور خود بھی اس کے سامنے والے صوفے پر بیٹھ گئی، زبیر نے اک نگاہ اس پر ڈالی پھر اطراف کا جائزہ لینے لگا۔

"آپ چائے پئیں گے کہ کافی۔" عائشہ نے روایتی انداز میں پوچھا تو زبیر دل کش انداز میں مسکرا دیا۔

"مس عائشہ! ہم عمر کے اس دور میں ہیں کہ چاہیں بھی تو ایسی بات نہیں

کہہ سکتے، بہرحال آپ جیسی میزبان تو زہر کی پیش کش بھی کرے تو انکار کس کافر کو ہو سکتا ہے۔ جو آپ پلا دیں۔" زبیر کا انداز بڑا متاثر کرنے والا تھا۔ عائشہ کو اچھا ہی لگا۔ وہ دھیرے سے مسکرا دی۔

"اشرف اچھی سی کافی بنا کر لے آؤ اور اماں سے کہہ دو کہ اب ٹی وی بند کر دیں، دیبا کے سونے کا وقت ہو رہا ہے، صبح پھر اٹھنے میں نخرے کرتی ہے۔۔۔ جی زبیر صاحب! آپ کا آنا میرا مطلب ہے کہ۔"

عائشہ ملازم کو احکامات جاری کر کے زبیر کی جانب مڑی جو اپنی سحر انگیز سی شخصیت کے ساتھ اسے متاثر کیے جا رہا تھا۔

"دیکھیں مس عائشہ! ہمارے ہاں یہ رواج ہے کہ کسی کی کھوئی ہوئی چیز اسے واپس کر دی جائے، آپ کے ہاں کیا رواج ہے۔ کسی کی کھوئی ہوئی چیز واپس کرتے ہیں یا اپنے پاس ہی رکھتے ہیں۔"

زبیر اپنی پسندیدگی کے اظہار کو خوبصورت لفظوں میں لپیٹنے کا فن اچھی طرح جانتا تھا۔۔۔ مگر زبیر کی بات عائشہ کو بالکل سمجھ میں نہیں پائی تھی، وہ سپاٹ چہرہ لیے اسے دیکھتے ہوئے زبیر کو اور بھی اچھی لگی۔

"یہ گھڑی بینا کے ہاں آپ کی بھانجی دیبا واش روم میں بھول آئی تھی، دیکھ لیجیے ہم واپس کرنے خود آگئے ہیں؟۔۔۔" زبیر نے جیب سے گھڑی نکال کر عائشہ کی طرف بڑھائی۔

"ارے اس کا تو ہمیں خیال ہی نہیں آیا۔" عائشہ نے حیرت سے گھڑی کو دیکھتے ہوئے ہاتھ اس کی طرف بڑھایا، تو زبیر نے بڑھائی ہوئی گھڑی پیچھے کی اور ہنس پڑا۔

''وقت کی کمی بیشی کا خیال ان لوگوں کو آتا ہے مس عائشہ جن کو وقت گزار رہا ہوتا ہے جو خود وقت گزار رہے ہوتے ہیں' ان کو وقت کی پرواہ کب ہوتی ہے۔'' زبیر نے گھڑی اس کے ہاتھ میں رکھ دی۔

''آپ بہت گہری باتیں کرتے ہیں' بہرحال آپ کا شکریہ کہ آپ نے اتنی زحمت کی۔''

عائشہ کبھی کسی غیر مرد کے ساتھ بیٹھ کر ایسی باتیں نہیں کرتی تھی مگر نجانے زبیر کی شخصیت میں ایسی کیا بات تھی کہ وہ بھی کچھ دیر کے لیے اپنے اصول بھول گئی تھی۔

''انسان بڑا خود غرض واقع ہوا ہے۔ مس عائشہ! اگر وہ کسی کے ساتھ کوئی نیکی کرتا ہے تو اس کے پیچھے اس کی اپنی کوئی نہ کوئی غرض چھپی ہوتی ہے۔''

''لیکن اس میں آپ کی کیا غرض تھی۔''۔۔۔ عائشہ نے یوں ہی سادہ لہجے میں پوچھا تو زبیر اسے گہری نگاہوں سے دیکھنے لگا۔

''کتنا مشکل ہوتا ہے بعض اوقات دل کی بات کو لفظوں کا پیراہن دینا' اب آپ خود سمجھ لیجئے کہ میری عمر کا بندہ جب ایسی حرکت کر سکتا ہے کہ بچی کی گھڑی لے کر فلمی انداز میں آجاتا ہے تو کچھ تو ہو گا اس پردے کے پیچھے بھی۔''

زبیر نے پھر خوبصورت لفظوں کا استعمال کیا تو عائشہ کا دل دھڑک اٹھا' زندگی میں پہلی بار دل کی موجودگی کا احساس ہوا' اس کی نظریں جھک گئیں۔

''خالہ جانو! آئیں آپ کو معلوم ہے مجھے آپ کے بغیر نیند نہیں آتی۔''

دیبا کافی دیر سے عائشہ کا انتظار کر رہی تھی جب وہ نہیں آئی تو دیبا خود ہی

آ گئی' سامنے زبیر کو دیکھ کر وہیں رک گئی۔ چہرے پر ناگوار سے تاثرات ابھر آئے وہ واپس پلٹنے لگی' تو عائشہ نے آواز دے دی۔

''دیبا جان آؤ ناں ان سے ملو' یہ بینا کے انکل ہیں۔۔۔تم اپنی گھڑی ان کے واش روم میں بھول آئی تھیں تو یہ زبیر صاحب واپس کرنے آئے ہیں۔۔۔ یہ لو رکھو۔'' عائشہ نے گھڑی بڑے سکون سے اس کی طرف اس خیال سے بڑھائی کہ وہ بہت خوش ہو گی مگر دیبا کے چہرے پر پہلے سے موجود ناگواری میں مزید اضافہ ہو گیا۔

''خالہ جانو! یہ نہ بھی آتی تو کوئی فرق نہیں پڑتا تھا۔ میں نے یوں بھی اس کو پھینک ہی دینا تھا' وقت ہی نہیں دیتی تو اس کا کیا فائدہ۔۔۔'' دیبا نے حقارت سے گھڑی کارنر میں رکھ دی۔

''دیبا! بہت بری بات ہے' انکل کا شکریہ ادا کرنے کی بجائے تم ایسی باتیں کر رہی ہو''۔۔۔ عائشہ کو شرمندگی ہونے لگی کہ زبیر کیا خیال کرے گا زبیر بھی دیبا کو دیکھے جا رہا تھا۔

''ارے مس عائشہ! رہنے دیں جو بچے منہ میں سونے کا چمچہ لے کر پیدا ہوتے ہیں۔ وہ ایسی ہی باتیں کرتے ہیں۔ آؤ بے بی یہاں آؤ' میرے پاس آ کر بیٹھو''۔۔۔ زبیر نے اسے یوں پچکار کر کہا۔ گویا وہ کوئی ننھی بچی ہو اور یہ بات اکھڑی سی دیبا کو بری لگی۔

''آئی ایم ناٹ چائلڈ''۔۔۔ اس نے اکھڑے لہجے میں زبیر کو دیکھتے ہوئے کہا جس نے کشن لگا کر اپنے قریب اس کے لیے جگہ بنائی تھی' دیبا کا انداز اور رویہ عائشہ کو تو برا لگا ہی تھا زبیر بھی اندر ہی اندر پہلو بدل کر رہ گیا۔

"دیبا جان! آپ کو نیند آ رہی ہے' سو جاؤ جا کر۔" عائشہ نے ایک کھسیانی سی نگاہ زبیر پر ڈالی اور دیبا کو اندر جانے کو کہا مگر دیبا وہیں جمی رہی۔

"خالہ جانو! آپ کو پتہ ہے کہ مجھے آپ کے بغیر نیند نہیں آتی پھر کیوں کہہ رہی ہیں۔"

دیبا کو جب غصہ آ جاتا یا کوئی بات ناگوار گزرتی تو وہ عائشہ سے بھی مس بی ہیو کر جاتی مگر اس وقت عائشہ کو اس کا رویہ اچھا نہیں لگ رہا تھا مگر پہلی بار گھر میں آنے والے مہمان کے سامنے کیا کہتی۔

"او کے بیٹا! میں ابھی آتی ہوں۔" اس نے زبیر کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"چلیے مس عائشہ! میں بھی چلتا ہوں' آپ آرام کریں' ویسے ایک بات کہوں۔"

زبیر نے دونوں ہاتھوں کو آپس میں مسلا پھر دیبا کو دیکھا اور پھر گہری نگاہوں سے عائشہ کو دیکھنے لگا۔

"آپ تو لگتا ہے دیبا کے لیے سلیپنگ پلز کی حیثیت رکھتی ہیں۔۔۔ ہے ناں بے بی۔"۔۔۔ زبیر نے پلٹ کر پھر دیبا کو دیکھا تو اس نے ناگواری سے منہ دوسری طرف کر لیا۔ عائشہ اس کی وجہ سے شرمندہ سی مسکراہٹ لیے کھڑی ہو گئی۔

"ارے نہیں زبیر صاحب ایسی کوئی بات نہیں' اصل میں عادی ہے نا میری' اس وجہ سے۔"

"عادت کوئی بھی ہو' حد سے بڑھ جائے بری ہوتی ہے اور بے بی تو نشے

کی حد تک عادی لگتی ہے آپ کی۔"

دیبا کو زہر لگ رہا تھا وہ جو اس کے اور خالہ جانو کے بارے میں ایسی باتیں کر رہا تھا ورنہ تو آج تک اس کی اور عائشہ کی محبت کو سب نے سراہا تھا' پھر اس نے اس کے جانے کا بھی انتظار نہیں کیا اور خفگی سے عائشہ سے اپنا ہاتھ چھڑایا اور اندر چلی گئی۔

"بچی ہے ناں' کبھی کبھی ضد میں آ جاتی ہے۔" وہ شرمندگی سے وضاحت کر رہی تھی۔

"ہوتا ہے ایسا۔۔۔ کوئی بات نہیں' چلتا ہوں خدا حافظ۔" زبیر اپنی شخصیت کی سحر خیزی کا فسوں چھوڑ گیا تھا۔ اس کی بولتی آنکھیں چبھتے ذومعنی جملے عائشہ کتنی دیر ہی اس فسوں گری کے چکر میں رہی پھر جب اوپر آئی تو دیبا جو ان تک اس کا انتظار کر رہی تھی' اس کو دیکھتے ہی اس نے لائٹ آف کر دی اور بھیگی آنکھیں رگڑ ڈالیں۔۔۔ عائشہ نے بھی اسے دیکھا مگر آج اسے اس پر غصہ آ رہا تھا۔

"دیبا جان! میری بات سنو۔" اس کو غصہ تو آ رہا تھا مگر مشکل یہ تھی کہ وہ اس پر غصہ اتار بھی نہیں سکتی تھی کبھی کچھ کہہ دیتی تو پھر خود ہی اس کا دل جلتا رہتا' اس وقت بھی اس نے سرزنش کے خیال سے اس کا شانہ پکڑ کر اس کا رخ اپنی جانب کرنا چاہا مگر دیبا نے اس کا ہاتھ جھٹک دیا۔

"دیبا! یہ کیا بدتمیزی ہے' اس طرح کوئی مس بی ہیو کرتا ہے۔۔۔ تم نے آج بہت بدتمیزی کی ہے' وہ تمہارے انکل تھے اگر انہوں نے پاس بیٹھنے کو کہا دیا تو اس طرح بولنے کی کیا ضرورت تھی۔"

آج پہلی بار ایسا ہوا تھا کہ عائشہ نے کسی وجہ سے اسے اتنا ڈانٹا تھا۔ وہ آنسو دل میں اتارتی رہی' روتی رہی مگر اس نے پلٹ کر عائشہ کی طرف نہیں دیکھا' عائشہ بھی خاموشی سے لیٹ گئی اور یوں زبیر کے خلاف نفرت کا یہ پہلا بیج تھا جو اس کی دانست میں اس کی خالہ جانو اور اس کے درمیان حائل ہو گیا تھا ورنہ اس سے قبل بھی عائشہ اسے ڈانٹتی خفا ہو جاتی مگر پھر اسے ساتھ لگا کر پیار کرنے لگتی آج ایسا نہیں ہوا تھا اور اس کو زیادہ دکھ بھی اسی بات کا تھا دونوں ایک بیڈ پر سوئیں مگر درمیان میں رات والی بدمزگی حائل تھی۔

صبح دیبا جلدی سے اٹھ کر خود ہی تیار ہو کر اسکول چلی گئی ورنہ روزانہ تو ناشتہ کرتے ہوئے اپنی پیاری سی خالہ جانو کو دیکھتی رہتی جس سے اس کو عشق تھا جس کی محبت اور توجہ میں شراکت وہ برداشت ہی نہیں کر سکتی تھی' مگر آج وہی خالہ پڑی سو رہی تھی' آنسو بار بار آنکھوں میں آ رہے تھے دکھ کا ایک گہرا احساس تھا جو اس کے چھوٹے سے دل کو تڑپا رہا تھا۔ اس نے ناشتہ بھی نہیں کیا۔

وہ اسکول جا چکی تھی۔ عائشہ کافی دیر تک سوئی آج اس کی کلاس بھی لیٹ ہی تھی' وہ اٹھی تو حسب معمول دیبا کو اٹھانے کے لیے مڑی مگر وہ وہاں موجود نہیں تھی وہ گھبرا گئی۔

''اماں۔۔۔ اماں۔'' وہ گھبرائی ہوئی نیچے آئی۔

''کیا بات ہے عائشہ بیٹی! پریشان کیوں ہو۔''۔۔۔ اماں نے دوپٹے سے ہاتھ پونچھتے ہوئے اسے دیکھا۔

''اماں دیبا کہاں ہے۔''

حد کرتی ہو لڑکی! ساڑھے نو بج رہے ہیں اور اس کا اسکول سات بجے لگتا

ہے' وہ تو کب کی جا چکی ہے اسکول۔''

''دیبا اسکول جا چکی ہے اور مجھے خبر بھی نہیں ہوئی۔۔۔ وہ ڈھنگ سے تیار بھی ہوئی تھی کہ نہیں؟ اس کا یونیفارم کس نے استری کیا؟ اس کے دھلے ہوئے موزے الماری میں تھے' اسے مل گئے تھے کہ نہیں اس کی کتابیں اف خدایا میں آج اتنی گہری نیند سوئی کہ اپنی بچی سے غافل ہو گئی اور اس نے مجھے جگایا بھی نہیں اس نے ناشتہ کیا تھا یا نہیں۔''

ایک عجیب طرح کا احساس جرم عائشہ کو تڑپا گیا' زندگی میں پہلی بار ایسا ہوا تھا کہ وہ دیبا سے اس کی ذمہ داری سے غافل ہوئی تھی۔ بے چینی سے اس کے بارے میں پوچھ رہی تھی۔

''تیار تو خیر وہ ہو گئی تھی' کپڑے بھی خود ہی استری کیے تھے' البتہ ناشتہ کے لیے میں زور لگاتی رہی مگر وہ نہیں مانی' تمہیں معلوم ہیں اس کی عادتیں بگڑی ہوئی ہیں اور تم نے ہی بگاڑی ہوئی ہیں کہ اتنی بڑی ہو کر بھی پہلا نوالہ وہ تمہارے ہاتھ سے لینا چاہتی ہے ورنہ کھانا وانا نہیں کھاتی۔۔۔ منع بھی کرتی رہی ہوں کہ لڑکی ذات ہے' عادتیں بگڑ جائیں تو اس کے لیے خطرناک ہوتا ہے۔'' اماں کو بھی موقع مل گیا تھا باتیں سنانے کا۔

''چپ کریں اماں! میری بچی خفا تھی مجھ سے' رات میں نے اسے ڈانٹا بھی تھا' میری جان بھوکی اسکول چلی گئی' پڑھائی کیا خاک کرے گی۔'' وہ اسی ملال میں گھری واش روم میں گھس گئی۔

''ناشتہ لگاؤں۔'' اسے باہر آتے دیکھ کر اماں نے پوچھا۔

نہیں اماں میرا بالکل دل نہیں چاہ رہا ڈرائیور سے کہیں گاڑی نکالے۔''

اس کو اس وقت کچھ اچھا نہیں لگ رہا تھا۔

"تیار تو ہو جاؤ کالج ایسے ہی جاؤ گی۔" اماں نے اسے پرس وغیرہ اٹھاتے دیکھ کر کہا۔

"اماں میں کالج نہیں جا رہی' میں دیبا کے اسکول جا رہی ہوں' میری بچی بھوکی چلی گئی اور میں ناشتہ کرتی پھروں' چلو ڈرائیور۔" عائشہ کے حواس اس وقت کام نہیں کر رہے تھے اسے خود پر بھی غصہ آ رہا تھا' اس نے پرنسپل سے دیبا کی چھٹی لی اور باہر گاڑی میں اس کا انتظار کرنے لگی دیبا حیران پریشان سی باہر آئی تو عائشہ اس سے لپٹ گئی۔

"دیبا میری جان! خفا ہو مجھ سے' سوری آئی ایم سوری۔" عائشہ اسے پیار کر رہی تھی۔ دیبا کا سارا غصہ ان آنسوؤں میں بہہ گیا۔

"چلو ہم لوگ کھانا باہر کھائیں گے۔" اور پھر وہ خالہ بھانجی ایک دوسرے کی ناراضگی دور کرنے کے لیے تمام وقت ساتھ رہیں عائشہ نے کالج بھی فون کر دیا تھا کہ وہ نہیں آئے گی' اس وقت دونوں کھانا کھا رہی تھیں کہ زبیر بھی ہوٹل میں داخل ہوا اس کی پہلی نظر ان ہی لوگوں پر پڑی۔۔۔ وہ ان سے ہٹ کر بیٹھ گیا اور دیکھنے لگا۔

"بیرا' بل لاؤ۔" عائشہ نے بل دینے کے لیے پرس کھولا۔

"میڈم بل پے ہو چکا ہے۔"

"کیا مطلب کس نے کیا ہے۔"

عائشہ نے حیرت سے پوچھا۔

وہ صاحب بیٹھے ہیں۔" بیرے نے زبیر کی طرف اشارہ کیا۔۔۔ عائشہ کی

آنکھوں میں جانے کیوں چمک آ گئی جبکہ دیبا کا منہ پھر بن گیا۔

"زبیر صاحب! آپ نے ہمارا بل کیوں ادا کیا۔" عائشہ نے دیبا کا چہرہ بھی پڑھ لیا تھا۔

"آداب میڈم! کیسی ہیں آپ؟ رہی بات بل کی تو ایسی کیا قیامت آ گئی کبھی ہم آپ کے مہمان بن جائیں گے تو آپ ادا کر دیجیے گا بل۔۔۔ او ہیلو بے بی کیسی ہو۔"

زبیر نے بے تکلفی سے دیبا کے گال چھوئے مگر دیبا نے نفرت سے اس کا ہاتھ جھٹک دیا۔

چلیں خالہ جانو۔۔۔" اس نے اکھڑ پن سے کہا' عائشہ نے کھسیانی ہو کر زبیر کو دیکھا پھر دیبا کو۔

"ہاں۔۔۔ ہاں جان چلتے ہیں ایک منٹ بات تو کر لوں۔"

"رائٹ۔ آپ بات کریں میں گاڑی میں بیٹھتی ہوں۔" دیبا نے عائشہ کی گرفت سے اپنا ہاتھ چھڑایا اور نفرت کی ایک نگاہ زبیر پر ڈالی۔ خوبصورت سا یہ بندہ نجانے کیوں اسے برا لگا تھا یا اس لیے کہ اس نے اپنی خالہ کے لیے اس کی آنکھوں میں پسندیدگی دیکھ لی تھی۔ وہ تیزی سے تقریباً بھاگتی ہوئی جا رہی تھی کہ گاڑی کے بریک چرچرائے۔

"دیبا!" عائشہ تڑپ کر باہر بھاگی۔

"دیبا۔۔۔ دیبا میری جان سنو تو"۔۔۔ عائشہ دیوانہ وار اس کی طرف بھاگی مگر دیبا اس وقت اتنے غصہ میں تھی کہ اسے تیز رفتار گاڑی بھی نہ روک سکی۔

"دیبا۔۔۔!" عائشہ حواس برقرار نہ رکھ سکی۔ قریب تھا کہ وہ بے ہوش ہو کر گر جاتی۔ زبیر نے بڑھ کر اسے تھام لیا۔ پھر زبیر نے عائشہ کے ڈرائیور کی مدد سے دیبا کو ہوسپٹل پہنچایا۔

"دیبا۔۔۔ دیبا کیسی ہے؟"۔ ہوش میں آنے کے بعد عائشہ دیبا کے لیے پریشان ہو رہی تھی۔

"خدا کے فضل سے دیبا بالکل خیریت سے ہے بس معمولی چوٹیں آئی ہیں۔ آپ خود کو سنبھالیں عائشہ! آپ تو بچوں کی طرح بی ہیو کر رہیں تھیں۔"

زبیر نے بے تکلفی سے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیے تسلی دے رہا تھا عائشہ کی ذہنی پریشانی کا ثبوت اس سے بڑھ کر کیا ہو سکتا تھا کہ اسے اس بات کا دھیان ہی نہیں رہا تھا۔

"زبیر پلیز، مجھے دیبا کے پاس لے چلیں پلیز۔۔۔ اگر وہ ٹھیک ہے تو آپ مجھے اس کے پاس کیوں نہیں لے کر گئے۔"

محترمہ آپ بے ہوش تھیں۔ میں کیسے آپ کو لے کر جاتا چلیے آئیے آپ خود دیکھ لیجیے۔"

زبیر نے عائشہ کی جانب ہاتھ بڑھایا اس نے بھی جواباً ہاتھ بڑھایا مگر پھر جھینپ کر اس نے اپنا ہاتھ پیچھے کر لیا اس کی یہ بے ساختگی زبیر کو بہت بھائی وہ دھیرے سے ہنس دیا۔

وہ آہستہ آہستہ سڑھیاں چڑھتی ہوئی زبیر کی سنگت میں جب دیبا کے روم کی جانب جا رہی تھی تو دل عجب وسوسوں کے ساتھ دھڑک رہا تھا۔ پرائیویٹ روم میں سفید بستر پر ماتھے پر پٹیوں میں جکڑی دیبا کو دیکھ کر عائشہ کی چیخ نکل

گئی اگر اس کو معمولی چوٹیں آئیں تھیں تو آکسیجن کیوں لگی تھی ماتھے کی پٹیاں خون سے سرخ کیوں ہو رہی تھیں۔ کیا بات تھی کہ وہ بے سدھ پڑی ہوئی تھی۔

اس نے شاکی نظروں سے پلٹ کر زبیر کو دیکھا جواب نظریں کترا رہا تھا۔

"زبیر صاحب آپ۔۔۔ آپ کو میرے ساتھ غلط بیانی سے کام نہیں لینا چاہیے تھا دیبا اتنی شدید زخمی ہو گئی اور آپ۔"

آنسوؤں کی لڑیاں آنچل بھگونے لگیں۔ شاکی لہجے میں ڈھلے الفاظ ٹوٹ ٹوٹ کر گرنے لگے۔ وہ آہستگی سے دیبا کے بیڈ کی طرف بڑھی۔ اس کو پیار کرنا چاہا مگر ڈیوٹی پر موجود نرس نے فوراً منع کر دیا۔

"اوکے۔۔۔ اوکے۔۔۔" عائشہ نے آہستگی سے کہا اور پیچھے ہٹ گئی۔

کچھ دیر وہ بے سدھ پڑی دیبا کو دیکھتی رہی اسے خود اپنے آپ پر غصہ آ رہا تھا۔ وہ بے خودی سی چلتی ہوئی بالکونی میں جا کر گرل کے ساتھ ٹیک لگا کر کھڑی ہو گئی۔ ہر دھڑکن خدا کے حضور دیبا کی صحت مندی کی دعائیں کر رہی تھی۔ اداس چاند کی زردی روشنی میں باہر کی فضا بھی اداس اور ویران تھی۔ اس کے دل کی طرح، اس نے آنکھیں موند کر ٹیک لگا دی اور نجانے وہ کب تک اسی کیفیت میں رہتی کہ شانوں پر کسی کے ہاتھ کا لمس محسوس ہوا۔ وہ چونک کر مڑی۔ سامنے زبیر کھڑا تھا وہ چونک سی گئی، وہ تو دیبا کی پریشانی میں زبیر کے وجود اور موجودگی کو بالکل بھول گئی تھی۔

"ارے آپ یہیں ہیں ابھی تک۔۔۔" آنکھوں اور لہجے میں حیرت لیے وہ پیچھے ہٹ گئی۔

"اس پریشانی کی کیفیت میں، میں آپ کو تنہا چھوڑ کر چلا جاتا۔" وہ

اپنائیت سے بولا۔

''لیکن زبیر صاحب! آپ نے مجھے دیبا کے بارے میں درست اطلاع کیوں نہیں دی۔''

خفگی کا ہلکا سا شائبہ پھر عائشہ کی نگاہوں میں اتر آیا تو زبیر چہرے پر سنجیدگی لیے اس کے قریب آ گیا۔

''دیکھیں عائشہ! یہ جو ڈاکٹر لوگ ہوتے ہیں ناں یہ انسان کو ادھیڑ کر ایک ایک روئیں کو پڑھ لینے کے باوجود کوئی حتمی فیصلہ نہیں کر سکتے۔ بعض اوقات یہ کسی مریض کو دیکھ کر کہتے ہیں کہ آپ کا مریض ٹھیک ہے۔ فکر کی کوئی ضرورت نہیں مگر وہ بندہ مر جاتا ہے یا پھر کبھی یہ کہہ دیتے ہیں کہ بڑی جان لیوا بیماری ہے حتیٰ کہ وہ زندگی کے دن بھی گن لیتے ہیں کہ یہ مریض اتنے دن یا ماہ زندہ رہ سکتا ہے مگر وہ شخص زندہ رہتا ہے تو بات یہ ہے عائشہ کہ ڈاکٹر بھی انسان ہوتے ہیں۔ موت زندگی پر ان کا اختیار نہیں ہوتا مگر مریض کے لواحقین کو تسلی دینا ان کے فرائض میں شامل ہوتا ہے۔ گو کہ میں ڈاکٹر نہیں ہوں مگر اس وقت آپ کی حالت ایسی نہیں تھی کہ اصل صورت حال آپ کو بتا کر پریشان کرتا اس لیے آپ سے غلط بیانی سے کام لیا۔'' وہ خاصے شرمندہ اور نادم سے لہجے میں کہہ رہا تھا۔

''شکریہ زبیر صاحب! اللہ نے آپ کو فرشتہ بنا کر وہاں بھیج دیا ورنہ میرے تو ہاتھ پیر ٹھنڈے پڑ چکے تھے۔ میں واقعی آپ کی مشکور ہوں۔''

''شکریہ، مشکور، مس درانی! میں جتنا فاصلوں کو کم کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔ آپ اتنا ہی بڑھاتی جا رہی ہیں۔ بہرحال آپ کی مرضی ہے یوں بھی ہم

[illegible]اں کے سفیر ہیں۔ زبردستی کا مہمان بننا ہمیں بھی گوارہ نہیں۔۔۔'' زبیر [illegible]ہ ہو گیا تو عائشہ شرمندہ سی ہو گئی۔

''ارے زبیر صاحب! بخدا ایسی بات نہیں۔ دراصل میں بہت پریشان ہوں دیبا کے لیے۔۔۔''

''دیبا کو خدا نے زندگی دی ہے عائشہ صاحبہ! اب پریشان ہونے کی کیا بات ہے۔ زخم کتنے ہی گہرے کیوں نہ ہوں بھر جاتے ہیں۔ بس خدا سے زندگی مانگنی چاہیے۔''

''زبیر صاحب! آپ کو اندازہ نہیں ہے کہ میں دیبا کو کتنا چاہتی ہوں۔''

زبیر آہستگی سے چلتا ہوا اس کے قریب آ گیا۔ کچھ دیر اسے دیکھتا رہا۔ گہری خاموش نگاہوں کے آئینے میں عائشہ کو اپنی شبیہہ نظر آ رہی تھی۔

''بات تو ساری اندازے ہی کی ہے مس عائشہ درانی! کہ ہم کبھی بھی یہ اندازہ نہیں کر سکتے کہ کوئی ہمیں کتنا چاہتا ہے' آپ کو اس کا اندازہ ہے؟

گمبھیر لہجے میں سوال تھا۔ عائشہ اس کو دیکھنے لگی۔ اس کی نگاہوں میں اپنی تصویر دیکھ کر پلکیں لرز گئیں۔

''اگر نہیں سمجھیں تو سمجھنے کی کوشش ضرور کیجیے گا۔ خدا حافظ۔''

زبیر سوچ کے بے شمار دروازے اس پر کھول کر باہر جا چکا تھا۔ یہ کوئی پہلا مرد نہیں تھا جو اس کی زندگی میں اپنی چاہتوں کے پھول لیے آگے بڑھا تھا' اسے خدا نے دولت اور حسن کی دولت سے مالا مال کیا تھا کیسے کیسے گلفام اس کی طرف بڑھے تھے۔ کیسے کیسے لوگوں نے دل کی سلطنت پر اس کو ملکہ بنا کر رکھنے کی قسمیں کھائی تھیں مگر نہ جانے کیا بات تھی کبھی نہ اس نے اس کے

بارے میں سوچا اور نہ دل کسی کے لیے دھڑکا تھا' لیکن عمر کے اس موڑ پر یہ اجنبی سا شخص اپنا اپنا لگنے لگا تھا' زندگی میں پہلی بار سینے میں دل نام کی کسی چیز کا احساس ہو رہا تھا' وہ سر گرل سے ٹیک لگائے زبیر کے بارے میں سوچ رہی تھی۔

'' خالہ جانو!''۔۔۔ دیبا شاید ہوش میں آ گئی تھی یا بے ہوشی میں پکار رہی تھی۔

'' دیبا میری جان''۔۔۔ عائشہ تڑپ کر سوچوں کے بھنور سے واپس آئی اور دیبا کی طرف بڑھی۔

دیبا اب روبہ صحت تھی اسے ہر وقت اپنی خالہ جانو کی قربت چاہیے تھی جو اب مل رہی تھی۔

''دیبا میری جان! آئندہ ایسے نہ کرنا، کوئی ایسے اندھا دھند بھاگتا ہے۔''

''اب میری جان کو کہیں کچھ تکلیف تو نہیں۔''

عائشہ نے پیار سے اس کے چہرے پر آئے بالوں کو پیچھے کر کے پیار کرتے ہوئے پوچھا۔

''نہیں خالہ جانو، جب آپ میرے پاس ہوتی ہیں ناں تو مجھے کوئی تکلیف نہیں ہوتی، بس آپ میرے پاس رہا کریں۔''

دیبا نے دونوں ہاتھوں میں عائشہ کا چہرہ تھام کر پیار کیا اسی وقت دروازے پر ہلکی سی دستک ہوئی اور ساتھ ہی ہاتھوں میں بُکے لیے زبیر اندر

آ گیا۔

''ہیلو بے بی ہاؤ آر یو۔'' زبیر نے خوشگوار سی مسکراہٹ کے ساتھ پہلے عائشہ کو دیکھا اور پھر بکے دیبا کی طرف بڑھایا۔ جس کے چہرے پر اس کی آمد پر اتنے واضح ناگوار تاثرات ابھرے تھے کہ وہ بھی دیکھ چکا تھا اور عائشہ بھی اس کا ہاتھ بڑھا ہوا تھا مگر دیبا نے بکے کی طرف دیکھا بھی نہیں تھا۔

''بری بات ہے چاند! پھول لے کر انکل کا شکریہ ادا کرو۔'' عائشہ نے دبی دبی سی آواز میں کہا تو دیبا اسے دیکھنے لگی۔

''تھینکس۔'' دیبا نے محض عائشہ کے کہنے پر زبیر کی طرف دیکھے بغیر بوکے لیا اور سائیڈ ٹیبل پر رکھ دیا اس کا موڈ، یہ رویہ زبیر کے ساتھ عائشہ کو بھی برا لگ رہا تھا مگر دونوں کچھ نہیں کر سکتے تھے۔

''آئیے ناں زبیر صاحب بیٹھیے۔''

عائشہ دیبا کی طرف دیکھ کر ذرا شرمندہ سے لہجے میں کرسی کی طرف اشارہ کر رہی تھی، دیبا نے کمبل ہٹایا اور اٹھ کر بالکونی میں چلی گئی۔ زبیر اور عائشہ نے پہلے اسے جاتے ہوئے دیکھا اور پھر ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے۔ عائشہ کی نظریں جھک گئیں۔

''آپ اس روز کے بعد آج آئے ہیں۔'' عائشہ کے لہجے میں ہلکا سا شکوہ تھا۔ زبیر دھیرے سے مسکرا دیا۔

''اچھا تو آپ نے یہ محسوس کیا کہ میں آیا نہیں، یہ خاصی امید افزا تبدیلی ہے۔''

''تبدیلی۔'' عائشہ اس کی بات سمجھ نہیں سکی۔ وہ اس کی آنکھوں میں دیکھنے

''جی ہاں تبدیلی، بھئی، اتنے دنوں کی ریاضت کا یہ ثمر تو ملا کہ جناب کو ہمارے وجود اور عدم وجود کا احساس ہونے لگا ہے۔'' زبیر نے شوخ لہجے میں کہا۔

''خیر ایسی بھی بات نہیں، مجھے سب معلوم ہے آپ روز یہاں آتے رہے ہیں اور ساری دیکھ بھال آپ نے کی ہے ہاسپٹل کے چارجز آپ نے ادا کیے ہیں اور۔''

''اچھا ان باتوں کا تو آپ کو پتہ ہے کہ میں نے یہ سب کیا ہے مگر یہ معلوم ہے کہ میں نے یہ سب کیا کیوں؟''

زبیر گہری سوالیہ نگاہوں سے اس کا عکس لیے پوچھ رہا تھا۔

''ویسے زبیر صاحب! یہ زیادتی ہے۔'' وہ اس کی نظروں کی وجہ سے کچھ نروس ہو رہی تھی۔

''کیا زیادتی ہے، کسی کو پسند کرنا، کسی کو چاہنا زیادتی ہے۔'' وہ بوجھل آواز میں بولتا ہوا اس کے قریب آ گیا تو عائشہ بھی گھبرا کر کھڑی ہو گئی۔ کیا مشکل تھی وہ تو زبیر کے سامنے اس کی باتوں کے جواب میں چھوٹی موٹی ٹین ایج لڑکیوں کی طرح ہو جاتی۔

''آپ بھی بات کو جانے کہاں لے جاتے ہیں۔ میرا مطلب یہ تھا کہ آپ نے چارجز ادا کیوں کیے ہیں۔''

وہ ساڑھی کا پلو انگلی پر لپیٹتی ہوئی نروس سی ہو رہی تھی۔ اس نے کن اکھیوں سے بالکونی میں دیکھا۔ دیبا ان کی جانب پشت کیے باہر دیکھ رہی تھی۔

"ہوں کیوں ادا کئے ہیں۔" زبیر جو اس وقت سیاہ پینٹ اور سفید شرٹ میں خاصا اسمارٹ لگ رہا تھا اس کی بات پر جیبوں میں ہاتھ ڈالے ایڑیوں پر گھوما پھر اس کی طرف پلٹا جو پرنٹیڈ ساڑھی میں بہت نازک اور خوبصورت لگ رہی تھی۔ اس کی بات دہراتے ہوئے اس کی طرف دیکھتا رہا۔

"کیوں ادا کئے اس کا مطلب تو یہ ہے مس عائشہ درانی کہ آپ اپنے اور میرے درمیان دیوار کو گرانا چاہتی ہی نہیں، اگر ایسا ہی ہے تو ٹھیک ہے، آپ ادائیگی کر دیجئے گا میں چلتا ہوں خدا حافظ۔"

زبیر بھی کوئی ایسا ناسمجھ نہیں تھا، اس نے اپنی تصویر عائشہ کی آنکھوں میں دیکھ لی تھی۔ پسندیدگی کی تحریر پڑھ لی تھی اور اپنی اہمیت بھی جان گیا تھا تب ہی اب اس نے اترانا شروع کر دیا تھا وہ واپسی کے لئے پلٹا تو عائشہ کو یہ مناسب نہیں لگا۔ وہ نہیں چاہتی تھی کہ اتنا اچھا انسان کسی بدگمانی کی وجہ سے دور ہو وہ اس کی طرف بڑھی۔

"زبیر صاحب! آپ تو ناحق خفا ہو رہے ہیں میں نے تو یوں ہی کہہ دیا تھا اور آپ خفا ہو گئے، آیئے پلیز۔"

"ہم ٹھکرائے ہوئے لوگ ہیں عائشہ! بچپن میں والدین گزر گئے نہ بہن نہ بھائی، رشتے داروں کی ٹھوکروں میں پل کر بڑے ہوئے لوگ ہیں، جن کے لئے کوئی بات یوں ہی نہیں ہوتی۔ ہر بات بہت اہم ہوتی ہے اور پھر ہم جیسے لوگ جس کو چاہتے ہیں ٹوٹ کر چاہتے ہیں۔ صلے میں فقط محبت کے کچھ نہیں چاہتے۔"

اس وقت گھمبیر آواز میں بولتا ہوا زبیر اسے دنیا کا مظلوم ترین انسان لگا۔

"اوہ آئی ایم سوری زبیر صاحب۔" وہ قدرے نادم سے لہجے میں بولی تو اس نے ہاتھ فضا میں بلند کر کے اسے روک دیا۔

"یہ آپ اپنی زبان کو اتنے تکلفات کی سزا کیوں دیتی ہیں، زبیر صاحب! ارے بھئی ایک لفظ کافی ہے یا تو صرف زبیر کہیے یا پھر صرف صاحب، لیکن شاید آپ صاحب والا درجہ نہ دے سکیں، ہے ناں۔"

وہ اس کے قریب کھڑا پوچھ رہا تھا، وہ جھینپ کر پیچھے ہٹ گئی۔

"ایک تو آپ دوسروں کی طرف سے بھی خود ہی جواب دینے کا فن اچھی طرح جانتے ہیں۔"

"اچھا تو اس کا مطلب ہے کہ۔" وہ اس کی جھکی پلکوں کی اوٹ میں جواب تلاش کر رہا تھا کہ اسی وقت دیبا واپس پلٹی، بڑی رعونت تھی اس کے انداز میں، اس نے خشمگیں نگاہوں سے زبیر کو دیکھا اور بیڈ پر لیٹ گئی۔

"خالہ جانو! ہم گھر کب جائیں گے۔" وہ شروع سے زبیر سے چڑتی تھی اور اس کی موجودگی کو اہمیت نہیں دیتی تھی۔

"ہاں بے بی! بس آج ہی یہ آپ کے انکل ہیں ناں، انہوں نے تمام کاروائی مکمل کر لی ہے شام کو ہم چلیں گے۔"

عائشہ بھی سمجھتی تھی کہ دیبا زبیر کو ناپسند کرتی ہے، وہ خاص طور پر زبیر کا ذکر کرتی تھی۔

♥ ..... ♥ ..... ♥

دیبا گھر آئی تو اپنے کمرے میں اسے اپنے پسندیدہ پھولوں کا بوکے ملا جس کو دیکھ کر اسے ایک دم ہی خوشی اور خوشگواری کا احساس ہوا تھا۔ مگر یہ لایا کون تھا؟

"خالہ جانوں یہ بکے کون لے کر آیا تھا۔" وہ بکے لیے عائشہ کے سامنے کھڑی تھی جو اس وقت اپنے دراز بالوں کی چوٹی بنا کر موتیے کے پھولوں کی لڑیاں پن سے لگا رہی تھی۔

"ارے بیٹا! اس میں اتنا فکر مند ہونے کی کیا بات ہے لایا ہوگا کوئی۔"

عائشہ نے لاپرواہی سے بکے ایک طرف رکھا اور گلابی شیڈ کی لپ اسٹک اٹھائی آج وہ بڑے اہتمام سے تیار ہو رہی تھی گہرے کلر کی ساڑھی میں قدرے گہرے میک اپ میں وہ بے حد حسین لگ رہی تھی۔ دیبا اسے دیکھے گئی وہ بکے کو بھی بھول گئی، وہ تیار ہوتی اپنی خالہ جانو کو دیکھتی رہی، جو بے حد خوبصورت لگ رہی تھی۔

"خالہ جانو! آپ کہیں جا رہی ہیں۔" وہ ڈریسنگ ٹیبل کی سائیڈ پر آکر بیٹھتے ہوئے پوچھ رہی تھی تو عائشہ کے تیزی سے چلتے ہوئے ہاتھ یکدم رک گئے اور نظریں یوں جھکیں گویا چوری کرتے ہوئے پکڑی گئی ہو، ہوا دراصل یہ تھا کہ زبیر کی برتھ ڈے تھی اور اس نے بے حد اصرار کے ساتھ اس کو انوائیٹ کیا تھا۔

"دیبا! وہ ناں میری ایک کولیگ ہیں ان کی شادی کی سالگرہ ہے انہوں نے اپنے گھر انوائیٹ کیا ہے وہاں جا رہی ہوں۔" اس نے اس سے نگاہیں چرالیں زندگی میں پہلی بار دیبا سے جھوٹ بولا تھا کچھ عجیب سے لگ رہا

"خالہ جانو! انہوں نے مجھے انوائیٹ نہیں کیا۔"

اس دیبا کا لہجہ تفتیشی تھا۔ وہ گڑبڑا سی گئی کیونکہ آج تک ایسا ہوا نہیں تھا کہ کسی جگہ عائشہ کو انوائیٹ کیا جائے اور دیبا نہ جائے۔

"ہاں وہ بیٹا دراصل۔"

"اوکے خالہ جانو رات تو پھر آپ لیٹ آئیں گی اس لیے شب خیر۔" وہ [illegible] کے لئے الفاظ تلاش کر رہی تھی مگر دیبا سمجھ چکی تھی کہ زبیر ان دونوں کے درمیان آچکا ہے کہ اس کی خالہ جانو کو بھی الفاظ تلاش کرنے پڑ گئے ہیں۔ اس نے بے دلی سے عائشہ کے ماتھے پر پیار کیا اور جب وہ کرنے لگی تو تیزی سے باہر نکل گئی۔

عائشہ سوچ میں پڑ گئی، وہ جان گئی تھی کہ کوئی بھی فیصلہ کرنا آسان نہیں ہوگا اس کے لئے، وہ دیبا کی نیچر کو جانتی تھی وہ بڑی مشکل سے کسی کو پسند کرتی تھی اور اس چیز اور انسان سے اسے چڑ ہو جاتی تھی جو عائشہ کی توجہ اپنی جانب کر لیتی تھی۔

''پھر؟۔'' وہ اس وقت زبیر کے سامنے بیٹھی اس کی سوالیہ نگاہوں کی زد میں جزبز سی بیٹھی تھی۔ اس نے تمام صورت حال جو دیبا سے وابستہ تھی زبیر کے سامنے رکھ دی تھی اب وہ ''پھر'' کا کشکول پھیلا کر اس کا جواب سننا چاہتا تھا کہ اب اگر ایسی صورتحال ہے تو اس کا کیا فیصلہ ہے۔

''پھر۔۔۔پھر زبیر! میں تو خود بے حد پریشان ہوں کیا کروں، دیبا تو اپنے اور میرے درمیان اپنا سایہ بھی برداشت نہیں کر سکتی پھر آپ تو۔'' وہ سخت مشکل میں تھی یہ کوئی معمول بات نہیں تھی۔ اس کی زندگی کا سب سے اہم موڑ تو اب ہی آیا تھا کہ ایک طرف زبیر تھا اور دوسری طرف دیبا تھی جس کی معمولی سی خواہش بھی اس نے کبھی رد نہیں کی تھی اور اسے معلوم تھا کہ وہ زبیر کو کتنا ناپسند کرتی ہے۔

''کیا مطلب ہے تمہارا؟۔دیبا کو تم ایشو کیوں بنا رہی ہو۔ وہ بچی ہے وہ کچی سی ذرا باتوں کو کیا سمجھتی ہے۔ اب اگر تم مجھے اس کے ساتھ کمپیئر کرو تو یہ تمہارا اپنا ہے۔ بجائے اس کے تم اس کو سمجھاؤ تم مجھ سے پوچھ رہی ہو کہ میں کیا کروں، کیا مسئلے کا حل نکالا ہے مس عائشہ درانی آپ نے، اپنی بے بسی کا اظہار کر کے اور اپنی بھانجی سے اپنی محبت کا اظہار کر کے اس کا مطلب ہے میں پاگل ہوں جو جاگتے میں خواب دیکھنے لگا ہوں۔''

خوبرو سا اسمارٹ سا بندہ تعلق کے اس عرصے میں پہلی بار خفا ہوا تو اسے بھرپور اپنائیت کا احساس ہوا وہ اس کے پھولے ہوئے منہ کو دیکھ کر مسکرا دی۔

♥ ...... ♥ ...... ♥

''جی مسکرائیے' یہاں بندے کی جان پر بنی ہے اور آپ کو ہنسی آرہی ہے سن لو عائشہ درانی کہ میں اب پیچھے نہیں ہٹ سکتا تھا اپنی لاڈلی کو سمجھاؤ ورنہ۔''

آج زبیر روائتی سا عاشق بنا ہوا تھا۔

''ورنہ۔''

شوخ سی مسکراہٹ ہونٹوں پر سجائے وہ اس کو دیکھ رہی تھی۔

''ورنہ یہ کہ اغوا کرلوں گا تمہیں ڈھونڈتی رہے گی تمہاری لاڈلی تمہیں۔''

''ہائے زبیر ایسا نہ کہیں' میری جان ہے اس میں۔''

''سنیے۔''

اس آواز پر دونوں مڑ کر دیکھنے لگے۔

''زبیر! بیٹھیے ناں۔آپ بھی تو بچہ بن رہے ہیں۔دیبا بہت حساس اور ذہین بچی ہے۔تبدیلی کو آسانی سے قبول نہیں کرتی' اور یہ تو اس کی عزیز از جان خالہ جانی کی توجہ اور محبت کی تقسیم کا معاملہ ہے اس کے لیے وقت درکار ہے۔''
عائشہ نے نرمی سے مسکراتے ہوئے کہا تو وہ چڑ سا گیا۔اس نے قدرے غصے سے کرسی کھسکائی' پھر بیٹھ کر دونوں ہاتھ آپس میں جکڑ کر ارد گرد کے ماحول کو دیکھنے لگا۔

''وقت۔ہاں عائشہ درانی صاحبہ! وقت تو بے شمار ہے ہمارے آپ کے پاس۔دونوں ٹین ایجر ہیں۔بہت وقت پڑا ہے ہمارے پاس دس پندرہ سال اور گزر جائیں تو کوئی بات نہیں ہے ناں۔''

زبیر اس وقت خاصا تلخ ہو رہا تھا نجانے کیوں عائشہ کو یہ سب اچھا لگ رہا تھا محبت میں کوئی یوں خفا ہوتا ہے ایسی باتیں کرتا ہے تو کتنا اچھا اور اپنا سا لگتا ہے' احساس کی ایک نئی کیفیت کا ادراک بھی کتنا نشاط آفریں تھا وہ ہاتھوں کے پیالے میں اپنا چہرہ ٹکائے بڑے دلکش انداز میں زبیر کو دیکھ رہی تھی۔
''زبیر!ایک بات پوچھوں۔'' عائشہ کی خوبصورت آنکھوں میں شوخیاں تھیں۔

''کوئی تیر ترکش میں رہ گیا ہو تو آزما لیں' ہم جگر آزماتے ہیں۔''
''توبہ ہے زبیر! آپ تو انگارے چبا رہے ہیں۔'' وہ دلکشی سے مسکرائی۔
''ہاں اور کیا کروں۔دیکھو عائشہ! میں مانتا ہوں کے دیبا کی زندگی میں بہت حیثیت اور اہمیت ہے مگر اب تمہیں اس سحر سے نکلنا پڑے گا۔اس دل میں کسی اور کے لیے بھی جگہ نکالنی ہوگی' دیبا کی محبت' اس کا قرب تو ڈھلتا سایہ

شادی ہو کر چلی جائے گی تو تم اس کی یادوں کی کڑی دھوپ میں تنہا رہ جاؤ گی۔
آج جب خدا تمہیں موقع دے رہا ہے تو کیوں؟'' زبیر کے لہجے میں بے زاری تھی۔عائشہ مسکرانے لگی۔
''سچ زبیر! اس وقت تو آپ بالکل اماں سکینہ لگ رہے ہیں' وہ بھی ایسی ہی باتیں کرتیں ہیں۔''
''ہر عاقل بندہ تمہیں ایسا ہی کہے گا۔عائشہ تمہیں فیصلہ کرنا ہے بہت جلد' کیونکہ اب ہمارے پاس وقت بہت کم ہے۔اور فیصلہ کرتے ہوئے یہ ضرور سوچ لینا اگر تم نے صرف دیبا کو دیکھا تو پھر۔پھر سمجھنا زبیر اک خواب تھا جو آنکھ کھلتے ہی ٹوٹ گیا۔خدا حافظ۔'' وہ برہم سا اٹھ کر چلا گیا۔

"ہیلو زبیر! میں ہوں؟" زبیر اس روز سے عائشہ سے خفا تھا۔ عائشہ نے خود ہی فون کر دیا۔

"اوہو یہ آپ ہیں کیسے اجازت مل گئی اپنی دیبا بیٹی سے فون کرنے کی یا چُھپ کر کر رہی ہیں!" زبیر کا لہجہ طنز میں ڈوبا ہوا تھا۔

"کم آن زبیر! آپ ایک معصوم سی بچی سے مقابلہ کیوں کر رہے ہیں، وہ تو بچی ہے، سمجھانے سے سمجھ جائے گی!"

"تم نے خود ہی تو اسے میرے مقابل لا کھڑا کیا ہے کہ جی دیبا کیا سوچے گی اگر میں نے شادی کر لی۔ دیکھو عائشہ میں اب تمہیں مزید دس سال نہیں دے سکتا۔ بے بی کو منانے کے لیے وہ اب اتنی بھی بچی نہیں کہ سمجھ نہ سکے۔"

زبیر تو بے حد خفا تھا اس سے اور عائشہ زندگی میں پہلی بار کسی مرد سے متاثر

ہوئی تھی۔ مردوں سے دوستی کا اسے کبھی شوق نہیں رہا تھا۔ وہ مرد سے صرف ایسا تعلق رکھنا چاہتی تھی جس کی اجازت مذہب اور معاشرہ دے۔

"او کے۔ او کے زبیر! آپ تو بچوں کی طرح خفا ہو رہے ہیں۔ آپ کو میں نے اس لیے فون کیا ہے کہ میں نے اماں سے بھی بات کر لی ہے!"

"عائشہ! ایک تو میں تمہاری اس بات سے نالاں ہوں کہ ملازمین کو بھی گھر کے فرد کی حیثیت حاصل ہے اور اماں سکینہ کو تو تم نے باقاعدہ ماں کی حیثیت دے رکھی ہے۔ ملازمین کو اوقات ہی میں رکھنا چاہیے۔" زبیر بے زاری سے اس کے ملازمین کا ذکر کر رہا تھا۔

"زبیر! اماں سکینہ نے واقعی مجھے ماں بن کر پالا ہے اور معلوم ہے آپ کی حمایت سب سے پہلے اُنہوں نے ہی کی ہے، وہ تو ہماری شادی کے دن گن رہی ہیں۔

بہرحال میں نے آپ کو بتانا تھا کہ میں نے لبنیٰ کو خاص اس مقصد کے لئے بلایا ہے، پھر انشاء اللہ جلد ہی کوئی فیصلہ ہو جائے گا خدا کو منظور ہوا تو اگلے ماہ!"

"ارے دیبا جانو آپ! زبیر سے بات کرتے کرتے اس نے دروازے کی جانب دیکھا جہاں دیبا کھڑی شاکی نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔

"آپ یہاں فون پر باتیں کر رہی ہیں، یاد ہے آپ نے مجھ سے کہا تھا کہ ابھی آئس کریم کھانے چلتے ہیں، میں نے کلاس میں سب سے زیادہ مارکس لیے ہیں، اب تو آپ ہر بات بھول جاتی ہیں۔" وہ شکوہ کرتی پاس آ بیٹھی۔

"ہاں سوری چاند! میں بھولی تو نہیں، بس یہ مسز ربانی کا فون آ گیا

تھا۔ آپ چلو گاڑی میں بیٹھو، او کے مسز ربانی میں دوبارہ آپ کو رنگ کرتی ہوں خدا حافظ!''

وہ اس وقت ٹین ایجر لڑکیوں کی طرح گھبرا رہی تھی جو والدین سے خوف زدہ ہو کر جھوٹ بول دیا کرتی ہیں۔ اس نے دیبا کی خوشی کی خاطر جھوٹ بول کر جب زبیر کو مسز ربانی کہا تو غصے سے زبیر کی رگیں تن گئیں۔

''شٹ اپ، ختم کرو، اب یہ ڈرامے بازی!'' زبیر نے طیش میں آ کر ریسور پٹخ دیا تو کچھ دیر کے لیے عائشہ کو دیبا پر غصہ آ گیا۔ وہ عین ایسے ہی نازک موقعوں پر آتی تھی۔

''چلو!'' اب کی بار شیرینی زدہ لہجے میں کڑوے بادام کی جو تلخی تھی، دیبا جیسی ذہین لڑکی کے لیے کافی تھی۔

''آپ مسز ربانی سے بات کریں خالہ جانی میرا آئس کریم کھانا اتنا ضروری نہیں، جتنا آپ کا ان سے بات کرنا۔''

دیبا کا لہجہ بھیگ سا گیا تھا وہ تیزی سے باہر نکل گئی۔ تو عائشہ سر تھام کر رہ گئی۔

''یا اللہ میں کیا کروں، یہ دونوں ہی مجھے عزیز ہیں اور دونوں ہی ایک دوسرے سے بے زار ہیں میری مدد فرما میرے خدا۔''

عائشہ نے بے بسی سے ہتھیار ڈال دیے۔

''قسم خدا کی عائشہ! پہلے تو میں گھبرا ہی گئی جب ساجد نے کہا کہ تم نے مجھے فوری طور پر بلایا ہے پھر انہوں نے کہا کہ کوئی اچھی خبر ہے، ویسے عائشہ! میں بے حد خوش ہوں، خدا کا شکر ہے تمہیں اس عمر میں بھی خیال آ گیا مگر

[illegible] کیسے ہو تمہیں بھا گئے ہیں'' عائشہ کے بلانے پر لبنیٰ پہلی فرصت میں [illegible] آ گئی اب جلدی جلدی تفصیلات جاننا چاہتی تھی۔

[illegible] سوچ کے آئیڈیل میں ڈھلا ہوا پیکر ہے، زبیر ملو گی تو خوش ہو جاؤ گی۔''

''[illegible] کیوں نہیں، آج ہی ملاقات کروا ڈالو اور نیک کام میں دیر نہیں ہونی [illegible]۔''

''لبنیٰ! میں نے تمہیں دیبا کے بارے میں تو سب کچھ بتا دیا ہے وہ تو زبیر [illegible] نام تک سننا گوارا نہیں کرتی؟''

''رہنے دو عائشہ! وہ بچی ہے، وہ زندگی کے مصلحتوں اور نزاکتوں کو بھلا [illegible] سمجھ سکتی ہے اس کے سامنے زندگی پڑی ہے۔ بڑی ہو گی، شادی کی عمر ہو گی تو شادی ہو جائے گی بعد میں تمہارے ہاتھ کیا آئے گا۔ بس ماضی کی راکھ [illegible] انگلیاں پھیرتے ہوئے بڑھاپا۔ دیبا کوئی مسئلہ نہیں میں سب سنبھال لوں گی!''

''کیسے لبنیٰ! وہ نارمل یا عام بچوں جیسی نہیں ہے اسے سمجھانا مشکل ہی نہیں ناممکن ہے۔''

عائشہ دیبا کے رویے کی وجہ سے خاصی خوف زدہ تھی۔

''میں جانتی ہوں تمہاری بے جا محبت نے اسے ایب نارمل بنا دیا ہے مگر اب کچھ نہ کچھ تو کرنا ہے نا اور کیا کرنا ہے میں دیکھ لوں گی!''

♥......♥......♥
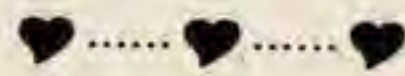
"زبیر بھائی! آپ سے مل کر رسمی نہیں واقعی خوشی ہوئی ہے!" لبنیٰ کو زبیر واقعی اچھا لگا تھا۔

شکریہ مسز ساجد! سب ہی کو خوشی ہوئی ہے سوائے آپ کی دوست کے!"

زبیر نے شاکی نگاہوں سے عائشہ کو دیکھا جو مستقل اپنے ناخنوں کو دیکھ رہی تھی۔

"خیر اب آپ اتنے بھی بدگمان نہ ہوں، اسی نے اتنی تعریف کی ہے تو میں بھی آئی ہوں۔ آپ کو تو خدا کا شکر ادا کرنا چاہیے کہ اس جیسی لڑکی نے پسند کیا ہے ورنہ اس کو تو کوئی پسند ہی نہیں آتا تھا۔"

"اب اگر پسند آگیا ہے تو ہاتھ بڑھانے سے کترا رہی ہیں کہ پیاری بھانجی دیبا کو خفا نہیں کرنا چاہتیں پھر کسی ایک کا انتخاب کر لیں۔" زبیر کو بھی لبنیٰ سے شکایت کرنے کا موقع مل گیا تھا مگر عائشہ کو یہ سب اچھا لگ رہا تھا یہ احساس کیا کم تھا کہ کوئی اس کا اپنا ہونے جا رہا ہے۔

"یہ بھی بدگمان ہیں لبنیٰ۔ دیبا الگ خفا رہتی ہے شکنجے میں تو میری جان آگئی ہے کہ ان دونوں میں سے کسی ایک کا انتخاب کس قدر مشکل ہے میرے لیے۔"

عائشہ نے بے بسی سے پہلے زبیر کو دیکھا اور پھر لبنیٰ کو جس کے آجانے سے اسے بڑی ڈھارس ہوئی تھی۔

"تمہیں انتخاب کی ضرورت ہی کیا ہے۔ دیبا ناسمجھ ہے۔ میرے بچوں کی چھٹیاں ہیں میں دیبا کو تفریح کی غرض سے لے جاتی ہوں پھر ان سب کو مری بھیج کر میں یہاں آجاؤں گی اور تم دونوں کے نکاح کا بندوبست کروں گی، ٹھیک ہے ناں!"

لبنیٰ نے عائشہ کے بعد زبیر کی طرف دیکھا جو عائشہ ہی کو دیکھ رہا تھا۔

"مجھے تو کوئی اعتراض نہیں۔ ان سے پوچھ لیں۔"

لبنیٰ نے پھر عائشہ کی طرف دیکھا تو اس نے سر جھکا لیا۔

"چلو پھر مبارک ہو، آج تم دونوں کی منگنی ہوگئی۔"

یوں ہی ہنستے مسکراتے لبنیٰ نے اپنے پرس سے انگوٹھی نکالی اور زبیر کو پہنا دی عائشہ نے چہرے پر ہاتھ رکھ لیے۔

♥......♥......♥

"تو پھر ٹھیک ہے ناں دیبا بیٹے! میرے ساتھ چل رہی ہو ناں!" لبنیٰ پوری تیاری کے ساتھ مہم پر نکل کھڑی ہوئی تھی۔

"جی آنٹی! میں تو بالکل تیار ہوں۔ سخت بوریت ہو رہی تھی ایگزامز کے بعد۔"

دیبا اندر کی کہانی سے بے نیاز مری جانے کے خیال سے خوش ہوگئی۔ اٹھ کر عائشہ کے پاس آگئی اور اس کے گلے میں بازو ڈال دیے۔

"خالہ جانی! آپ بھی جا رہی ہیں ناں!"

عائشہ نے گھبرا کر لبنیٰ کو دیکھا کہ اب بات سنبھال لو۔

"نہیں دیبا۔ یہ کہاں وقت نکالے گی ایسی تفریحات کے لیے ہم ہی جائیں گے!"

"خیر میں ایسی بھی بور نہیں، کالج کے کام نمٹا کر تم لوگوں کے پیچھے ہی آؤں گی۔ بس ساتھ جا نہیں سکتی۔"

"یہ کیا بات ہوئی خالہ جانی پھر مجھے کیا مزہ آئے گا بھلا؟" دیبا نے منہ بنالیا تو لبنیٰ نے اسے ساتھ لگا لیا۔

"دیبا جان! تم اپنی اس خالہ جان کی دُم چھوڑ دو، بڑی ہو گئی ہو کل کو تمہاری شادی ہو جائے گی تو بھی ایسی حرکتیں کرو گی تو یہ بات مناسب نہیں ہوگی۔"

پھر لبنیٰ نجانے کیا کچھ اسے سمجھاتی رہی مگر اس کے لیے جو بات اہم تھی اور افسردگی کا باعث تھی وہ خالہ جانی سے جدائی تھی بہر حال وہ لبنیٰ کے ساتھ جانے کو تیار ہو گئی۔

"خالہ جانی! آپ دیکھ لیں اگر آپ نہیں آئیں تو میں آپ سے سخت خفا ہو جاؤں گی اور کبھی نہیں مانوں گی!"

ایرپورٹ پر وہ عائشہ سے آنے کا وعدہ لے رہی تھی اور وہ نگاہیں چرا رہی تھی۔

"بھئی تم فکر کیوں کرتی ہو، دیبا یہ میری ذمہ داری ہے رائٹ۔ اوکے عائشہ! میں پھر چکر لگاؤں گی۔ مجھے بے حد ضروری کام ہے یہاں پھر اکٹھے چلیں گے خدا حافظ!"

"خدا حافظ جان!"

عائشہ نے دیبا کو گلے سے لگا کر پیار کیا تو ایک طرح کا احساسِ ندامت آنکھوں میں تیرنے لگا۔ اس کو لگ رہا تھا جیسے وہ بے ایمانی کر رہی ہے۔ بددیانتی سے کام لے رہی ہے، محبت اور اعتماد کے تعلق میں اس قسم کے فاؤل کا مطلب ہوتا ہے کہ اپنے پیارے کو کھو دو اور وہ یہ ہی کرنے جا رہی تھی۔

"خدا حافظ!" بھرائی آواز کے ساتھ دیبا نے کہا۔

وہ آنکھیں رگڑتی ہوئی لبنیٰ کے ساتھ جا رہی تھی اور یہ ہی منظر عائشہ کی

...اڑ گیا وہ افسردہ سی واپس پلٹی تو شہباز سے ملاقات ہو گئی۔

"شہباز! تم یہاں کیا کر رہے ہو!" عائشہ نے آہستگی سے آنکھیں صاف کر ڈالیں۔

"...ں، وہ میرا بھی ایک عزیز دوست جا رہا تھا اس کو سی آف کرنے آیا تھا ...نظر پڑی تو ادھر آ گیا۔"

شہباز نے ایک دم بات سنبھالی۔

"اچھا اس لیے اداس ہو!"

عائشہ اس کے ساتھ چلتی باہر آ رہی تھی۔

"آپ بھی تو ہیں!"

شہباز کی نگاہیں دیبا کے جہاز پر تھیں جو ٹیک آف کر رہا تھا۔

"...ری تو دیبا گئی ہے میری جان، سوچتی ہوں اتنے دن اس کے بغیر کیسے گزاروں گی؟"

"جی بعض باتیں کرنا بعض لوگوں کے لیے کتنا سہل ہوتا ہے اور بعض کے لیے کتنا ناممکن!"

اپنی رو میں شہباز جانے کیا کہہ گیا اور جلدی سے عائشہ کے لیے گاڑی کا دروازہ کھولا، وہ بیٹھ گئی تو اپنی گاڑی کی طرف آ گیا۔ نگاہیں آسمان پر دیبا کے جہاز پر ٹھہر گئیں۔

زبیر سے ملن کا پہلا مرحلہ تو طے ہو گیا تھا اماں سکینہ بے حد خوش تھیں ہر وقت عائشہ کی بلائیں لیتیں اور شادی بیاہ کے گیت گاتی رہتی۔ عائشہ شرم سے مسکرا دیتی سب تیاریاں ہو رہی تھی مگر اک کسک سی تھی کہ یہ سب ایک تو دیبا کی عدم موجودگی میں ہو رہا تھا دوسرا اسے یہ سب پسند نہیں تھا اور یہ کہ جب اس کو پتا چلے گا تو اس کا کیا ردعمل ہوگا۔

''ارے چندا ہونے دو وہ بچی ہے۔ اس نے کیا ہے' ٹھیک ہو جائے گی اور ہاں وہ قریشی صاحب آئے بیٹھے ہیں۔''

''ہاں اماں! آپ چائے وغیرہ کا انتظام کریں میں نے خود بلوایا ہے، کچھ مشورے کرنے ہیں۔''

عائشہ اٹھ کر نیچے آ گئی۔ شہباز اور قریشی صاحب کھڑے ہو گئے۔

''ارے بیٹھیے ناں قریشی صاحب! آپ تو میرے لیے بڑے بھائی کا درجہ رکھتے ہیں وہ دراصل میں نے آپ کو اہم مشورے کے لیے بلایا ہے جیسا کہ آپ کو زبیر کے بارے میں معلوم ہے کہ آپ کی کیا رائے ہے!''

''دیکھو عائشہ بی بی! تم میری بیٹی اور بہن کی طرح ہو اور نکاح تمہارا حق ہے اور تم بہت سمجھدار ہو میں نے ہر معاملے میں اب تک تمہیں بڑا اچھا اور مدبرانہ فیصلہ کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ زبیر صاحب بھی تمہارا اچھا فیصلہ ہو گا البتہ اس نکاح کی حیثیت مضبوط ہونی چاہیے جائیداد کے معاملے میں خصوصاً یہ نکاح انتہائی اہم ہے آپ کے والدین وہاب صاحب کی وصیت کے مطابق آپ اپنی جائیداد اپنے شوہر کے نام نہیں کر سکتیں نہ آپ اور نہ ہی دیبا بی بی۔بس جائیداد کے سلسلے میں۔۔۔۔ آپ وصیت کی۔۔۔ پابند ہیں۔ آپ زبیر صاحب کو بھی یہ سب بتا دیجیے۔ میں نے کھل کر آپ کو بتا دیا ہے۔'' قریشی صاحب با قاعدہ فائل اور وصیت نامہ لے کر آئے ہوئے تھے۔

''ارے آپ اس طرف سے بے فکر رہیے قریشی صاحب! زبیر ایسے نہیں ہیں۔ ان کو میری جائیداد سے کوئی دلچسپی نہیں، وہ بے حد مخلص انسان ہیں'' عائشہ کے لہجے میں یقین تھا۔

''تو پھر بسم اللہ کریں۔ دیر کس بات کی ہے!''

❤ ...... ❤ ...... ❤

اور پھر پروگرام کے مطابق لیٹی آ گئی اور ایک سادہ سی تقریب میں خاص

خاص دوستوں کی موجودگی میں عائشہ - عائشہ زبیر بن گئی۔ اپنے نام کے اس اضافے کا ایک نیا احساس حیا بن کر اس کے چہرے پر بکھر گیا۔

''عائشہ! کیا سوچ رہی ہو۔ میں تو اس قدر خوش ہوں کہ لفظوں میں بیان نہیں کر سکتا۔'' زبیر خوشی سے سرشار ہو رہا تھا۔

البتہ عائشہ کچھ گم صم سی تھی۔ نجانے کیوں دیبا کے ساتھ زیادتی کا احساس ہو رہا تھا۔

''خوش تو میں بھی ہوں زبیر۔ مگر میں یہ سوچ رہی تھی کہ ہم اپنے گھر کب جائیں گے!'' عائشہ نے قطعی مختلف جواب دیا تو زبیر حیرت سے اسے دیکھنے لگا۔

''تو یہ کس کا گھر ہے۔ ہمارا ہی تو ہے۔''

''نہیں زبیر، یہ آپ کی بہن کا گھر ہے!''

''ارے بھئی میں برابر کا حقدار ہوں اس گھر اور اس بزنس میں برابر کا حقداروں ہوں، کوئی تمہیں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ تم بالکل بے فکر رہو۔'' زبیر نے ڈریسنگ ٹیبل سے برش اٹھا کر بالوں میں پھیرا اور اس کے سامنے آ کر بیٹھ گیا۔

''مگر یہ تو پوری فیملی امریکہ سیٹل ہو رہی ہے۔''

''ہاں یہ تو اچھی بات ہے ناں، ہم یہاں آرام سے رہیں گے!'' زبیر سکون سے مسکرایا۔

''نہیں زبیر! ہم یہاں نہیں رہیں گے! عائشہ کو نجانے کیوں فیاض صاحب کا گھر جس کو زبیر ابھی اپنا کہہ رہا تھا۔ اپنا نہیں لگ رہا تھا۔

''اچھا تو پھر کہاں رہیں گے؟''

''کیا مطلب کہاں رہیں گے۔ ہمارا جو گھر ہے وہ چھوٹا ہے کیا؟''

عائشہ چاہتی تو یہی تھی کہ زبیر بھی اس کے ساتھ اسی گھر میں رہے مگر زبیر اور مسز فیاض کا اصرار تھا کہ ان کے گھر رہے گی نئی نئی بات تھی۔ اسے انکار مناسب نہیں لگا مگر اب اپنے گھر کی موجودگی میں یہاں رہنا بھی مناسب نہیں لگ رہا تھا۔

''وہ کلفٹن والا گھر۔ ارے بھئی وہ تو تمہاری عزیز از بھانجی جان کا گھر ہے!''

زبیر نے نجانے کس نظریے کے تحت سادہ سے لہجے میں کہا تھا مگر عائشہ کو اچھا نہیں لگا۔

''کیوں بھانجی کا، جتنا اس کا ہے، اتنا ہی میرا ہے ہم دونوں کا برابر کا حصہ ہے!

زندگی میں پہلی بار عائشہ نے خود کو دیبا سے الگ جان کر اپنی جائیداد کا حساب کیا تو زبیر حیرت سے اسے دیکھنے لگا۔

''اچھا تمہاری بھی کوئی جائیداد ہے، میں تو یہ سمجھے بیٹھا تھا کہ سب کچھ دیبا کا ہے، خیر مجھے اس بات سے کوئی غرض نہیں کہ تمہارا کچھ ہے کہ نہیں، میں تو بس یہ جانتا ہوں کہ تم میری ہوگئی ہو!'' زبیر نے بڑی اپنائیت سے کہا۔

''اچھا اب تو آپ کو معلوم ہو گیا ہے ناں کہ۔''

''ارے بھئی۔ کہاں معلوم ہوا ہے کہ کیا میرا ہے اور کیا نہیں۔ کوئی کاغذی ثبوت بھی تو ہونا چاہیے ناں ویسے مجھے تو اس بات سے کوئی فرق نہیں پڑتا ہے مگر خیر چھوڑو ان باتوں میں کیوں پڑ گئیں۔ تمہیں معلوم ہے ہم ہنی مون کے

لیے کینیڈا جارہے ہیں۔'' بات کرتے کرتے بات کو بدل دینا کوئی اور دلچسپ موڑ دے دینا زبیر کو۔۔۔۔خوب آتا تھا۔

''کینیڈا اس ہنی مون کے لیے، مگر زبیر دیبا!''

عائشہ جو کوئی بھی بات کرتی یا قدم اٹھانا چاہتی۔ دیبا ایک بڑی رکاوٹ بن کر اس کے سامنے آن موجود ہوتی اور زبیر کے لیے یہ ہی رکاوٹ ناقابلِ برداشت ہو جاتی تھی۔

''دی۔با۔!''

اس کی مٹھیاں زور سے بند ہو گئیں دیبا تو اس کی رقیب بن گئی تھی۔ اس نے اس کے خوبصورت نام کے دو ٹکڑے کر کے دانت پیسے مگر پھر عائشہ کو دیکھتے ہوئے مٹھیاں کھول دیں۔۔۔ چہرے پر مسکراہٹ آ گئی۔

''دیبا تو میری رقیب بن گئی ہے!''

اب اس کے چہرے پر نرمی آ گئی تھی۔ عائشہ نے ذرا خفگی سے زبیر کو دیکھا۔

''ایسا تو نہ کہیں زبیر! آپ میری زندگی میں دیبا کی حیثیت جانتے ہیں پھر بھی!''

''ہاں، تمہاری زندگی میں اس کی حیثیت کو جانتے ہوئے ہی تو اس کو رقیب کہا ہے لیکن آپ فکر نہ کریں۔ بیگم صاحبہ! ہمیں اپنا یہ رقیب بے حد عزیز ہے ہم بھی دیبا کو آپ سے زیادہ چاہیں گے، رگ جان بنا کر رکھیں گے، آپ ہمیں ایک بار آزما کر تو دیکھیں!'' زبیر کے لہجے میں خلوص اور نگاہوں میں اس کا عکس تھا۔ وہ سکون سے مسکرا دی۔

''خدا کا جس قدر شکر ادا کروں کم ہے زبیر! پتا ہے میں کتنا خوف زدہ ہوا کرتی تھی کہ اگر میری زندگی میں کوئی ایسا شخص آ گیا کہ مجھے تو چاہے مگر دیبا کو نہ چاہے تو میں کیا کروں گی مگر اب میں خوش ہوں اور مطمئن ہوں کہ دیبا کو آپ بھی اسی طرح چاہتے ہیں۔ شکر ہے خدا کا!''

عائشہ کا ایک ایک لفظ سکون اور اطمینان میں ڈوبا ہوا تھا۔ زبیر اس کے چہرے کے اطمینان کو دیکھتا رہا۔

''اچھا بیگم صاحبہ! آئندہ کا کیا پروگرام ہے!''

''آئندہ کا میرا پروگرام یہ ہے کہ ہم اسی ہفتے اپنے گھر شفٹ ہو جائیں گے۔ آپ کو اعتراض تو نہیں۔''

''نہیں جناب اعتراض اور ہم ایسی مجال کہاں؟'' عائشہ مسکرا دی۔

♥......♥......♥
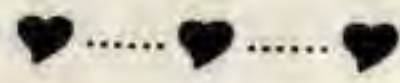
''ارے جگ جگ جیو میری بٹی! خدا تمہیں خوش رکھے، بڑا جی خوش کیا ہے تم نے زبیر میاں کو اپنی زندگی کا ساتھی چن کے!''

وہ دونوں گھر آئے تو اماں سکینہ نے دونوں کو پیار کر کے بلائیں لیں۔ زبیر نے قدرے بے زاری سے بال درست کیے جو اماں سکینہ کے پیار کرنے کی وجہ سے بکھر گئے تھے۔ البتہ عائشہ کے چہرے پر خوشیاں رقصاں تھیں وہ اماں کے گلے لگی۔ دُعائیں سمیٹ رہی تھی۔

''بیٹی داماد گھر میں آیا ہے۔ بتاؤ کیا بناؤں رات کھانے میں۔''

اماں بڑے چاؤ سے دونوں کو ساتھ بیٹھا دیکھ کر خوش ہو کر پوچھ رہی تھیں۔

"کیا کھائیں گے بتائیں زبیر!" عائشہ نے زبیر کی طرف دیکھا جس نے ایک بے زاری نگاہ اماں سکینہ پر ڈالی پھر ٹائی کی ناٹ ڈھیلی کی اور جوتے اتار کر ننگے پاؤں چلتا ہوا دروازے تک چلا گیا۔

"زبیر!"

عائشہ نے اس کے پیچھے جاتے ہوئے پوچھا تو وہ اس کی طرف پلٹ کر استفہامیہ نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا، جس کا مطلب وہ قطعی سمجھ نہیں پائی۔

"بیگم صاحبہ! آج میرے بہترین دوست مظہر کے ہاں ہماری دعوت ہے!"

"اوہ، ہاں میں تو بھول گئی تھی۔ اماں آج ہم ڈنر باہر کریں گے آپ اپنے اور باقی لوگوں کے لیے کھانا بنوالیں زبیر کون سے کپڑے پہنیں گے میں نکال کر استری کر لیتی ہوں۔"

اماں باہر چلی گئیں تو وہ زبیر کی طرف مڑی۔ وہ سمجھ رہی تھی زبیر کا موڈ شاید آف ہو گیا مگر جب وہ خوشگوار موڈ لیے اس کی طرف مڑا تو وہ خوش ہو گئی۔

"جو آپ تیار کر دیں گی، ہماری آپ کی پسند دو تو نہیں۔" وہ شوخ ہوا۔

"خدا نہ کرے کہ ہماری پسند میں فرق ہو،" عائشہ مسکراتے ہوئے وارڈروب کی طرف بڑھ گئی۔

♥ ..... ♥ ..... ♥

وہ دونوں آ کے ابھی بیٹھے ہی تھے کہ فون کی بیل ہوئی۔ عائشہ نے مڑ کر زبیر کو دیکھا۔ وہ آنکھیں موندے لیٹا ہوا تھا وہ اٹھی اور ریسیور اٹھالیا۔

"ہیلو۔ ارے لبنیٰ! تم اس وقت، خیریت تو ہے ناں۔ دیبا کیسی ہے۔" لبنیٰ کی آواز سنتے ہی وہ بے چینی سے پوچھ رہی تھی اسی وقت زبیر نے بھی آنکھوں پر سے ہاتھ ہٹا کر عائشہ کو دیکھا۔

"خیریت ہے تو نہیں مگر تم سناؤ کیسی گزر رہی ہے۔ زبیر بھائی شوہر کیسے ثابت ہو رہے ہیں؟"

"زبیر۔ زبیر۔ بے حد اچھے انسان ہیں میری خوشی کو اپنی ہر خوشی پر فوقیت دیتے ہیں۔ لبنیٰ انہوں نے تو میرے تمام خدشات مٹا دیے ہیں میں تو ان کی سنگت میں خدا کا شکر۔ ہی ادا کرتی رہتی ہوں۔ خیر تم بتاؤ کیا کہنا چاہ رہی ہو۔ دیبا کیسی ہے؟"

عائشہ نے مسکرا کر زبیر کو دیکھا جو اپنی تعریفوں پر مسکرا رہا تھا۔

"بھئی دیبا تمہیں بڑا مِس کر رہی ہے، کئی روز سے کہہ رہی تھی۔ آنٹی خالہ جانی کیوں نہیں آئیں۔ آج وہ پھوٹ پھوٹ کر رو پڑی تھی۔"

"ہائے میری جان رو پڑی تھی۔ لبنیٰ اسے بھیج دو بات کراؤ کہاں ہے وہ۔"

دیبا کے بارے میں سن کر وہ بے چین ہو گئی۔ زبیر بھی چلتا ہوا اس کے قریب آ گیا۔

"اس وقت تو وہ سو گئی ہے کیا خیال ہے بھیج دوں۔ کوئی گڑبڑ تو نہیں کرے گی۔"

"گڑبڑ کے امکانات تو ہیں لبنیٰ! مگر یہ حقیقت اسے تسلیم کرنا پڑے گی بھیج

دو، میں اسے ہینڈل کرلوں گی آخر کب تک چھپاؤں گی اور یوں بھی خدا کا شکر ہے کہ میرے خدشات ختم ہو گئے زبیر تو دیبا کو مجھ سے زیادہ چاہتے ہیں وہ اسے اتنا پیار دیں گے کہ وہ خود ہی مان جائے گی تم اسے کل ہی کسی فلائیٹ پر روانہ کر دو۔

بات کرتے ہوئے آنکھوں اور چہرے کے تاثرات سے عائشہ کو جو ہدایات زبیر کی طرف سے جاری ہو رہی تھیں وہ ان کو لفظوں کا پیراہن دے رہی تھی۔

''او کے جیسا تم کہو میں دیبا کی روانگی کا بندوبست کر کے تمہیں فون پر اطلاع کر دوں گی اور زبیر بھائی کو سلام کہنا چلو پھر خدا حافظ۔''

جذبات میں آ کر عائشہ نے فوراً ہی دیبا کو بلوا تو لیا تھا مگر اب کچھ چور سے بنی سوچ رہی تھی اس کا سامنا کیونکر کر پائے گی۔

♥

آج دیبا آ رہی تھی، زبیر کی اتنی تسلیوں کے باوجود عائشہ فکر مند تھی۔ ہاتھوں پر پسینہ آ رہا تھا۔ وہ خود کو مجرم سمجھ رہی تھی جیسے اس نے دیبا کے ساتھ کوئی زیادتی کی ہو۔ اسے اچھی طرح اندازہ تھا کہ دیبا زبیر کو قطعی پسند نہیں کرتی، وہ تو اس سے۔ بات بھی کرنا پسند نہیں کرتی تھی تو اب زبیر کو نئی حیثیت سے کس طرح قبول کرے گی وہ ہاتھ میں چائے کا کپ لیے مستقل یہی سوچ رہی تھی جبکہ زبیر بغور اس کا چہرہ پڑھ رہا تھا اور اس کی کیفیت کو خوب سمجھ رہا تھا۔

''بی بی! وہ شہباز صاحب آئے ہیں!''

''ہوں۔ ہاں بھیج دو!''

اس اطلاع پر عائشہ نے چونک کر دیکھا۔

"یہ شہباز وہی ہے ناں تمہارے لیگل ایڈوائزر کا بیٹا!"

زبیر نے ترچھی نگاہوں سے اسے دیکھا۔

"جی وہی ہے، بڑے اچھے اور مخلص لوگ ہیں دونوں باپ بیٹا میرا اور د[illegible]
کا اتنا خیال رکھتے ہیں کہ حد نہیں، قریشی صاحب وہاب بھائی کے دوست تھ[illegible]
ان کے بعد انہوں نے حق دوستی نبھایا ہے اور ان کا بیٹا شہباز جان دینے کی ح[illegible]
تک خیال رکھتا ہے ہمارا، خدا کا شکر ہے کہ اس کی ذات پاک نے ایسے مخلص
سہارے دے دیے تھے ورنہ تو زبیر اس معاشرے میں اکیلی عورت اور ایک بچ[illegible]
کا رہنا جائیداد کا حساب کتاب، سچ میں تو پاگل ہو جاتی ہوں بے حد اچھے لوگ
ہیں۔"

"یہ تو میں جانتا ہوں مگر اس وقت کیوں بلایا ہے؟"

زبیر کو نجانے کیوں قریشی صاحب اور شہباز کی اتنی تعریف کچھ بھائی نہیں تو
درمیان میں بول پڑا۔ مگر عائشہ نے جواب کے لیے منہ کھولا ہی تھا کہ شہباز
آگیا۔ زبیر اسے بغور دیکھنے لگا، کھلتی رنگت والا یہ نوجوان بہت اسمارٹ اور
خوبرو تھا۔

"آپ نے بلایا تھا عائشہ باجی؟"

شہباز ایک اچٹتی نظر زبیر پر ڈال کر پھر عائشہ کی طرف متوجہ ہوگیا۔

"ہاں شہباز! وہ تم سے یہ کہنا تھا کہ آج دیبا آرہی ہے اور تم اسے لے
آنا!"

عائشہ جانا تو خود چاہتی تھی مگر ایک انجانا سا خوف تھا اس لیے وہ نہیں جا
رہی تھی۔

"[illegible] لے آؤں!"

[illegible] یوں لگا جیسے خوشبو کا ایک لطیف جھونکا اسے چھو کر گزر گیا
[illegible] کا اک نشاط آگیں احساس اندر تک اتر گیا۔

"[illegible] کون سی فلائیٹ سے؟" اس نے آہستگی سے پوچھا۔

"[illegible] شام چھ بجے عزیز کے ساتھ چلے جانا میں خود جاتی مگر میرے پاؤں
[illegible] ہے اس لیے!"

[illegible] عجیب لگ رہا تھا کہ وہ موجود ہوتے ہوئے بھی نہیں جا رہی۔
[illegible] بتائے کہ وہ کیوں نہیں جا رہی۔

"[illegible] نہیں، آپ آرام کریں، میں خود چلا جاؤں گا۔" شہباز وہاں سے
[illegible] چلا جانا چاہتا تھا کہیں ان کا ارادہ نہ بدل جائے۔ وہ جلدی سے
[illegible] بعض اوقات خدشات پاؤں پکڑ لیتے ہیں۔ اتنی جلدی کہ انسان سوچ
[illegible]

"[illegible]!"

[illegible] کڑک دار آواز تھی آواز میں کوئی خاص بات نہیں تھی البتہ لہجے
[illegible] کچھ ضرور تھا کہ شہباز چونک کر واپس پلٹا۔

"جی۔!"

"ایسا ہے کہ تم رہنے دو، ہم خود ہی دیبا کو لے آئیں گے جا کر جب گھر
[illegible] موجود ہیں تو پھر تمہیں تکلیف کرنے کی ضرورت نہیں، جاؤ اور کوئی
کام کرو۔"

ایک ایک کر کے تمام جگنو جو روشن لمحوں کا پیام لے کر آئے تھے نجانے کن

راستوں سے انجانی راہوں کی طرف چلے گئے تمام دیے بجھتے چلے گئے۔

''جی بہتر!'' وہ مردہ قدموں سے واپس پلٹ گیا۔ خوشی کا یہ لمحہ کتنا مختصر تھا۔ اس کے اثبات کا احساس لیے وہ گیٹ سے باہر نکل گیا تو عائشہ زبیر کی طرف مڑی۔

''آپ نے یہ کیا کیا زبیر؟'' عائشہ کو زبیر کی یہ بات کچھ خاص بھائی نہیں تھی۔

''دیکھو عائشہ! وہ بچی ہے لیکن اتنی بچی تھی نہیں مجھے یہ پسند نہیں کہ میرے گھر کی کوئی عورت یا بچی کسی غیر کے ساتھ کہیں آئے جائے۔ اب یہ میری ذمہ داری ہے، میں یہ سب نہیں ہونے دوں گا۔''

زبیر بڑے مان سے کہہ رہا تھا، عائشہ تو اس کی بات پر نثار ہو کر رہ گئی۔

''ضرور کیوں نہیں زبیر۔ جیسا آپ کہیں گے ویسا ہی ہوگا لیکن میں یہ کہنا چاہتی ہوں کہ شہباز بھی گھر ہی کا بندہ ہے۔ قابل اعتماد ہے۔'' عائشہ نے بدستور شہباز کی حمایت کی۔

''تو ہوا کرے جو میں نے کہہ دیا وہی ہوگا چلو تیار ہو جاؤ۔''

زبیر نے قطعی لہجے میں کہا اور اٹھ گیا عائشہ بھی اٹھ گئی مگر سامنے سے اماں گھبرائی ہوئی آئی۔

''عائشہ بیٹی! دیبا۔!''

کیا ہوا دیبا کو عائشہ بے چینی سے بھاگتی ہوئی فون پر آگئی' زبیر بھی اس کے پیچھے آگیا۔

''ہیلو لبنیٰ کیا بات ہے' کیا ہوا ہے دیبا کو؟'' عائشہ بری طرح پریشان تھی اس کا بس چلتا تو فون کے ذریعے ہی دیبا کے پاس پہنچ جاتی۔ زبیر بغور اس کی بے چینی کو دیکھ رہا تھا۔

''اوہو بھئی ایک تو تم خالہ بھانجی ایک دوسرے پر اس بری طرح عاشق ہو کہ بہرحال ہوا یہ کہ دیبا کی فلائیٹ مس ہوگئی اور مزید یہ کہ اسے رات سے حرارت تھی' پھر روانگی کے وقت تک بخار ذرا تیز ہوگیا تو میں نے اس کا پروگرام کینسل کر دیا حالانکہ وہ تو بے حد ضد کر رہی تھی۔''

''زیادہ تیز بخار تو نہیں لبنیٰ' دیکھنا وہ بستر سے نہ اترے وہاں تو موسم بھی

ٹھنڈا ہے لبنیٰ! اس کا خیال رکھنا یا ایسا کرو اسے کل ہی کی فلائیٹ سے بھیج دو' میں خود آ کر ریسیو کر لوں گی ورنہ مجھے پریشانی لگی رہے گی۔'' وہ بری طرح پریشان ہو رہی تھی۔

''ہونہہ'' زبیر نے منہ بنایا۔

''عائشہ! تم فکر کیوں کر رہی ہو' وہ میرے پاس ہے' ایسا ہے کہ دیکھتی ہوں جو دوا دے رہی ہوں اس سے کل تک فرق پڑ گیا تو بھیج دوں گی۔ یوں بھی اب وہ بہتر نظر آ رہی ہے اور سو رہی ہے۔ خیر سناؤ کیسی گزر رہی ہے' زندگی زبیر کی سنگت میں'' لبنیٰ نے زبیر کے بارے میں پوچھا تو عائشہ مسکرا کر زبیر کو دیکھنے لگی جواباً وہ بھی مسکرانے لگا۔

''ہائے لبنیٰ سچ کیا بتاؤں' میں کس قدر خوش ہوں زبیر اس قدر میرا خیال رکھتے ہیں کہ اب سوچتی ہوں' ان کے بغیر جو زندگی گزاری ہے' وہ اکارت گئی بس ہر وقت خدا کا شکر ہی ادا کرتی رہتی ہوں۔'' وہ زبیر کی محبت میں سرشار ہوئے گئی' زبیر نے بڑھ کر اس کے شانے پر ہاتھ رکھ دیئے۔

''لو وہ خود ہی آ گئے ہیں بات کرو'' اور پھر اس نے ریسیور زبیر کے کان سے لگا دیا۔

''جی لبنیٰ جی' کیسی ہیں آپ اور یہ آپ نے ہماری بے بی کو کیوں یرغمال بنا کر رکھا ہوا ہے۔ اوپر سے اسے بیمار بھی کر ڈالا' بھئی آپ پر جرمانہ ہو جائے گا فوراً ہماری بے بی کو روانہ کر دیں گھر میں کچھ تو رونق آئے ورنہ تو آپ کی دوست تو بس بور ہی کرتی رہتی ہیں۔'' زبیر نے شوخی سے عائشہ کو دیکھا جو وارفتگی کے انداز میں اسے دیکھ کر خدا کا شکر ادا کر رہی تھی کہ زبیر اسی کی طرح دیبا کو

[illegible] تھا۔

''واہ یہ کیا بات ہوئی کہ ہماری دوست تو آپ کی تعریف کرے اور آپ [illegible]'' لبنیٰ نے شکوہ کیا۔

''جی آپ جیسی سالیوں کی نظر بد سے بچنے کے لئے ورنہ تو'' زبیر نے [illegible] ادھوری چھوڑ کر عائشہ کا ہاتھ پکڑ لیا جو بے حد مسرور ہو رہی تھی۔

''اچھا تو زبیر بھائی! دیبا کی طبیعت دیکھ کر میں اس کو روانہ کر کے آپ کو [illegible] کر دوں گی خدا حافظ۔'' لبنیٰ نے جلدی سے خدا حافظ کہہ کر ریسیور رکھ دیا تو عائشہ اور زبیر مسکرا دیے۔

❤......❤......❤

''کیوں شہباز بیٹے! تم ایئرپورٹ نہیں گئے؟'' قریشی صاحب اسے لان ہی میں مل گئے تو وہ جو چہرے پر اداس شام کا سوز سجائے آ رہا تھا۔ ایک دم سیدھا ہو گیا۔

''جی وہ زبیر صاحب کہتے ہیں کہ چونکہ اب وہ اس گھر کے سربراہ مرد ہیں۔ لہٰذا اب وہ خود ہی یہ سب کام کیا کریں گے۔'' وہ ان کے سامنے رکھی کین کی کرسی پر ڈھیر ہو گیا۔

''عائشہ سے اس قسم کے بچکانہ فیصلے کی توقع تو نہیں تھی۔ بہرحال اللہ تعالیٰ ان دونوں بچیوں کی حفاظت کرے۔ شہباز بیٹے! میری تم کو یہ ہدایت بلکہ حکم

ہے کہ یہ دونوں خواہ کتنے ہی تمہیں اپنی زندگی سے بے دخل کریں۔تم کو ان [illegible]
خیال رکھنا ہے' ہر صورت ہر حال میں۔'' قریشی صاحب سمجھا رہے تھے اور [illegible]
سوچ رہا تھا کہ اس خیال کے آگے تو کوئی اور خیال ٹھہرتا ہی نہیں۔

''جی بہتر'' اس نے آہستگی سے کہا اور یوں ہی خالی نگاہوں سے آسمان [illegible]
اڑتے پرندے دیکھنے لگا۔

''جیتے رہو جب تک میں زندہ رہوں گا۔میں اپنے دوست وہاب سے کیا
ہوا عہد نبھاؤں گا' بعد میں تم کو یہ سب سنبھالنا ہے خدا تم کو ہمت دے'' [illegible]
ابھی بات کر ہی رہے تھے کہ شہباز کا دوست رضوان آ گیا۔

''السلام علیکم بیٹے! آؤ رضوان' بڑے دنوں بعد چکر لگایا بیٹھو۔'' قریشی
صاحب اسے بیٹھنے کا کہہ کر خود اٹھ کھڑے ہوئے۔

''اور سناؤ لگتا ہے تمہاری مہمان نہیں آئیں۔''رضوان کرسی پر بیٹھتے ہوئے
بولا۔

''تمہارا ندازہ درست ہے'' گہرا سا سانس لے کر شہباز نے کرسی کی
پشت سے ٹیک لگائی۔

''یار ویسے مائنڈ نہ کرنا تمہارا یہ عشق کچھ انوکھی نوعیت کا نہیں تمہیں کوئی ہم
لڑکی نہیں ملی تھی۔''رضوان دیبا کے لئے شہباز کے دل میں پھوٹتی محبت کی
کونپلوں پہ اکثر اعتراض کرتا۔

''پہلی بات تو یہ رضوان کہ جذبے کسی قسم کی حد بندی کے پابند نہیں
ہوتے۔مجھے وہ بچپن ہی سے اچھی لگتی ہے مگر پھر آہستہ آہستہ پتا بھی نہیں چلا یہ
جذبے جوان ہوتے چلے گئے یوں بھی آٹھ نو سال کا فرق کچھ زیادہ تو نہیں۔''

''[illegible] وہ نورین بھی امیدواروں میں سے ہے' اس کا کیا ہو گا۔'' رضوان
[illegible]

''وہ [illegible]لہن بنے گی اور کسی اپنے ہی جیسے مل اونر کی بیگم بن کر پیرس ہنی مون
[illegible] جائے گی بس۔'' وہ چڑ کر بولا تو رضوان اٹھ کر اس کے قریب آ گیا۔

''اور تمہارا کیا ہو گا اپنے انجام کے بارے میں سوچا ہے کبھی۔''

[illegible] اس کی بات پر اٹھ کھڑا ہوا کچھ دیر اسے گھورتا رہا پھر آسمان پر شفق
[illegible] کو دیکھنے لگا۔ہلکے ہلکے بادلوں کی اوٹ سے نیلے آسمان پر بنفشی کرنوں
[illegible] سا حسن تھا۔

''یہ ہی تو وہ جذبہ ہے رضوان' جس میں انجام کی پرواہ نہیں ہوتی نہ
[illegible] کا احساس اور نہ ......'' اس کی بات ادھوری رہ گئی کیونکہ گیٹ سے
[illegible] کی گاڑی آ رہی تھی۔وہ جلدی سے اس کی طرف بڑھا۔

''خیریت ہے عائشہ باجی' مجھے بلا لیا ہوتا فون کر کے۔'' اس نے بڑھ کر
[illegible] کھولا۔

''ہاں خیریت ہی ہے بس ذرا بات کرنا تھی تم سے اور مجھے خود ہی آنا تھا'
[illegible] رضوان کیسے ہو بھئی۔''عائشہ بات کرتے کرتے رک کر رضوان کی طرف
[illegible] لگی جس نے آگے بڑھ کر اسے سلام کیا' اور ساتھ ہی یہ بھی سمجھ گیا کہ
[illegible] اہم ہے' اس لئے اسے اب کھسکنا چاہیے۔

''بالکل ٹھیک ہوں عائشہ باجی آپ کیسی ہیں یار شہباز میں چلتا ہوں۔''

''ارے تم میری وجہ سے نہ جاؤ۔میں تو ذرا دیر کے لئے آئی ہوں بیٹھو
[illegible]''

"نہیں عائشہ باجی! ہمارا کیا ہے' ہر روز ہی ملتے ہیں' ابھی رات کو یہ میرے گھر آئے گا' یاد رہے ہاں' اوکے پھر اللہ حافظ۔" رضوان نے جھک کر عائشہ کو سلام کیا اور شہباز کا ہاتھ دباتا چلا گیا۔

"آیئے اندر آیئے ناں عائشہ باجی ابو فارغ ہیں۔"

نہیں شہباز! قریشی بھائی سے بات لمبی ہو جائے گی۔ میں ذرا ٹیلر کا بہانہ کر کے آئی ہوں' زبیر کو تو میرا باہر نکلنا زیادہ پسند ہی نہیں۔" وہ قدرے گھبرائی ہوئی کرسی پر ٹک گئی شہباز نے ایک ناگوار سا گہرا سا سانس فضا میں چھوڑا اور بیٹھ گیا۔

"جی" وہ پوری توجہ کے ساتھ حکم کا منتظر تھا۔

"ہاں شہباز! بات یہ ہے کہ دیبا نہیں آئی۔"

"دیبا نہیں آئی مگر کیوں؟" شہباز کو لگا جیسے یکدم تمام روشنیاں گل ہو گئی ہوں کیونکہ وہ تو یہ سمجھ رہا تھا کہ اب تک تو دیبا گھر آ چکی ہو گی۔

"وہ دیبا کی طبیعت کچھ خراب ہو گئی تھی اس لئے لبنیٰ نے اسے روانہ نہیں کیا۔"

"طبیعت خراب ہو گئی تھی۔" اداسی کی شدت میں اضافہ ہو گیا۔

"ہاں اب وہ پرسوں چھ بجے کی فلائیٹ سے آ رہی ہے اور یہ بات میں نے زبیر کو نہیں بتائی ان سے یہ ہی کہا ہے کہ ابھی شاید چند دن اور دیبا وہاں ٹھہرے گی۔ دراصل شہباز! زبیر براہ راست اسے لینے جائیں گے تو تمہیں تو علم ہے کہ دیبا ذرا تنگ مزاج بھی واقع ہوئی ہے اور زبیر سے تو وہ بہت چڑتی ہے نجانے زبیر کو میرے ساتھ اپنے استقبال کے لیے دیکھ کر کیا رویہ

اپنائے میں چاہتی ہوں کہ پرسوں میں اور تم اسے لینے جائیں۔ تمہیں کوئی کام تو نہیں۔" وہ اس کی طرف دیکھ رہی تھی جس کا چہرہ اس خوشخبری کی روشنی سے چمک اٹھا تھا۔ اس کی زندگی میں اس کام سے ضروری تو کوئی کام تھا ہی نہیں۔

"ارے عائشہ باجی! آپ فکر نہ کریں' میں حاضر ہو جاؤں گا۔" اس نے اپنی سرشاری کو چھپا کر کہا۔

"اچھا بھئی شہباز! اللہ تعالیٰ تمہیں خوش رکھے اور کامیابی دے' بہت ساتھ [illegible] ہو میرا۔"

"ایسی کوئی بات نہیں عائشہ باجی! یہ تو میرا فرض ہے۔" اور پھر اس نے عائشہ کے لئے گاڑی کا دروازہ کھولا اور ڈرائیور نے گاڑی اسٹارٹ کر دی' شہباز نے بھرپور مسکراہٹ کے ساتھ اوپر دیکھا سکون کی لطیف سی کیفیت دل میں جاگزیں ہو گئی۔

عائشہ بہت پریشان تھی کیونکہ ایک تو اس نے پہلی بار زبیر سے جھوٹ بولا تھا' اب وہ یہ سوچ رہی تھی کہ شہباز کے ساتھ جائے گی کیسے' وہ دعائیں مانگ رہی تھی کہ زبیر کو کوئی کام پڑ جائے اور وہ چلا جائے' زبیر کافی دیر سے اسے خیالوں اور سوچوں میں الجھا ہوا دیکھ رہا تھا مگر کسی نتیجے پر نہیں پہنچ پا رہا تھا۔

''کوئی پریشانی ہے ڈیر'' زبیر نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر پوچھا تو وہ چونک سی گئی۔

''ہوں' ہاں کوئی پریشانی نہیں'' وہ سیدھی ہو کر کھڑکی میں جا کھڑی ہوئی۔ کچھ دیر سوچتی رہی پھر مڑی۔

''ہاں میں یہ سوچ رہی تھی کہ آج ہم ڈنر باہر کریں گے' کیا خیال ہے

[illegible] اس نے نگاہیں چرائیں۔

''خیال برا نہیں مگر بیگم صاحبہ آج ہم ڈنر باہر ہی کریں گے مگر آپ نہیں [illegible]''

''[illegible] میں'' عائشہ نارمل ہونے لگی کیونکہ اسے معلوم تھا وہ جلدی گھر سے [illegible] جائے گا۔

''ہاں مظہر کے ساتھ ایک بزنس میٹنگ بھی ہے اور ڈنر بھی بلکہ تم ایسا کرو' [illegible] کپڑے نکال دو' میں ذرا فریش ہو جاؤں۔'' زبیر یہ کہہ کر باتھ روم کی طرف بڑھا اور وہ الماری کی طرف۔

''مگر ڈیر ابھی تو چار ہی بجے ہیں' اتنی جلدی۔'' عائشہ نجانے کیا کنفرم کرنا چاہ رہی تھی۔

''ہاں بزنس میٹنگ ہے مجھے اور مظہر کو جلدی جانا ہے بس اس سوال و جواب میں وقت برباد نہ کرو' جلدی کرو۔'' وہ باتھ روم میں گھس گیا اور عائشہ [illegible] کپڑے نکالنے لگی اور خدا کا شکر بھی کہ خود ہی پروگرام بن گیا۔

''پھر یہ ہوا کہ زبیر تو تیار ہو کر مظہر کی طرف نکل گیا اور عائشہ ٹیرس پر آ گئی' اسے بہت گھبراہٹ ہو رہی تھی وہ دیبا سے ایسے ہی خوف زدہ ہو رہی تھی جیسے کوئی مجرم جرم کر کے ہوتا ہے' وہ اس کا سامنا کرنے سے گھبرا رہی تھی۔ جب کہ شہباز شوق دید میں وقت سے بہت پہلے ہی آ گیا تھا جب عائشہ نے وقت بتایا تو وہ کچھ کھسیانا ہو کر گھڑی دیکھنے لگا۔ ایئر پورٹ پر دونوں بے قراری سے دیبا کا انتظار کر رہے تھے۔ عائشہ سوچ رہی تھی' نجانے دیبا پہلی نگاہ میں کوئی تبدیلی محسوس کرتی ہے یا نہیں۔ دونوں کی نظریں لاؤنج سے باہر آئی دیبا

پر ٹھہر گئیں ' ہلکے پیازی رنگ کے لباس میں وہ کچھ مرجھائی سی لگ رہی تھی۔ عائشہ بے تابی سے اس کی طرف بڑھی جب کہ شہباز وہیں سینے پر ہاتھ باندھے کھڑا رہا۔

'' دیبا میری جان! کیا ہو گیا تھا تمہیں۔کیسی طبیعت ہے اب بخار کیوں ہو گیا تھا۔'' عائشہ نے اسے ساتھ لگا کر ڈھیر سارا پیار کیا ' زندگی میں پہلی بار دونوں بیس دن کے لئے جدا ہوئی تھیں۔دیبا تو روئے جا رہی تھی۔دور کھڑا شہباز ان آنسوؤں کی نمی کو دل میں اتار رہا تھا۔

'' آپ کیوں نہیں آئی تھیں خالہ جانی ' میں کتنا بور ہوئی ہوں آپ کے بغیر ' ایسی بھی کیا مصروفیت تھی جس نے جس نے ......'' وہ بدستور سسک رہی تھی عائشہ نادم ہو رہی تھی اب کون سا جھوٹ بولے۔

'' سوری جان! خیر یہ بتاؤ ' اب تو تمہیں بخار نہیں ہے۔خیر میں اپنی جان کو خود ڈاکٹر کے پاس لے کر جاؤں گی اور انجوائے تو خوب کیا ہو گا۔'' دونوں ساتھ چلتی باہر آ گئیں۔

'' خاک انجوائے کیا ......'' بولتے بولتے دیبا کی نگاہیں سامنے کھڑے شہباز پر پڑیں تو چہرے پر عجیب سی ناگواری آ گئی۔شہباز نے صاف محسوس کر لیا تھا ' اس نے بھی چہرے پر سختی طاری کر لی اور وہ دونوں کے لئے گاڑی کے دروازے کھول دیئے۔وہ اس چھوٹی سی لڑکی کے سامنے جو اسے بے حد عزیز تھی ' کمزور پڑنا نہیں چاہتا تھا۔اس لئے وہ محتاط ہی رہتا یوں بھی وہ اسے قابل اعتبار کب سمجھتی تھی۔

'' ارے خالہ جانی آپ نے گولڈ کی چوڑیاں پہنی ہیں ' کتنی اچھی لگ رہی

ہیں امی میں تو ہمیشہ آپ کو کہتی تھی کہ آپ گولڈ کی چوڑیاں پہنا کریں۔اوہو! آپ نے گولڈ کے جھمکے بھی پہن رکھے ہیں۔ریڈ شیڈ لپ اسٹک واٹ اے چینج کلر والی آپ ' آپ تو کافی بدلی ہوئی لگ رہی ہیں اور کتنی پیاری بھی۔'' فرط مسرت سے دیبا نے عائشہ کو پیار کر لیا تو وہ سن ہو کر رہ گئی۔نظریں جھک گئیں ' شہباز نے ذرا سا گردن گھما کر دیکھا تو عائشہ گم صم سی بیٹھی تھی۔

'' ہاں جان! تمہیں پسند تھیں ناں تو میں نے سوچا۔آج تم کو خوش کر دیا بہت اچھی لگ رہی ہے ناں تبدیلی۔''

پھر تمام راستہ دیبا چہکتی رہی اور عائشہ انگلیاں مڑورتی پریشان ہوتی رہی ' گھر آ کر دیبا بے حد خوش تھی۔اس لگ رہا تھا جیسے اک مدت کے بعد گھر آئی ہو اور وہ تمام ملازمین سے گلے مل کر خوش ہو رہی تھی۔عائشہ کی ہدایت کے مطابق کسی نے بھی زبیر کا ذکر نہیں کیا۔

'' ارے اماں کیسی ہیں آپ ' پتا ہے میں نے بہت مس کیا ہے آپ لوگوں کو میں بڑا اچھا تحفہ لائی ہوں ' ابھی دیتی ہوں ...... ارے خالہ جانی۔'' بات کرتے کرتے دیبا میز کی طرف بڑھی اور ہاتھ میں ایش ٹرے پکڑے دوسرے ہاتھ سے ناک کو بند کر کے حیرت سے دیکھ رہی تھی جو سگریٹ کے ٹکڑوں سے بھری پڑی تھی۔عائشہ کی ہتھیلیوں میں پسینہ آ گیا۔اسے یوں لگا جیسے وہ کوئی جرم کرتے ہوئے رنگے ہاتھوں پکڑی گئی ہو۔

'' ہمارے گھر ایسا کون سا مرد آتا ہے خالہ جانی جو اتنے سگریٹ پیتا ہے۔اماں! پھینکئے اس کو باہر نجانے لوگ کیسے ہوتے ہیں نہ اپنی صحت کا خیال ہوتا ہے اور نہ دوسروں کی ' لے جائیں اور پھینک دیں۔'' دیبا نے ایش ٹرے

اماں کی طرف بڑھائی جو گم صم کھڑی عائشہ کو دیکھ رہی تھیں جیسے کہہ رہی ہو کہ اب کیا ہوگا' دیبا کو کیسے بہلایا جائے گا۔

''چھوڑو یہ فضول باتیں آؤ پہلے کھانا تو کھاؤ۔اماں جائیں شہباز کو بلائیں وہ بھی کھانا ہمارے ساتھ ہی کھائے گا۔'' عائشہ نے اس کا ہاتھ پکڑا تھا اور ڈائیننگ روم کی طرف بڑھتے ہوئے شہباز کو بلا رہی تھی۔

''شہباز میاں تو اسی وقت واپس چلے گئے تھے بیٹی۔'' اماں نے ایش ٹرے صاف کر کے دوبارہ میز پر رکھتے ہوئے کہا۔

''اچھا تو کھانا لگوائیے'' اس نے وال کلاک کی طرف دیکھا' زبیر کے آنے میں ابھی وقت تھا۔

''نہیں اماں! ابھی نہیں' ابھی قطعی بھوک نہیں' خالہ جانی میں فریش ہو جاؤں تو پھر ہم آئس کریم کھانے جائیں گے ٹھیک ہے ناں'' وہ اس کی گردن میں بازو ڈالے لاڈ سے پوچھ رہی تھی۔

''ہوں...... ہاں...... چندا کیوں نہیں جاؤ تم چینج کر آؤ۔'' عائشہ نے کھوئی کھوئی سی آواز میں کہا تو دیبا اپنے کمرے میں آ گئی اور سامنے ہی اس کے تکیے پر اس کے پسندیدہ پھولوں کا بکے پڑا تھا جس پر ''ویلکم'' لکھا تھا وہ کچھ چونک سی گئی' وہ بارہا ایسا بکے وصول کر چکی تھی مگر آج تک دینے والے کا پتا نہیں چلا تھا۔اس نے بکے اٹھا لیا بلاشبہ اس میں ان تمام رنگوں کے پھول تھے جو اسے پسند تھے۔وہ ہاتھوں میں لئے باہر آ گئی۔

''خالہ جانی! یہ بکے کس نے رکھا ہے میرے کمرے میں؟''

''بکے'' عائشہ اس کی طرف گھوم گئی مگر وہ تو خود لاعلم تھی۔

''کہاں چاند! ہو سکتا ہے اماں نے کسی سے منگوا لیا ہو' چلو آؤ آئس کریم [illegible] ہیں۔'' وہ دونوں گھوم کر آئس کریم وغیرہ کھا کر آئیں تو گیارہ بج [illegible] وقت یوں بھی عائشہ گھڑی دیکھتی رہی تھی۔

''کیا بات ہے خالہ جان! آپ بار بار وقت کیوں دیکھ رہی ہیں۔'' دیبا [illegible] کر دیکھا' یوں بھی وہ محسوس کر رہی تھی کہ عائشہ کچھ غیر حاضر ہے' [illegible] ہے اور کیوں ہے یہ وہ نہیں جانتی تھی اور کچھ زبیر اس کے دل و [illegible] چکا تھا۔

[illegible] یوں ہی' ارے دیکھو تو بارش ہو رہی ہے' موسم تو صبح ہی سے [illegible] بادل خوب گھرے ہوئے تھے۔لگتا ہے' آج خوب برسیں [illegible] اس کی بات ٹال کر عائشہ نے گاڑی لاک کرتے ہوئے اس کا ہاتھ [illegible] قدموں سے چلتی اندر کی طرف بڑھی مگر گیٹ سے اندر آنے تک [illegible] بارش میں خاصی بھیگ چکی تھیں اماں سکینہ سامنے ہی کھڑی تھیں دیبا تو [illegible] گئی' اماں عائشہ کی طرف آ گئیں۔

''[illegible] میاں! تمہارے جاتے ہی آ گئے تھے' بار بار پوچھ رہے تھے کہہ [illegible] ہی آؤ تو۔''

''[illegible] آ گئے......'' عائشہ سن سی ہو گئی' کسی آنے والے طوفان کے خوف [illegible] اٹھی۔وہ اچھی طرح جانتی تھی کہ دیبا کو زبیر ہرگز پسند نہیں اور وہ قطعی [illegible] کرے گی۔

''کیا ہوا خالہ جانی؟'' دیبا واپس پلٹ آئی تھی۔

''[illegible] نہیں چندا! تم آرام کرو۔جاؤ لیٹ جاؤ' تمہاری طبیعت ابھی ٹھیک

نہیں ہوئی' اماں میری بیٹی کو اچھی سی کافی بنا کر دیں' میں ذرا کاپیاں چیک لوں' پرنسپل کا فون آیا تھا۔'' عائشہ نے جان چھڑانے والے انداز میں کہا تو کافی بور ہو گئی کیونکہ آج تو وہ اپنی پیاری سی خالہ جانی کے ساتھ رہنا چا[illegible] تھی۔

''خالہ جانی! یہ تو فاؤل ہے میں اتنے دنوں بعد آئی ہوں اور آپ ویسی [illegible] مصروف ہیں۔بس آج آپ میرے ساتھ رہیں گی کچھ نہیں کریں گی اتنے دنو[ں] بعد تو ہم ملے ہیں۔'' دیبا اس کے گلے میں جھول گئی تو عائشہ بے بسی سے اماں کو دیکھ کر رہ گئی اماں کو بھی عائشہ پر ترس آ گیا۔

''دیبا! آج میں تمہیں بڑی اچھی کہانی سناؤں گی۔آؤ ہم چلتے ہیں اماں نے یوں کہا جیسے وہ کوئی ننھی بچی ہو۔''

''اماں اب میں بڑی ہو گئی ہوں' پریوں شہزادیوں کی کہانیاں اب اچھی نہیں لگتیں۔'' اس نے منہ بنایا۔

''دیبا جان ضد نہ کرو۔میں فارغ ہو کر آ جاؤں گی۔تھوڑی سی کاپیاں ہیں تم لیٹو میں آتی ہوں۔'' اسے بچوں کی طرح بہلاتے ہوئے بیڈ پر لٹا کر وہ [illegible] گئی۔

''آئی ایم سوسوری زبیر! وہ اچانک ہی لبنیٰ کا فون آ گیا تھا کہ دیبا آ رہی ہے تو۔'' وہ گھبرائی سی شرمندہ سی زبیر کی طرف بڑھی جو بیڈ پر نیم دراز تھا اس کی وضاحت پر اس نے ہاتھ اٹھا کر منع کیا اور کھڑا ہو کر کچھ دیر اسے دیکھتا رہا۔عائشہ کی جان پر بن گئی۔

''مجھے اماں نے سب کچھ بتا دیا ہے۔'' اس نے سگریٹ کا گہرا کش لے کر

[illegible] کیا۔

''کیا کچھ بتا دیا ہے؟'' عائشہ نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیری۔

''یہی کہ میرے جاتے ہی لبنیٰ کا فون آ گیا تھا اور تم ائیرپورٹ گئی ہو [illegible] چھوڑو' کیسی ہے دیبا؟ اس کی طبیعت کیسی ہے میں تو خاصا [illegible] اس کے بخار کے بارے میں۔'' زبیر بڑی لگاوٹ سے پوچھ [illegible] نے سکون کا گہرا سانس لیا اور ممنون نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔

''آپ نے مائنڈ تو نہیں کیا۔''

''لو اس میں مائنڈ کرنے کی کیا بات ہے؟'' زبیر نے بے نیازی سے کہا۔

''اوہ ...... زبیر! آپ بے حد اچھے ہیں'' عائشہ تو فدا ہو رہی تھی زبیر پر۔

''چھوڑو یہ فارمل باتیں! میں تمہارے لئے گجرے لایا ہوں آؤ۔'' زبیر [illegible] ٹیبل پر رکھے گجرے اٹھائے' عائشہ اپنی قسمت پر نازاں آنکھیں [illegible] کلائیاں آگے کئے کھڑی ہو گئی۔بارش تیز ہو گئی تھی۔دیبا کافی دیر تک [illegible] اور اپنے کمرے کے سکون کو محسوس کرتی رہی' اپنے بیڈ پر لیٹی وہ کھڑکی [illegible] بارش کو انجوائے کرتی رہی۔

''اتنا بور کرتی ہیں ناں خالہ جانی! اب بھلا یہ کوئی موسم ہے کاپیاں چیک کرنے' خود ہی لے کر آتی ہوں۔'' اس نے چادر ہٹائی اور باہر آ گئی۔

''زبیر! میں بہت گھبرا رہی ہوں' دیبا کو یہ سب کیسے بتایا جائے گا۔''

''تم تو ناحق اسے اتنی اہمیت دیتی ہو۔میرا مطلب ہے بچی ہے' میں خود اسے بتا دوں گا' تم پر کوئی بات آئے گی ہی نہیں وہ ہماری بیٹی ہے اسے تو خوش ہونا چاہیے کہ اسے چاہنے والے زیادہ ہو گئے ہیں۔'' زبیر نے سگریٹ ہونٹوں

تلے دبایا اور عائشہ کو گجرا پہنانے لگا دوسری کلائی میں پہنا رہا تھا کہ دروازہ [illegible] سے کھلا۔

”خالہ جا......“ وہ جو اپنی خالہ جانی کو لینے آئی تھی، سامنے جو منظر دیکھا [illegible] ملا۔اس نے اس پر سکتہ طاری کر دیا۔وہ کھلے منہ اور پھٹی آنکھوں سے دیکھ[illegible] گئی۔زبیر عائشہ کی کلائی تھامے کھڑا تھا اعتماد اعتبار اور خالہ کی پارسائی کی [illegible] بریک ایبل عمارت جب دیبا پر گری تو وہ ڈھے گئی۔زبیر اور عائشہ نے ایک [illegible] دوسرے کو دیکھا۔

”نہیں ......نہیں میری خالہ جانی اتنا نہیں گر سکتیں، اتنی کمزور کہاں [illegible] میری خالہ جانی یہ، یہ سب جھوٹ ہے ہاں، بالکل جھوٹ ہے......“ دیبا جیسے خو[illegible] سے بول رہی تھی۔

”دیبا ......دیبا میری جان میں نے کوئی گرا ہوا کام نہیں کیا، جان ہم نے [illegible] شادی کر لی ہے۔“زبیر نے مضبوطی سے عائشہ کا ہاتھ تھام رکھا تھا، تب ہی تو [illegible] اس نے دلیری سے دیبا کو بتا دیا۔

”ہاں دیبا! ہم نے شادی کر لی ہے جب تم گئی تھیں ناں تو دیکھو تم ہماری بیٹی ہو، ہماری بے بی ہو۔“زبیر نے اسے شانوں سے پکڑ کر اندر لانا چاہا مگر دیبا جیسے ہوش میں آ گئی اسے لگا جیسے بجلی کے ننگے تاروں نے اسے چھو لیا ہو۔

”شٹ اپ ڈونٹ ٹچ می“ وہ ہذیانی انداز میں چلائی۔

”دیبا ......دیبا میری جان میری گڑیا ......“ عائشہ نے اسے ساتھ لگانا چاہا تو وہ نفرت سے پیچھے ہٹ گئی۔اس کے معصوم اعتماد پر تو بجلی گری تھی، وہ تو ٹوٹ پھوٹ گئی تھی۔

[illegible] خالہ جانی! آپ تو مسز زبیر ہیں، اب میری خالہ جانی [illegible] ......“ وہ ہیجانی سی کیفیت میں روتی ہوئی اپنے کمرے میں [illegible] قالین پر گر کر رونے لگی تو زبیر اسے سمجھانے لگے۔دیبا پر تو [illegible] وہ تڑپ تڑپ کر رو رہی تھی، اس کا اعتماد مجروح ہوا تھا [illegible] اسلام آباد بھیج کر یہ کاروائی کی گئی۔اس نے غم و غصے میں [illegible] اکھاڑ دیا۔قیمتی ڈیکوریشن پیس، وال کلاک اٹھا کر باہر پھینک [illegible] اس کا دل چاہ رہا تھا کہ کچھ کر ڈالے، اس نے عائشہ کو نجانے کیا [illegible] ہاں، اعتماد، اعتبار، بھرم سب ہی کچھ تو ختم ہو گیا تھا، عائشہ کی تو [illegible] رہی تھی کہ اس کے پاس جائے، دیبا نے چابی اٹھالی اور جنونی [illegible] گیٹ کھولا ملازم بھی اپنے ٹھکانوں پر تھے کسی کو خبر ہی نہیں ہوئی [illegible] لے اڑی۔

[illegible] غضب ہو گیا، دیبا گاڑی لے کر نکل گئی ہے۔“

"اوہو اتنی تیز بارش میں کون آ گیا اور بابا بھی گیٹ کھول نہیں رہے اور ان کی طبیعت خراب ہے میں خود ہی دیکھ لیتا ہوں۔"...... شہباز جو بیڈ پر لیٹا کتاب دیکھ رہا تھا کہ مستقل بیل کی آواز پر چونک کر کھڑکی پر آیا' پھر خیال آیا کہ بابا کی طبیعت خراب ہے تو خود ہی گیٹ کھولنے آ گیا ...... گیٹ تک آتے آتے وہ بھی بھیگ گیا تھا۔

"دیبا تم!" گیٹ پہ بھیگی ہوئی روتی ہوئی دیبا کو یوں اچانک غیر متوقع طور پر دیکھ کر شہباز کو جیسے برقی جھٹکا لگا' اس کی حالت بتا رہی تھی کی خیر نہیں۔

"دیبا! خیریت تو ہے ناں۔"...... وہ اب تک شاک میں کھڑا تھا مگر دیبا اسے اور اس کے سوال کو نظرانداز کرتی بھاگتی ہوئی اندر گئی اور سیدھی قریشی صاحب کے کمرے میں چلی گئی۔

"انکل!" وہ اس آواز پر چونک کر مڑے ابھی نماز سے فراغت کے بعد [illegible] کر کے رکھ رہے تھے۔

"دیبا بیٹی تم!" ان کو بھی شہباز کی طرح برقی جھٹکا لگا تھا' اس سے قبل کہ [illegible] کام کرتے' وہ روتی ہوئی ان کے ساتھ جا لگی اور اتنا روئی کہ بے [illegible] لگی' وہ تڑپ اٹھے۔

"دیبا بیٹی! ایسا کیا ہو گیا ہے تم اکیلی یہاں تک وہ بھی اتنے خطرناک موسم [illegible] معلوم نہیں ہے کیا۔"

وہ پیار سے پوچھ رہے تھے اور وہ روئے جا رہی تھی۔

"دیبا بیٹی! چلو ذرا خود کو سنبھالو اور اپنے انکل کو بتاؤ' کیا بات ہے' کیا [illegible] عائشہ کو پتا ہے تم یہاں ہو۔" انہوں نے بمشکل اسے پانی کے دو گھونٹ [illegible] اس کی حالت غیر ہو رہی تھی۔

"دیبا بیٹے! اگر انکل کے پاس آئی ہو تو بتاؤ ناں' کیا بات ہے۔"

انہوں نے شہباز کے ہاتھ سے ٹشو لے کر دیبا کا چہرہ خود صاف کیا' وہ کھلا [illegible] بھی جو مرجھا کر رہ گئی تھی۔

"انکل ...... آج میرے والدین ختم ہو گئے ہیں' آج میری زندگی ختم ہو گئی انکل۔ ایسا کیوں ہوا کیوں میرا سب کچھ ختم ہو گیا انکل۔"

وہ روئے جا رہی تھی قریشی صاحب کی آنکھیں بھی بھیگ گئیں۔ شہباز دور جا کر کھڑکی میں کھڑا ہو گیا۔

"دیبا بیٹی! کس وجہ سے خفا ہو' بری بات ہے بیٹا ایسا نہیں کہتے تمہاری [illegible] جانی تمہیں کتنا چاہتی ہیں۔" قریشی صاحب نے اسے سمجھانا چاہا' مگر اس

وقت وہ کوئی بات سننے پر تیار نہیں تھی۔

"چاہتی ہوتیں، تو انکل میرے ساتھ ایسا فراڈ کرتیں دھوکہ دیتیں کہ مجھے اسلام آباد بھیج کر اس گندے آدمی کے ساتھ شادی کرتیں، آج میرا کوئی اپنا ہوتا تو......تو۔"

وہ رو رو کر بے حال ہو رہی تھی، شہباز سے یہ صورت حال نہیں دیکھی گئی۔وہ باہر نکل گیا۔

"دیبا بیٹی میری بات غور سے سنو، دیکھو میں کچھ حیثیت تمہاری زندگی میں رکھتا ہوں تو تم آئی ہو ناں۔دیکھو شادی کرنا زندگی کا ایک لازمی فریضہ ہے، عائشہ نے اگر ایسا کیا تو کوئی برائی نہیں کی۔"

"نہیں" ایک زوردار آواز کے ساتھ شیشہ ٹوٹ گیا۔

"نہیں انہوں نے کوئی گناہ نہیں کیا، اپنا حق استعمال کیا ہے۔میں جانتی ہوں انکل مگر......مگر...... اتنے خراب آدمی سے اس طرح چوری چھپے، شادی کی، مجھے جھوٹے بہانے کرکے اسلام آباد بھیج دیا۔انکل! یہ دھوکا فریب ہے کہ نہیں، اتنی بے اعتمادی اف میرے خدا خالہ جانی یہ آپ نے کیا کر دیا آپ نے شادی کرنا تھی تو کسی اچھے آدمی سے کی ہوتی ہم تو آئینہ تھے ایک دوسرے کا آئینے پر یہ کیسی گرد جم گئی ہے، خالہ جانی کہ کہ آپ گم ہو گئیں اور تنہا ہو گئی۔اف میرے خدایا۔" دیبا غم و غصے کی شدت سے دیوانی ہو رہی تھی۔اسے کچھ ہوش نہیں تھا، اس نے غصے کی شدت سے ٹوٹے ہوئے گلاس کی کرچیوں کو دونوں ہاتھوں میں بھر لیا تو خون کسی فوارے کی طرح گرنے لگا۔

"دیبا......!" شہباز کی نظر پڑی تو وہ تیزی سے بھاگتا ہوا آیا اور اس کی

اور دونوں مٹھیاں پوری قوت لگا کر کھولیں۔قریشی صاحب تو دل کے مریض تھے اس صورت حال نے ان کو خاصا پریشان کر دیا تھا، اگر شہباز نہ ہوتا تو شاید وہ اس صورت حال کو سنبھال نہ سکتے۔

"یہ کیا حماقت ہے دیبا؟" شہباز کو ایسے لگ رہا تھا جیسے یہ زخم اس کے دل پر آئے ہوں مگر دیبا اس وقت جنونی کیفیت میں تھی۔اسے شہباز کی یہ مداخلت انتہائی ناگوار گزری۔

"آپ کون ہیں، چلے جائیں یہاں سے، میں جو بھی کروں آپ کو مطلب، جائیں یہاں سے۔" قریشی صاحب کو تو اس صورت حال نے حواس باختہ کر دیا تھا۔ان کے عزیز از جان دوست وہاب کی یہ معصوم سی بیٹی آج یوں شکست و ریخت کے عمل سے گزر رہی تھی۔ان میں تو اتنی بھی ہمت نہیں تھی کہ اس کو کوئی تسلی کوئی دلاسا دیتے، وہ تو حیران اس بات پر تھے کہ وہ بچی ہو کر بھی زبیر کو پہچان گئی تھی۔

"دیبا بیٹی! یہ تم نے کیا کیا ہے تمہارے ہاتھوں کے یہ زخم میرے دل پر آئے ہیں۔بیٹا شہباز! ڈاکٹر کو لے آؤ۔" قریشی صاحب نے لرزتے ہاتھوں سے دیبا کے خون آلود ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر اسے ساتھ لگا لیا اور رو پڑے۔آج شدت سے ان کو وہاب یاد آ رہا تھا اور بہت زیادہ چلانے اور غم و غصے کی زیادتی اور خون کے بہہ جانے سے دیبا نڈھال سی ہو رہی تھی۔اس پر غنودگی طاری ہونے لگی تھی۔شہباز نے پلٹ کر قریشی صاحب کے ساتھ لگی دیبا کو دیکھا جو اس وقت بالکل کم سن بچی کی طرح ان سے لپٹی ہوئی تھی۔پھر اس کی نظر اس کے ہاتھوں پر پڑی، ایک ٹیس سی اٹھی وہ جلدی سے وہاں سے ہٹ

گیا۔بارش تھم چکی تھی وہ گاڑی لے کر بھاگتا ہوا رضوان کی طرف چلا گیا۔رضوان ڈاکٹر بھی تھا اور اس کا ہمراز دوست بھی۔

''اوہ آؤ...... آؤ اس موسم میں تو بندہ کسی اور ہی سے ملنا چاہتا ہے مگر خیر تم بھی، لیکن یہ تمہیں ہوا کیا ہے' خطرناک سنجیدگی کس لیے؟'' رضوان جو ایزی چیئر پر نیم دراز گرم گرم کافی پیتے ہوئے' موسم انجوائے کر رہا تھا' شہباز کو سنجیدہ دیکھ کر اٹھ کر اس کے قریب آ گیا۔

''اپنا بیگ اٹھاؤ اور جلدی چلو اسی وقت اسی حلیے میں۔'' شہباز نے اسے دوسرے کمرے کی طرف دھکیلا وہ دو قدم جا کر پھر پریشانی سے پلٹا۔

''کچھ منہ سے پھوٹو تو سہی'' جواباً شہباز نے گھورا تو وہ اچھا بابا کہہ کر چلا گیا۔

''زبیر! کچھ کریں ...... کچھ کریں ...... کہاں چلی گئی میری دیبا' اس موسم میں وہ ...... وہ ......'' عائشہ مستقل روئے جا رہی تھی' دیبا کا اس خراب موسم میں اکیلے گھر سے چلے جانا معمولی بات تو نہیں تھی۔طرح طرح کے وہم عائشہ کو ناگ بن کر ڈس رہے تھے۔اماں سکینہ الگ کونے میں بیٹھی منہ پر دوپٹہ ڈالے رو رہی تھی اور زبیر کے لیے یہ صورت حال ناپسندیدہ تھی۔اس نے ایک قہر بار نگاہ اماں سکینہ پر ڈالی۔

''اوہو اماں تم تو یہ رونا دھونا بند کرو' کوئی مر نہیں گئی وہ۔''

''خدا نہ کرے زبیر! کیسی بات منہ سے نکال دی آپ نے۔'' عائشہ نے تڑپ کر زبیر کو دیکھا جو غصے سے اماں کو گھور رہا تھا۔اماں نے بھی اس کی بات پر [illegible] سے زبیر کو دیکھا اور اٹھ کر دوسرے کمرے میں چلی گئیں۔زبیر

پینٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے عائشہ کی طرف آ گیا جس کی سسکیوں میں زبیر کی بات سے اضافہ ہو گیا تھا۔

''معاف کیجئے گا بیگم صاحبہ! آج یہ جو آپ کی بیٹی صاحبہ نے حرکت فرمائی ہے ناں' یہ آپ ہی کی تربیت ہے۔''

''طنز مت کریں زبیر! میں پہلے ہی پریشان ہوں اور آپ۔''

''میں طنز نہیں کر رہا ہوں عائشہ! یہ تو ہونا ہی تھا' دیبا بچی ضرور ہے مگر اتنی بھی نہیں کہ اتنی بڑی بات اس سے چھپائی جائے' میں نے پہلے ہی کہا تھا' اسے سب کچھ بتا کر اس کے سامنے سب کچھ ہو مگر تم نے ایک نہ سنی' یہ میری بات نہ ماننے کی چھوٹی سی مثال ہے۔آئندہ بھی میری بات نہ مانی تو بڑا نقصان بھی ہو سکتا ہے۔'' زبیر نے سگریٹ جلا کر' ہونٹوں میں دبایا' عائشہ اٹھ کر اس کے قریب چلی گئی اور ہاتھ پکڑ لیے۔

''مانا سب مانا' میرا قصور تھا میری خطا تھی۔زبیر! مگر اب کیا کروں آئندہ آپ کے ہی مشورے پر عمل کیا کروں گی۔پلیز میری دیبا کے لیے کچھ کریں۔'' وہ ملتجی لہجے میں گڑگڑا رہی تھی اور ہونٹوں میں سگریٹ دابے زبیر قدرے مطمئن نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا' پھر اس نے گہرا کش لے کر سگریٹ ایش ٹرے میں مسل دیا۔

''عائشہ ...... ! میں' میں تمہارے ساتھ ہوں' مجھے کم پریشانی نہیں ہے دیبا کی مگر وہ کہاں جا سکتی ہے۔'' زبیر ابھی کہہ ہی رہا تھا کہ دروازہ بغیر دستک کے کھلا اماں سکینہ برآمد ہوئیں۔

''عائشہ بیٹی! شہباز میاں کے ہاں پتا کرو' وہاں ہی گئی ہو گی۔'' اماں کو تو

اس بات کا یقین تھا کہ وہ وہاں ہی گئی ہو گی مگر عائشہ کے ذہن میں یہ خیال کیوں نہیں آیا تھا۔شاید اس لیے کہ زبیر ان کے نام سے چڑتا تھا۔عائشہ کے ڈوبتے دل نے حوصلہ پکڑا۔وہ فون کی طرف لپکی اور زبیر اماں کی طرف خونخوار انداز میں بڑھا۔

''یہ تمہیں الہام ہوا ہے بیٹھے بیٹھے کہ دیبا وہاں ہے۔''

''توبہ جی' میں تو گناہگار ہوں' صاحب جی مگر دیبا بیٹی پہلے بھی جب ذرا عائشہ سے خفا ہوتیں تو قریشی صاحب کے ہاں چلی جایا کرتی تھیں۔''

''اچھا اب زیادہ بک بک نہ کرو اور خبردار جو بغیر دستک کے ہمارے کمرے میں آئیں۔'' اماں اور زبیر کی نوک جھونک سے بے خبر' عائشہ شہباز کا نمبر ٹرائی کر رہی تھی۔گھبراہٹ میں نمبر بھی بھول گئی تھی۔نمبر کے لیے ڈائری نکالنے لگی تو اسی وقت فون کی بیل ہوئی۔

''ھیل ...... ہیلو'' کسی بری خبر کے خیال سے عائشہ کا دل حلق میں آ گیا آواز ڈوب گئی۔

''عائشہ باجی!'' دوسری طرف شہباز تھا۔

''ہاں ...... ہاں ...... میں ہوں شہباز! دیبا تمہاری طرف ہے ناں۔'' آواز کی لرزش اس کے دل کی بے چینی اور تڑپ کی غمازی کر رہی تھی۔شہباز کچھ دیر کے لیے چپ ہو گیا اور سکوت کے یہ لمحے عائشہ پر قیامت بن کر ٹوٹے۔

''شہباز! بولتے کیوں نہیں؟ دیبا'' وہ رو پڑی۔

''جی یہاں ہی ہے دیبا'' دکھ بھری سانس لے کر شہباز نے اطلاع دی تو عائشہ کو لگا جیسے کوئلوں پر کسی نے ٹھنڈا پانی ڈال دیا ہو۔زبیر بغور اس کے

چہرے کی کیفیات دیکھ رہا تھا۔

"کس قدر گھٹیا انسان ہو تم شہباز! دیبا وہاں تھی اور تم باپ بیٹے کو اتنی توفیق نہ ہوئی کہ فون ہی کر کے اطلاع دے دیتے۔ یہاں میری جان پر بنی ہوئی ہے۔ چار گھنٹوں سے میں اور زبیر اس بارش اور دھند میں کہاں کہاں نہیں گئے اور تم دونوں کو ذرا خیال نہیں آیا کہ ......" نجانے کیوں عائشہ کو اتنا طیش آ گیا کہ اس نے آؤ دیکھا نہ تاؤ اور شہباز کو سنا ڈالیں۔ جواب تو اس کے پاس بھی معقول تھا مگر وہ احترام کرتا تھا۔

"گستاخی معاف عائشہ باجی! اسی شہر میں ہمارا گھر بھی ہے مگر شاید گہری دھند میں آپ کو ہمارا گھر نظر ہی نہیں آیا۔" وہ غم وغصہ کے جذبات پر قابو پا کر اتنا ہی کہہ پایا۔

"فضول باتیں نہ کرو اور دیبا سے بات کراؤ۔" عائشہ نے دھونس بھرے انداز میں کہا۔

"ایک اور فضول بات سن لیجئے کہ گزشتہ چار گھنٹے ہم نے جس اذیت میں گزارے ہیں' یہ ہم ہی جانتے ہیں۔"

"شہباز ......! میرا ضبط نہ آزماؤ' دیبا سے بات کراؤ" اس بار اس کے لہجے میں صرف بے بسی تھی۔

"آئی ایم سوری وہ بات کرنے کی پوزیشن میں نہیں۔" شہباز نے مختصر جواب دیا۔

"کیوں ...... کیا ہوا ہے اسے ......؟" وہ پھر چلائی۔

"آ کر دیکھ لیجئے" شہباز نے سرد لہجے میں کہا اور ریسیور رکھ دیا تو وہ زبیر

کی طرف مڑی۔

"چلیے زبیر! یہ لڑکا تو نجانے کیا کہہ گیا ہے۔" وہ دیبا کو دیکھنے کے لیے مچل گئی۔

"ابھی کہاں' ابھی تو یہ باپ بیٹا تمہیں دن میں تارے دکھائیں گے ہزار بار کہا ہے' ان کو سر میں مت چڑھاؤ مگر تم میری سنو بھی تو ......" تمام راستے زبیر قریشی صاحب اور شہباز کے خلاف بولتا رہا وہ ان دونوں کے کیوں خلاف تھا۔ یہ عائشہ نہیں سمجھ پائی تھی۔

دیبا کے ہاتھوں پر زخم آئے تھے۔رضوان کو اسے اپنے کلینک لے جانا پڑا جہاں قریشی صاحب نے بڑی منت سماجت کے بعد اس کے ہاتھوں پر پٹیاں بندھوائیں اور اب وہ قریشی صاحب کے بیڈ پر بے سدھ پڑی تھی۔چہرے پر اندرونی توڑ پھوڑ کے آثار نمایاں تھے اور خون کے دھبے بھی نمایاں تھے۔عائشہ کو قریشی صاحب کا گھر آج کوہ قاف جتنا دور لگ رہا تھا۔گاڑی رکتے ہی وہ زبیر کی طرف دیکھے بغیر اندھا دھند اندر کی طرف بھاگی مگر دیبا کو اس حال میں دیکھ کر تڑپ گئی۔

''دیبا......! میری گڑیا! میری جان۔'' عائشہ ضبط نہ کر سکی اور رضوان کے منع کرنے کے باوجود بے سدھ پڑی دیبا سے لپٹ گئی۔

''یہ...... یہ اس کے ہاتھوں پر کیا ہوا ہے......؟ کیوں پٹیاں باندھی ہیں۔''

عائشہ نے وحشت زدہ نظروں سے شہباز کو دیکھا تو قریشی صاحب اس کو پکڑ کر باہر لے گئے اور تمام صورت حال بتا دی۔

''پھر میں کیا کروں قریشی بھائی۔'' عائشہ بے بسی سے بولی۔

''تم نے دیبا کو بے خبر رکھ کر بہت بڑی غلطی کی، تمہیں کچھ اندازہ نہیں کہ اس نے کس طرح یہاں آ کر خود کو ختم کرنے کی کوشش کی ہے میں اللہ تعالیٰ کا شکر گزار ہوں کہ اس کی پاک ذات نے بچی کی جان بخشی اور اس طوفانی رات میں صحیح جگہ پر بھی پہنچا دیا۔''

''میں اب کیا کروں قریشی بھائی! تیر کمان سے نکل چکا ہے' آپ لوگوں کو اندازہ نہیں کہ زبیر کتنے اچھے اور مخلص انسان ہیں۔دیبا تو ناحق ہی ان سے چڑتی ہے۔''

''بہرحال اب صورت حال خاصی نازک ہو گئی ہے' تمہیں دونوں کو سنبھالنا ہے۔''

''میں دیبا کو لے جاؤں اب؟'' عائشہ واپس دیبا کے پاس آ گئی۔زبیر بھی اب دیبا کے قریب کھڑا' ہمدردی اور تاسف بھری نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔

''نہیں عائشہ! میرے خیال میں ابھی دیبا ذہنی دباؤ میں ہے۔اس کو میرے پاس رہنے دو میں اسے سمجھاؤں گا آپ لوگ پریشان نہ ہوں۔''

''قریشی بھائی! میرے خیال میں بچیوں کو اپنے ہی گھر میں رہنا چاہیے۔دیبا ہماری بچی ہے اور ہم اس کو لینے آئے ہیں۔'' زبیر کو ان کی ہمدردی ناگوار گزری تھی۔شہباز اور رضوان نے ایک ساتھ زبیر کو دیکھا پھر ایک دوسرے کو دیکھا شہباز تو چپ رہا مگر رضوان کھنکھار کر آگے بڑھا۔

'' انکل بالکل درست کہہ رہے ہیں زبیر صاحب! بحیثیت ڈاکٹر میں نے ہی مشورہ انکل کو دیا تھا۔دیبا سخت ڈپریشن کا شکار ہے اور اس کے ہاتھوں کے زخم گہرے ہیں اور مائنڈ نہ کیجئے گا۔وہ آپ کو اتنی جلدی قبول نہیں کرے گی۔لہٰذا زیادہ نہیں تو بیماری کے ان دنوں میں جب تک اس کے زخم ٹھیک نہیں ہو جاتے۔آپ اس کے سامنے آیئے گا بھی نہیں۔'' لہجہ مودب تھا شائستہ تھا مگر جو بات رضوان نے کہی تھی' تیر کی طرح وہ زبیر کے دل میں ترازو ہوگئی تھی مگر اسے خود پر کنٹرول کرنا آتا تھا۔

'' او کے ... او کے ڈاکٹر صاحب! جیسا آپ کا حکم' دیبا جب تک یہ لوگ چاہیں گے یہاں رہے گی۔ایسی کیا بات ہے چلیں جی۔'' ایک طرف جھک کر سگریٹ کو ایش ٹرے میں مسلتے ہوئے زبیر نے خوش خلقی سے رضوان سے کہا پھر عائشہ کی طرف مڑا جو بار بار دیبا کو پیار کر رہی تھی۔اس واقعے نے عائشہ کو اتنا سہما دیا تھا کہ وہ دیبا کو اب نظروں سے اوجھل کرنا نہیں چاہتی تھی۔وہ اس کے پاس رکنا چاہتی تھی مگر زبیر سے کہنے کی ہمت نہیں ہو رہی تھی۔

'' زبیر اس وقت دیبا کو میری ضرورت ہے یوں بھی جب وہ ہوش میں آئے گی تو مزید بدظن ہو جائے گی کہ میں اسے دیکھنے بھی نہیں آئی۔'' عائشہ کی بات پر زبیر کو شدید قسم کا تاؤ آ گیا مگر وہ ضبط کرنا جانتا تھا۔

'' یہ تم نے کیسے جان لیا کہ دیبا کو تمہاری ضرورت ہے میرا مطلب ہے کہ یہاں قریشی بھائی ہیں شہباز ہے اور پھر ڈاکٹر رضوان ہیں ...... بہت ہیں دیبا کی تیمارداری کے لیے ٹھیک ہے ناں۔'' دھیمے سرد لہجے میں زہر میں ڈوبے الفاظ کا مطلب تو باقی تینوں سمجھ ہی گئے۔بازو پر زبیر کے ہاتھ کے دباؤ نے عائشہ کو اور

بھی بہت کچھ سمجھا دیا۔اس وقت جب وہ اپنی نازوں پالی بھانجی زخمی اور دکھی دیبا کو چھوڑ کر جا رہی تھی تو کچھ دیر کے لیے اسے زبیر سے نفرت سی محسوس ہوئی۔

'' خدا حافظ میری جان'' عائشہ نے جھک کر بے ہوش پڑی دیبا کو پیار کیا تو گرم پانی کے چند قطرے اس کے چہرے پر گرے' دیبا کسمسانے لگی۔زبیر نے جھک کر معنی خیز انداز میں عائشہ کا شانہ دبایا تو وہ بے بسی سے دل میں تڑپ لیے اٹھ کھڑی ہوئی اور قریشی صاحب کے سامنے آ کھڑی ہوئی۔

'' قریشی بھائی میں ...... دیبا کی طرف سے بے حد پریشان ہوں۔'' وہ سسک پڑی۔

'' اللہ تعالیٰ سے بہتری کی دعا کرنا چاہیے بیٹا' کچھ لوگ تبدیلی کو آسانی سے قبول نہیں کرتے۔وقت لگتا ہے انشا اللہ سب ٹھیک ہو جائے گا۔'' قریشی صاحب نے بڑی شفقت سے عائشہ کے سر پر ہاتھ رکھ کر کہا تو اسے بڑا سکون ملا پھر وہ شہباز کی طرف بڑھی۔یہ لڑکا خود عائشہ کے ہاتھوں میں پلا بڑھا تھا' بے حد موؤب لڑکا تھا۔آج اس نے اسے بھی ڈانٹ دیا تھا۔

'' آئی ایم سوری شہباز! آج میں نے تمہیں ڈانٹ دیا' تم جانتے ہو ناں میں کتنی پریشان تھی۔'' عائشہ نے پیار سے شہباز کا چہرہ ہاتھوں میں تھام لیا تو ناگواری کی کئی لکیریں زبیر کی پیشانی پر ابھر آئیں مگر چپ رہا۔

'' جب انسان پریشان ہوتا ہے تو اسے کسی بات کا خیال ہی کہاں رہتا ہے۔میں بھی تو بدتمیزی کر گیا تھا۔معذرت تو مجھے کرنا چاہیے تھی آپ سے عائشہ

باجی ......" شہباز نے اس کے ہاتھ تھام کر معذرتی لہجے میں کہا تو زبیر نے عائشہ کو گھورا۔اس نے فوراً ہاتھ الگ کر لیے۔

"اچھا اب میں چلتی ہوں قریشی بھائی۔"

"ہاں بھئی جاؤ فکر نہ کرنا خدا حافظ۔" قریشی صاحب عشاء کی نماز کے لیے دوسرے کمرے میں چلے گئے تو عائشہ بھی دیبا پر ایک نگاہ ڈال کر زبیر کی خفگی کے احساس کے ساتھ آ گئی۔

"قریشی بھائی اور شہباز کے انداز شروع سے ایسے ہیں یا اب زیادہ محبت جاگنے لگی ہے۔" زبیر کے اندر جو لاوا پک رہا تھا وہ بڑی احتیاط سے باہر نکال رہا تھا۔

"زبیر! قریشی بھائی میرے والد کی طرح ہیں اور شہباز چھوٹے بھائیوں کی طرح۔"

"لیکن حقیقت یہ ہے کہ نہ وہ باپ اور نہ وہ بھائی ہیں۔تمہارا اور دیبا کا ان دونوں سے یہ التفات مجھے قطعی پسند نہیں۔یوں بھی مجھے کچھ ٹھیک نہیں لگے یہ لوگ پہلے تو اور بات تھی مگر اب ان کو اوقات میں رکھنا ہے۔" زبیر دھیرے دھیرے بول رہا تھا۔لہجہ انتہائی نرم تھا مگر الفاظ کی تپش عائشہ کو محسوس ہو رہی تھی۔خاص کر قریشی بھائی اور شہباز پر شک اسے اچھا نہیں لگا تھا۔

"زبیر! ابھی آپ ان دونوں کو اچھی طرح نہیں جانتے' بے حد اچھے اور مخلص لوگ ہیں۔اتنا خیال رکھتے ہیں ہمارا کہ......"

"دیکھو عائشہ ...... کسی کی پیشانی پہ نہیں لکھا ہوتا کون نیک ہے اور کون بد ...... اینی وے ...... ان سے اس قدر قربت مجھے پسند نہیں۔" اس کی بات کے

جواب میں عائشہ بس دکھ اور بے بسی سے اسے دیکھ کر رہ گئی مگر بولی کچھ نہیں زبیر کو اپنے الفاظ کی سختی کا احساس ہوا تو خود ہی نرم پڑ گیا۔

"دیکھو عائشہ میں سب جانتا ہوں میں تو اب تمہاری زندگی میں آیا ہوں لیکن دیکھو ...... میں تمہارا شوہر ہوں۔دیبا ہماری بچی ہے میں گھر کا سربراہ ہوں تو کسی دوسرے کو اہمیت دینے کی کیا ضرورت ہے۔چلو پہلے تو مجبوری تھی مگر اب تو کوئی مجبوری نہیں تم نہیں جانتیں لوگ اوپر سے کچھ ہوتے ہیں اور اندر سے کچھ اب خود بتاؤ ہماری نوجوان لڑکی کا وہاں جانا ٹھہرنا مناسب ہے' قریشی صاحب تو چلو بزرگ آدمی ہیں مگر ان کا لڑکا جوان ہے اور اس کے دوست آتے جاتے ہیں۔گھر میں کوئی عورت ہے نہیں' خدا نخواستہ ...... بہرحال تم کچھ بھی کہو یا سمجھو دیبا کو سمجھاؤ کہ آئندہ وہ ایسی حرکت نہ کرے۔" کچھ لوگوں کو الفاظ کے ذریعے دل میں اترنے اور اپنا نقطہ نظر دوسروں سے منوانے کا ہنر آتا ہے اور زبیر بھی ان ہی لوگوں میں سے تھا۔تب ہی تو اس کا ایک ایک لفظ عائشہ کے دل میں سچائی بن کر اتر رہا تھا' ان پہلوؤں پر تو اس نے کبھی غور ہی نہیں کیا تھا۔وہ تو قریشی صاحب اور شہباز کی اچھائیوں کی اسیر تھی۔زبیر ٹھیک ہی تو کہہ رہا تھا' کسی کے دل کی کیا خبر ہوتی ہے۔دیبا جوان ہے' شہباز ہے اور پھر اس کے دوست' اس نے زبیر کو دیکھا جو ہونٹوں میں سگریٹ دبائے گاڑی چلا رہا تھا۔وہ گھر کا سربراہ تھا ظاہر ہے اب سارے حقوق اسی کو حاصل تھے اسے ایک دم ہی زبیر پر پیار سا آ گیا۔اس نے بڑھ کر بڑے سکون سے اپنا سر زبیر کے شانے سے ٹکا دیا۔

او کے باس ...... ! آئندہ جو آپ چاہیں گے وہی ہو گا۔'' اس نے بڑے اعتماد کے ساتھ اپنی زندگی کی ڈور اس کے ہاتھ دے دی تو وہ دھیرے سے مسکرا دیا اور وہ دل میں خدا کا شکر ادا کرنے لگی کہ خدا نے زبیر کو اس کا ساتھی بنا دیا تھا۔

رات لمحہ لمحہ گزر رہی تھی۔قریشی صاحب خود مریض آدمی تھے۔اس صورت حال کے بعد تو یوں بھی نڈھال ہو گئے تھے۔اب دوا لے کر لیٹ گئے تھے' جب کہ شہباز دیبا سے قدرے فاصلے پر ایزی چیئر پر کتاب لیے بیٹھا تھا۔رات کا تیسرا پہر تھا غالباً شہباز کتاب میں محو تھا جب دیبا کی آنکھ کھلی۔اس نے خاموشی سے ماحول کا جائزہ لیا تو شہباز کو دیکھ کر وہ فوراً ہی اٹھنے لگی۔مگر جب ہاتھوں پر دباؤ پڑا تو سارا واقعہ پھر سے نظروں میں گھوم گیا آیا ساری بات بھی سمجھ میں آ گئی۔

'' خالہ جانی! اس شخص کی محبت اتنی پاورفل ہے کہ آپ مجھے دیکھنے تک نہیں آئیں یہ تک معلوم نہیں کیا کہ میں کہاں اور کس حال میں ہوں۔'' دکھ کا یہ احساس آنسوؤں کی صورت رخساروں کی ہموار سطح سے ہوتا ہوا گریبان میں

جذب ہونے لگا۔اس نے کوشش تو بہت کی مگر گھٹی گھٹی سی ہچکی فضا کے سکوت کو توڑ گئی۔شہباز چونک کر اس کی طرف دیکھنے لگا اس کا تر چہرا اسے بے چین کر گیا۔

''دیبا......! کیا بات ہے کچھ چاہیے؟'' وہ اس کی طرف بڑھا۔

''کچھ نہیں چاہیے آپ جائیں یہاں سے مجھے کسی کی ضرورت نہیں۔'' دیبا نے اس کے خلوص کے پھولوں کو اپنی نفرت اور رکھائی سے روند ڈالا' اور منہ پھیر کر لیٹ گئی اور وہ اس کے دکھ کو اپنے دل میں محسوس کرتا ہوا باہر آ گیا۔

♥......♥......♥

عائشہ کی شادی نہ تو انہونی تھی نہ غلط بات' اور نہ ہی عائشہ کے لیے دیبا کا یہ ری ایکشن کوئی نئی بات تھی۔مگر اس سے یہ حقیقت دونوں پر آشکار ہو گئی تھی کہ دونوں ایک دوسرے کے لیے کتنی محبت رکھتی ہیں۔عائشہ نے تو سوچ لیا تھا' زبیر ہی اس کی زندگی ہے' اس کی منزل ہے' اسے اسی کے ساتھ رہنا ہے اور اسی کا ساتھ دینا ہے۔لہٰذا وہ محتاط ہو گئی تھی اور دیبا کو بھی قریشی صاحب نے زندگی کے حقائق سے کچھ اس طرح آگاہ کیا تھا' سمجھایا تھا کہ وہ بھی سمجھ گئی تھی۔مگر وہ اپنے موقف پر ڈٹی ہوئی تھی کہ اسے عائشہ کی شادی پر اعتراض نہیں' اس شخص سے شادی پر اعتراض تھا۔

''بیٹا! تم مسلمان بچی ہو اور مسلمان کا ایمان اللہ تعالیٰ کی ہر مصلحت اور بات پر ہوتا ہے۔اب اگر عائشہ کا نکاح زبیر کے ساتھ لکھا ہوا تھا اور وقت بھی

یہی مقرر تھا تو پھر ہم انسان کیا کر سکتے ہیں۔رہی بات اچھے یا برے کی تو ہمیں کیا خبر کہ زبیر اچھا آدمی ہے کہ برا' بس تم اللہ تعالیٰ سے اپنی اور اپنی خالہ کی بہتری کی دعا کیا کرو' عائشہ نے بہت قربانیاں دی ہیں تمہاری خاطر۔تمہیں دیکھ کر جوان دونوں کی حالت ہوئی تم ہوش میں ہوتیں تو اندازہ ہوتا۔بہرحال بیٹی! اگر مجھے کچھ سمجھتی ہو تو ان دونوں کو خوش رکھنا اور زبیر کو بحیثیت خالو قبول کر لینا۔شہباز! جاؤ میری بیٹی کو چھوڑ آؤ۔'' قریشی صاحب نے شہباز کو دیکھا جو شاید اسی اشارے کا منتظر تھا' جلدی سے اٹھا مگر اس سے پہلے دیبا دروازے پر پہنچ گئی۔

''نہیں انکل! میں نے صفدر کو فون کر دیا ہے وہ گاڑی لے کر آ رہا ہے۔'' وہ جا رہی تھی شہباز اپنے کمرے کی کھڑکی میں کھڑا اس اکھڑ سی لڑکی کو دیکھتا رہا' حتیٰ کہ اس کی گاڑی نظروں سے اوجھل ہو گئی۔

♥......♥......♥

زبیر کو دیبا نے خدا کا فیصلہ جان کر قبول کر لیا تھا مگر اب وہ بہت چپ چپ اور محتاط رہنے لگی تھی۔باوجود اس کے کہ وہ دونوں ہر وقت اس کی دل جوئی میں لگے رہتے۔زبیر بڑا ہوشیار آدمی تھا وہ دیبا کی نیچر سمجھ گیا تھا۔اس لیے ایسی کوئی بات نہ کرتا جو اس کو گراں گزرتی۔

''ویسے زبیر! خدا کا شکر ہے دیبا بہل گئی ہے ورنہ تو یہ آپ کو دیکھتے ہی......''

"ارے بیگم صاحبہ! ابھی تو ابتدا ہے آگے آگے دیکھیئے ہوتا ہے کیا؟" زبیر نے سامنے سے گزرتی ہوئی دیبا کو دیکھتے ہوئے فخریہ انداز میں کہا تو عائشہ خوش ہو گئی۔

"زبیر میں آپ کو مان جاؤں اگر آپ دیبا کا دل جیت لیں۔" عائشہ تو بس یہ چاہتی تھی کہ کسی طرح دیبا کے سامنے اپنا موڈ اور رویہ درست رکھا کرے جو کہ اکثر نامناسب ہوتا تھا۔

"جیت گیا تو پھر......؟" زبیر نے کاروباری انداز میں پوچھا۔

"تو میں زندگی بھر کے لیے آپ کی غلام بن جاؤں گی۔" عائشہ نے نثار ہوتے ہوئے لہجے میں کہا تو وہ ہنس دیا۔

"ہونہہ! وہ تو تم اب بھی ہو کچھ اور داؤ پر لگاؤ۔" زبیر نجانے اسے کیا سمجھانا چاہ رہا تھا جو وہ سمجھ نہیں رہی تھی۔

"سب کچھ تو آپ کا ہے زبیر۔"

"کیا خاک ہے گھر کا سربراہ ہو کر بھی مجھے کوئی حق حاصل نہیں کچھ اتا پتا نہیں آج تک تم نے مجھے یہ تو بتایا نہیں کہ جائیداد کے کاغذات، فائلیں، مختار نامے کہاں ہیں؟ کس کے پاس ہیں؟" زبیر نے مسکراتے ہوئے اپنا عندیہ ظاہر کر دیا تو عائشہ بظاہر تو مسکرانے لگی مگر اب وہ سنجیدگی سے قریشی صاحب سے اس سلسلے میں بات کرنا چاہتی تھی۔

"زبیر! مجھے احساس ہے اس بات کا میں قریشی بھائی سے اس سلسلے میں جلد ہی بات کروں گی اور......"

"خالہ جانی میں نے یہ لسٹ بنا دی ہے کچھ چیزیں چاہئیں لا دیجئے۔" دیبا

کو کچھ چیزیں چاہیے تھیں پہلے تو وہ خوامخواہ ہی اپنی چیزیں خراب کر کے عائشہ کے ساتھ باہر جانے کا بہانہ بنایا کرتی تھی اور اب ضرورت کی چیزیں بھی بڑی مشکل سے منگوا رہی تھی۔ لسٹ عائشہ کے بجائے، زبیر نے اس کے ہاتھ سمیٹ پکڑ لی۔

"کم آن بے بی کیوں کتراتی ہو ہم سے تم ہی تو ہماری بچی ہماری بے بی ہو تم مجھے بتاؤ میں لا کر دوں گا۔ تمہیں بلکہ ان سے پوچھنے کی بھی ضرورت نہیں چلو ابھی اور اسی وقت چلتے ہیں۔" زبیر اس کا بازو پکڑے اٹھا، ان چند جملوں کی ادائیگی تک دیبا کا پارا ہائی ہو گیا۔ غصے سے اس کا چہرہ تپ گیا۔

"جی نہیں......" دیبا نے سختی سے کہا اور جھٹکے سے اپنا ہاتھ چھڑا کر اوپر چلی گئی، عائشہ گھبرا گئی۔ زبیر کو لگا جیسے دیبا نے تھپڑ مار دیا ہو مگر وہ ہر قسم کی صورت حال سے نمٹنا جانتا تھا۔

"سوری زبیر کیا کروں میں آپ کے سامنے اتنا تو سمجھاتی ہوں۔"

"ڈونٹ وری عائشہ وہ بچی ہے میں اسے ہینڈل کر لوں گا تم فکر نہ کرو بلکہ تم میرے بارے میں اس کو کچھ مت کہا کرو وہ مزید چڑ جائے گی۔ اچھا اب موڈ آف نہ کرو میرے کپڑے نکال دو مظہر میرا انتظار کر رہا ہو گا۔" زبیر جلدی سے آگے بڑھ گیا اور وہ اس کی عظمت کی معترف ہوتی وارڈ روب کی طرف بڑھ گئی۔

❤......❤......❤

"ہوں تو اس کا مطلب ہے کہ خالہ بھانجی تمہارے قابو میں نہیں آ رہی

ہیں۔"

"خالہ تو یار مٹھی میں ہے بھانجی کے لیے انگلیاں البتہ ٹیڑھی کرنا پڑیں گی۔اچھا خیر وہ بھی مسئلہ نہیں۔یہ جو قریشی بھائی اور شہباز میاں ہیں ناں اس قدر اندھا اعتماد ہے خالہ اور بھانجی کو ان پر کہ کیا بتاؤں اور وہ موصوف ہیں کہ سیاہ وسفید کے مالک ہیں۔تمام کاغذات اپنے قبضے میں کیے ہوئے ہیں۔" زبیر کی نگاہوں میں وہ دونوں کانٹے کی طرح کھٹکتے تھے۔

"یہ تو ہے کہ قانونی اعتبار سے ان کی حیثیت کو چیلنج نہیں کیا جا سکتا۔"

"تو گویا ہم ان کی پاورفل حیثیت کو اپنے پاؤں کی بیڑیاں بنا کر بیٹھ جائیں۔" زبیر جو گھر میں بڑا حلیم بنا رہتا تھا۔مظہر کے سامنے اپنی اصلیت پر آ جاتا۔

"یہ میں نے کب کہا ہے بلکہ اب تو کچھ ایسا کرنا پڑے گا کہ ان کی پاور ختم ہو جائے۔"

"مظہر ایسا کوئی منصوبہ بناؤ کہ یہ جو ان خالہ بھانجی کا ان دونوں پر اندھا اعتماد ہے ناں ......"

"فکر نہ کرو یار! ایسا ہی ہوگا۔اعتماد کا شیشہ کچھ یوں کرچی کرچی ہوگا کہ نام نہیں لیں گی ان کا اور پھر کتنی ہی دیر دونوں دوست باتیں اور مشورے کرتے رہے۔"

دیبا سیکنڈ ایئر میں آ کر مزید نکھر گئی تھی گو کہ عائشہ کی محبتیں، توجہ اور زبیر کا التفات بھی بڑھ رہا تھا مگر وہ دونوں کو خاطر میں نہیں لاتی تھی۔شادی کے اس دو سال کے عرصے میں زبیر نے اپنی چرب زبانی اور توجہ سے عائشہ کا اعتماد حاصل کر لیا تھا۔وہ اس پر اندھا اعتماد کرنے لگی تھی اور وہ ہر وقت دیبا کا دل بھی صاف کرنے کی کوشش میں لگی رہتی۔

"خالہ جانی! میں آپ کو یا ان کو کیا کہتی ہوں۔" بعض اوقات وہ چڑ جاتی زبیر کے ذکر سے۔

"چندا تو کچھ کہا کرو ناں اتنا تو وہ تمہیں چاہتے ہیں، خیال رکھتے ہیں بالکل اپنی سگی بیٹی سمجھتے ہیں وہ تمہیں۔"

"ہونہہ اچھا سگی بیٹی۔" دیبا کے لہجے میں طنز اتر آیا کیونکہ وہ اب اتنی بھی

بچی نہیں رہی تھی کہ کچھ سمجھ نہ سکتی۔

"پتا ہے تمہاری برتھ ڈے آ رہی ہے تو رات کو پروگرام بنا رہے تھے کہ ہم کسی فائیو اسٹار ہوٹل میں تمہاری برتھ ڈے۔"

"خالہ جانی! اب میں بڑی ہو گئی ہوں اور برتھ ڈے بچوں کی اچھی لگتی ہے۔" دیبا مستقل زبیر کی قصیدہ خوانی سن سن کر تنگ آ گئی تھی۔

"دیبا! ویسے تم بڑی بن جاتی ہو مگر تمہیں یہ احساس نہیں کہ تمہارا یہ رویہ ہم دونوں کو کتنا دکھ دیتا ہے۔ تم ہماری اولاد ہو ہماری خوشیوں کا مرکز ہو' یہ میرے نہیں زبیر کے الفاظ اور احساسات ہیں اور جو شخص اتنا مخلص ہو اسے جواب میں حقارت ملے تو۔" عائشہ کو غصہ آ گیا دیبا کی باتوں اور انداز پر وہ بس سنتی رہی اور پیر کے ناخن سے قالین کھرچتی رہی۔

"ہیلو گرلز کیا ہو رہا ہے بھئی؟" زبیر بڑے شوخ موڈ میں فلمی انٹری دیتا ہوا آ گیا اور دیبا کے انتہائی قریب بیٹھ گیا تو وہ فوراً کھڑی ہو گئی مگر زبیر نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔

"آپ کی برائیاں ہو رہی تھیں۔" عائشہ نے دیبا کی حرکت پر پردہ ڈالا۔

"ہوں تو پھر تو یہ ہی کہنا پڑے گا کہ مجھ سے میرا ذکر ہی بہتر تھا۔ کم از کم ہو تو رہا تھا کیوں بے بی آپ کیوں خفا ہو آؤ بیٹھو ناں۔" زبیر نے پھر اسے بٹھانا چاہا مگر وہ اس کا ہاتھ جھٹک کر چلی گئی۔ عائشہ شرمندہ ہو کر اسے دیکھنے لگی جو کشن سر تلے رکھے مسکرا رہا تھا۔

"نائی گرل ......" وہ عائشہ کی طرف دیکھ کر ہنسا تو وہ کھسیانی ہو گئی۔

"بہت دیر کر دی آپ نے مظہر کے پاس۔"

"ہاں کام سے گیا تھا کچھ پیسے چاہیے تھے مگر وہ بھی آج کل کنگلا ہوا بیٹھا ہے۔"

"پیسے چاہیے تھے اور آپ مظہر کے پاس گئے میں تو غیر ہوں ناں جیسے؟"

"اوہو بابا! خفا تو نہ ہو' یہ میں افورڈ نہیں کر سکتا۔" وہ چونچال موڈ میں تھا۔

"باتیں نہ بنائیں کتنی رقم چاہیے آپ کو؟" عائشہ الماری کی طرف بڑھی۔

"چھوڑو یار! اب میں بیوی سے ادھار لوں گا؟" وہ اترانے لگا۔

"کیسی باتیں کرتے ہیں ہمارا کچھ اب الگ الگ ہے۔ بتائیں آپ' کتنی رقم چاہیے۔"

"بیس لاکھ ......" زبیر نے کہا تو وہ سوچ میں پڑ گئی۔

"کیا ہوا بیگم صاحبہ! دل تو ٹھیک ہے ناں آپ کا؟" زبیر نے اس کی آنکھوں کے سامنے ہاتھ لہرایا۔

"یہ بات نہیں زبیر! اماؤنٹ چونکہ بڑی ہے اس لیے قریشی بھائی۔"

"نا بابا ناں مجھے بزنس میں گھاٹا منظور ہے مگر تمہارے قریشی صاحب سے بھیک نہیں چاہیے۔"

"بھیک کیسی زبیر وہ تو آپ کا حق ہے وہ سب جو میرا ہے وہ آپ کا ہے آپ کا حق ہے۔"

"ہونہہ حق! بیگم صاحبہ حق وہ ہوتا ہے جو ہاتھ میں ہو میرے ہاتھ تو خالی ہیں۔ خیر اس کی مجھے پرواہ بھی نہیں اگر بزنس میں ضرورت نہ پڑ جاتی تو۔" زبیر نے دیکھ لیا تھا کہ لوہا گرم ہو چکا ہے اس حد تک کہ آہستگی سے لگائی گئی چوٹ بھی اثر کر جائے گی۔

"ٹھیک ہے زبیر! اب میں قریشی بھائی سے بات کروں گی۔جب سب کچھ ہمارا ہے تو وہ قابض کیوں ہیں۔سب اختیارات میرے حوالے کر دیں۔"

"چھوڑو یار کیا ضرورت ہے وہ بھی کہیں گے کہ شاید میں نے تمہیں۔"

"ارے واہ! خواہ میں کوئی آپ کے متعلق غلط سوچ کر تو دکھائے یوں بھی قریشی بھائی بڑے سمجھدار آدمی ہیں۔"

"اچھا بھئی" بات کر دیکھو اپنے زیرک بھائی سے' لیکن یہ دھیان میں رکھنا مجھے اشد ضرورت ہے۔ایسا نہ ہو میں پارٹی کے سامنے شرمندہ ہو جاؤں اور......"

"نہیں زبیر! ایسا کیسے ہوسکتا ہے میں ابھی بات کرتی ہوں۔" اور پھر عائشہ نے اسی وقت نمبر ملایا تو پتا چلا کہ وہ چیک اپ کے لیے ڈاکٹر کے پاس گئے ہیں۔زبیر سے زیادہ عائشہ کو فکر لاحق تھی کہ زبیر کی عزت کا معاملہ ہے۔تب ہی وہ اس وقت قریشی صاحب کے سامنے بیٹھی حساب کتاب چیک کر رہی تھی۔

"قریشی صاحب جب سب کچھ میرا اور دیبا کا ہے تو پھر ہمیں استعمال کی اجازت کیوں نہیں دی جا رہی۔" قریشی صاحب سب کچھ سمجھ گئے تھے وہ زبیر کو جو سمجھے تھے وہ ویسا ہی ثابت ہو رہا تھا اور وہ ان دونوں کی جائیداد کو اس غلط آدمی کے ہاتھوں برباد نہیں کر سکتے تھے۔

"عائشہ بی بی میں کسی بات کا مجاز نہیں جو کچھ وصیت میں درج ہے۔میں اس کا پابند ہوں میں تم کو یا تمہارے شوہر کو جائیداد برباد کرنے کی اجازت نہیں دے سکتا۔مجھے معلوم ہے اتنی بڑی رقم کی تمہیں کوئی ضرورت پڑ ہی نہیں سکتی۔زبیر میاں کو ہے تو سوری بیٹی۔" قریشی صاحب کسی صورت اسے رقم دینے

پر تیار نہیں تھے۔عائشہ کو غصہ تو بہت آرہا تھا مگر حد ادب ملحوظ تھا۔

"قریشی بھائی وہ میرے شوہر ہیں ان کو بزنس میں گھاٹا ہو جائے گا۔ان کی عزت کا سوال ہے وہ تو خود اتنے دولت مند ہیں اتنی معمولی رقم تو کوئی حیثیت نہیں رکھتی اب مجبوری ہی ایسی ہے کہ۔" عائشہ زبیر کے بارے میں کچھ نہیں جانتی تھی جو اس نے کہہ دیا اس نے یقین کر لیا' عائشہ ان کو دیبا سے بھی چھوٹی اور ناسمجھ بچی لگی۔

"عائشہ بیٹی اگر میں یہ کہوں کہ تم نے اس شخص سے شادی کر کے اپنی زندگی کی سب سے بڑی غلطی کی ہے تو......؟" قریشی صاحب نے اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر کہا تو پہلے تو اس نے ان کو گھورا اور پھر آہستگی سے ان کا ہاتھ الگ کر کے کھڑی ہو گئی۔

"آپ میرے شوہر کی توہین کر رہے ہیں۔" اس کا انداز اس کا لہجہ ان کو نامناسب تو لگا مگر وہ کسی قیمت پر ان سے الگ نہیں ہو سکتے تھے۔کیونکہ انہوں نے مرتے ہوئے دوست کے سامنے خدا کو گواہ بنا کر ان دونوں سے وفاداری کی قسم کھائی تھی پھر وہ کیسے دست بردار ہو جاتے۔

"تم اتنی سمجھدار ہو کر ایسی بات کرو گی۔یقین نہیں آتا بہرحال میری انفارمیشن کے مطابق زبیر نہ تو صاحب جائیداد ہے اور نہ ہی اس کا کوئی بزنس ہے اور یہ کہ......"

"قریشی صاحب پلیز' مت کریں ایسی باتیں مجھے زبیر میں دلچسپی ہے اس کے پاس کیا ہے کیا نہیں اس بات سے غرض نہیں میرے پاس جو کچھ ہے اب ان ہی کا تو ہے۔"

"ہاں تم سے شادی کا اصل مقصد بھی یہ ہی تھا اس کا۔"

"قریشی بھائی میں آپ کی بے حد عزت کرتی ہوں' آپ کیا چاہتے تھے کہ میں شادی نہ کرتی۔ اپنا گھر آباد نہ کرتی۔" آج پہلی بار وہ قریشی صاحب کے سامنے اونچی آواز میں بولی تو وہ حیران رہ گئے۔

"عائشہ تم اچھی طرح جانتی ہو کہ شادی پر تمہیں مجبور کرنے والا میں ہی ہوں۔"

"پھر اب جب کہ میں نے شادی کر لی ہے تو آپ میرے شوہر کو کسی قسم کا اختیار دینے پر تیار نہیں۔"

"تم کس قسم کے اختیارات چاہتی ہو' دیکھو بیٹی! میری بات پر غور کرو' ٹھیک ہے۔ تمہارا نکاح اس بندے کے ساتھ لکھا ہوا تھا مگر عقل کے ناخن لو اگر اور سوچو کہ اگر وہ صاحب جائیدار ہوتا یا واقعی تمہیں چاہتا تو تمہیں ساتھ اپنے گھر میں رکھتا نہ کہ خود تمہارے ساتھ آ گیا ہے۔ اخراجات تم اس کے پورے کرتی ہو جب کہ تمہارا نان نفقہ اس کے ذمے ہے۔" قریشی صاحب کہہ تو درست رہے تھے مگر زبیر کی محبت کے سامنے سب ہیچ تھا وہ تنی کھڑی تھی۔

"وہ ایسا ہی کرتے اور ان کو اپنے پاس میں نے رکھا ہے' اصرار کے ساتھ ان کی اپنی کوٹھی اتنی بڑی ہے۔" وہ بھرپور انداز میں زبیر کا دفاع کر رہی تھی۔ قریشی صاحب کو دکھ ہونے لگا۔

"ہاں میں سب جانتا ہوں' بہرحال یہ بتاؤ تم کیا چاہتی ہو؟"

"جائیداد کے استعمال کا اختیار" عائشہ نے منہ پھلا کر کہا تو وہ اسے دیکھنے لگے۔ ان کو دکھ ہو رہا تھا وہ تو ان کی باپ سے زیادہ عزت کیا کرتی تھی' ایک

ان کی خاطر وہ سب کچھ بھول گئی تھی۔

یہ ناممکن ہے؟ قریشی صاحب نے کہا تو وہ سلگ اٹھی۔

"کیوں کس لیے؟ آخر یہ سب ہمارا ہی تو ہے" وہ تقریباً چلائی۔

"اس بات سے کس کو انکار ہے عائشہ بی بی مگر وصیت کی رو سے تمہیں ایسے شخص سے شادی کی اجازت تھی جو وفادار ہو اور صاحب جائیدار ہو اور اپنی کچھ جائیدار نکاح کے وقت تمہارے نام کرے جب کہ میری اطلاع کے مطابق زبیر درست آدمی ہی نہیں تو پھر میں جائیدار تمہارے یا اس کے حوالے کس طرح کر سکتا ہوں۔" قریشی صاحب نے زبیر کے بارے میں تمام معلومات کرا لی تھیں اسی لیے وہ سخت ہو گئے تھے۔

"قریشی بھائی میں آپ کا احترام کرتی ہوں مگر اپنے شوہر کی انسلٹ بھی برداشت نہیں کر سکتی۔" وہ جھکی اور میز پر سے اپنا پرس اٹھا کر مڑی۔

"اور میری مجبوری یہ ہے بیٹی! کہ میں تمہیں اپنی آنکھوں کے سامنے ڈوبتا ہوا نہیں دیکھ سکتا ہو سکے تو میری باتوں پر غور کرنا۔" قریشی صاحب سینہ مسلتے ہوئے لیٹ گئے۔ عائشہ غصے میں پھنکارتی ہوئی باہر نکل گئی سامنے شہباز آ رہا تھا۔

"ارے عائشہ باجی آپ کب آئیں اور جا بھی رہی ہیں۔" وہ خوش خلقی سے اس کی طرف بڑھا مگر وہ ایک تیز نگاہ ڈال کر کچھ بولے بغیر آگے بڑھ گئی تو وہ پریشان سا اندر آ گیا۔

"ابو! یہ عائشہ باجی ......" وہ حیران و پریشان سا ان کی طرف بڑھا جو دکھ کا احساس لیے لیٹے تھے۔

"وہی ہو رہا ہے بیٹا جس بات کا اندیشہ تھا۔عائشہ زبیر کے بہکائے میں آ کر مجھ سے جائیداد کے اختیارات لینے آئی تھی' احمق سمجھ رکھا ہے مجھے کہ اپنے دوست کی جائیداد غلط ہاتھوں میں دے دوں گا' بہت غلط آدمی ہے زبیر اس غلط آدمی نے سر سے پیر تک رنگ لیا ہے اس بے وقوف لڑکی کو۔آج میرے سامنے چیخ چلا کر گئی ہے اتنا ادب احترام کرنے والی۔جب کوئی غلط آدمی لڑکی کی زندگی میں آ جاتا ہے تو لڑکی کی آنکھوں کی حیا سب سے پہلے ختم کرتا ہے اور یہ زبیر......" قریشی صاحب بہت دکھی ہو رہے تھے عائشہ کے رویے پر۔

"چھوڑیں ابو بحث سے کیا حاصل ہے۔جائیداد وغیرہ ہے بھی ان ہی کی دے دیں کچھ بھی کرتی پھریں۔" شہباز کو بھی غصہ آ گیا تھا عائشہ پر۔

"نہیں بیٹا اگر اولاد گستاخ ہو جائے تو اس کی اصلاح کرنا چاہیے نہ کہ اس کو زندگی سے نکال کر تباہ ہونے کے لیے چھوڑ دیا جائے تم اور میں زبیر کی حیثیت کو جب جان گئے ہیں کہ وہ کیا چیز ہے تو پھر کیسے عائشہ کو چھوڑ دیا جائے جب کہ وہ معصوم بچی بھی اس کے ساتھ ہے۔میرے بس میں ہو تو اس بچی کو گھر لے آؤں وہ بندہ اچھا نہیں۔" قریشی صاحب کہہ رہے تھے اور شہباز کی نگاہوں میں دیبا کا معصوم چہرہ گھوم گیا۔

♥

"**دیکھا** ...... دیکھا میں نہ کہتا تھا مگر تمہیں تو اندھا اعتماد ہے اپنے قریشی بھائی پر دیکھنا اسی طرح تمہیں اور دیبا کو مکھن سے بال کی طرح نکال باہر کریں گے اور خود قابض ہو جائیں گے تمام جائیداد پر۔" جب سے عائشہ نے آ کر بتایا تھا زبیر کے تو گویا پتنگے لگ گئے تھے۔وہ مستقل چلا رہا تھا قریشی صاحب اور شہباز اس کے حلق کا کانٹا بن سکتے ہیں۔یہ یقین پورا ہو رہا تھا۔

"نہیں زبیر! قریشی بھائی بے حد نفیس اور ایماندار قسم کے آدمی ہیں۔ان کے لیے ایسی بات سوچنا بھی گناہ ہے۔" عائشہ اس تلخی کے باوجود کوئی غلط بات قریشی صاحب کے لیے برداشت نہیں کر سکتی تھی اور اس کا یہ دفاع جلتی پر تیل کا کام کر گیا۔وہ تیورا کر مڑا غصہ تو بے حد آ رہا تھا مگر وہ ابھی اپنا غصہ ظاہر کر دیتا تو شاید کام بگڑ جاتا۔اس نے کمال ہوشیاری سے خود پر قابو پایا اور آہستگی

سے عائشہ کا ہاتھ پکڑ کر سمجھانے لگا۔

"دیکھو عائشہ ...... تم بہت معصوم ہو اور لوگ بڑے عیار ہوتے ہیں خیر مجھے تو تمہاری جائیداد اور دولت سے کوئی کنسرن نہیں لیکن میں تمہارا جیون ساتھی ہوں' دیبا میری ذمہ داری ہے میں اپنے فرائض سے بھی تو نظر نہیں چرا سکتا۔ مجھے اپنے لیے کچھ نہیں چاہیے میری اتنی جائیداد ہے کہ تمام عمر فارغ بیٹھ کر بھی کھائیں ہم تینوں تو ختم نہ ہو مگر جب وہ جائیدار تم دونوں کی ہے تو وہ قابض کیوں ہیں۔ میں چاہتا ہوں اپنی زندگی میں تم دونوں کا حق دلا دوں کل کو میں رہوں نہ رہوں۔" زبیر دل میں اتر جانے کے' ہمدردی توجہ حاصل کرنے کے تمام گر جانتا تھا۔ اس نے چہرے پر تکلیف کے اثرات نمایاں کرتے ہوئے کہا تو عائشہ تڑپ اٹھی۔

"خدا نہ کرے زبیر آپ ایسی باتیں کیوں کر رہے ہیں میری زندگی بھی خدا آپ کو لگائے۔ کیوں کی آپ نے یہ بات؟"

"عائشہ میری جان میں نے بارہا چاہا کہ تمہیں اصل بات بتا دوں کہ...... کہ......" اس کی گھبراہٹ اور پریشانی کا بھرپور فائدہ اٹھاتے ہوئے اداکاری میں جان ڈالنے کے لیے چہرے پر دکھ کے اثرات پیدا کیے۔

"زبیر...... زبیر کیا بات ہے آپ کو کیا ہو رہا ہے بتائیں ناں؟"

"کیا بتاؤں عائشہ! اب تو یہ ٹیسیں زندگی کے ساتھی کی طرح ہیں بہت عزیز ہو گیا ہے اب تو یہ درد۔"

"زبیر آپ بتائیں کیا ہوا ہے" عائشہ روہانسی ہو گئی تو وہ کچھ دیر اسے دیکھتا رہا پھر اس کا فلک شگاف نعرہ باہر والوں کو بھی چونکا گیا۔ دیبا نے ناگواری سے

اپنے کمرے کا دروازہ بند کر لیا۔

"زبیر کیا ہو گیا ہے آپ کو" محبتوں کی ماری عائشہ نہیں جان سکتی تھی کہ وہ کیا سوچ رہا ہے۔ کیا کر رہا ہے اور کیا کرنے جا رہا ہے۔

"ارے جاؤ عائشہ میں تو تمہیں آزما رہا تھا" ارے تم تو بے حد بزدل ہو دیبا سے بھی زیادہ ایسی کوئی بات نہیں۔"

"آپ مجھے فول تو نہیں بنا رہے۔" عائشہ سمجھ رہی تھی کہ درپردہ کوئی بات ضرور ہے مگر وہ اس کی خاطر جھوٹ بول رہا تھا اور وہ تاثر بھی ایسا ہی دے رہا تھا۔

"ارے بنے بنائے کو کیا بنانا خیر آج ہم تینوں ڈنر باہر کریں گے۔ جاؤ دیبا کو تیار کرو اور جب وہ باہر نکل رہی تھی وہ اپنا موبائل لے کر بالکونی میں جا کھڑا ہوا۔ عائشہ نے دیبا کو بڑی مشکل سے تیار کیا تھا اور اس وقت تینوں تیار ہو کر باہر نکل رہے تھے کہ سامنے سے شہباز آ گیا۔ عائشہ نے قدرے ناگواری سی ظاہر کی۔

"کیسے آنا ہوا شہباز" اس نے تیوری پر خفگی کے بل ڈال کر پوچھا۔ شہباز نے تینوں پر ایک نگاہ ڈالی۔ دیبا پر نظر کچھ دیر ٹھہری وہ زبیر کے ساتھ کھڑی اچھی نہیں لگ رہی تھی۔

"ابو کی طبیعت خراب ہے انہوں نے آپ کو بلوایا ہے لیکن اب آپ لوگ باہر جا رہے ہیں تو ٹھیک ہے۔" اس نے آہستگی سے کہا اور واپسی کے لیے مڑنے لگا۔

"ہاں شہباز آج ہم تینوں باہر ڈنر کے لیے جا رہے ہیں۔"

"ہم تینوں نہیں خالہ جانی آپ دونوں میں قریشی انکل کو دیکھنے جا رہی ہوں چلیے۔" دیبا کے اس غیر متوقع جملے پر تینوں ہی چونک گئے۔زبیر اور عائشہ کا موڈ آف ہو گیا تھا مگر شہباز کو لگا جیسے اندھیرے میں بے شمار جگنو رقص کرنے لگے ہوں۔کسی نے پھولوں کا ہار اس کے گلے میں ڈال دیا ہو۔اس کے دل میں اس وقت خوشی کا کیا عالم ہے اس کو چھپائے شہباز سنجیدگی سے مڑ گیا۔

ارے شہباز میاں ٹھہر جاؤ ایک ساتھ نکلتے ہیں۔میں کمرے میں اپنا بٹوا بھول آیا ہوں۔وہ لے آؤ؟" زبیر ان کو انتظار کا کہہ کر جلدی سے اندر چلا گیا اور دس منٹ میں واپس آیا۔

"سوری یار! لیٹ ہو گیا چلو اب تم ادھر جاؤ اور بیگم صاحبہ ہم ادھر چلتے ہیں۔" زبیر نے ایک انداز سے عائشہ کی طرف ہاتھ بڑھایا تو اس نے مسکراتے ہوئے اپنا ہاتھ زبیر کے ہاتھ رکھ دیا۔دیبا نے پلٹ کر عائشہ کو دیکھا جو یکسر بدل گئی تھی۔کرب ناک سائے اس کے ملیح چہرے پر لہرائے شہباز نے ایک نگاہ اس پر ڈالی اور گاڑی اسٹارٹ کر دی اور زبیر کو ہاتھ ہلاتا ہوا وہ ان سے آگے نکل گیا۔

"بیگم صاحبہ دیبا کی حرکت ملاحظہ کی آپ نے یوں اس کا شہباز کے ساتھ جانا مناسب تھا۔" زبیر کے دل میں حسد کی جو آگ لگی ہوئی تھی۔وہ اب ٹھنڈے لفظوں کے ذریعے باہر نکلنے لگی تھی۔عائشہ نے خاص اہمیت نہ دی۔

"دراصل شہباز اور قریشی بھائی کو آپ نہیں جانتے ناں اس لیے ایسی بات سوچ رہے ہیں۔آپ یقین رکھیے آپ کو مایوسی نہیں ہو گی۔" عائشہ کی لاکھ ان سے تلخ کلامی ہوئی تھی مگر اعتماد کا بندھن اسی طرح مضبوط تھا اور یہ ہی بات

زبیر کو ناگوار لگی تھی مگر وہ ضبط کر گیا۔

"اچھا بھئی جیسا آپ مناسب جانیں البتہ اگر میرا دیبا پر کوئی اختیار ہوتا تو اسے یوں جوان لڑکے کے ساتھ جانے کی ہرگز اجازت نہ دیتا۔ایک تو لڑکی بے حد خوبصورت اوپر سے جوان اور صاحب جائیداد اور اوپر سے اندھا اعتماد تم مانو نہ مانو قریشی صاحب دیبا پر کچھ اور قسم کی نظر رکھے ہوئے ہیں اور شہباز کی نظریں بھی کچھ اور ہی کہتی ہیں۔خیر ہو سکتا ہے یہ صرف میرے محسوسات ہوں حقیقت میں ایسی کوئی بات نہ ہو۔" وہ خود ہی سوال اور پھر خود ہی جواب دیتا ہوا اپنی ہر بات عائشہ کے گوش گزار کر رہا تھا اور وہ کبھی تو اس کی بات نظر انداز کر جاتی اور کبھی واقعی وہم ستانے لگتے۔وہ دونوں گھومتے رہے پھر ڈنر کیا اور گھر آ گئے۔

"عائشہ بیٹی قریشی صاحب کا کئی بار فون آ چکا ہے کہ شہباز اور دیبا بیٹی ابھی پہنچے نہیں۔" آتے ہی اماں نے خبر دی تو عائشہ کی ٹانگوں سے جان نکل گئی۔

"کیا مطلب پانچ گھنٹے ہو گئے ہم گھوم پھر کر واپس بھی آ گئے اور وہ دونوں ابھی تک ...... زبیر پتا کریں' میری تو جان نکل رہی ہے۔" عائشہ بے دم سی ہو کر صوفے پر گر گئی۔

"اماں تمہارے کان تو درست سن ہی نہیں سکتے' ہو سکتا ہے انہوں نے کچھ اور کہا ہو۔" زبیر فون کی طرف بڑھتے ہوئے اماں پر چلایا جو سہم کر کونے میں جا لگیں۔

"نہیں صاحب جی! قریشی صاحب خود بڑے پریشان ہیں۔ان کی طبیعت

بھی بڑی خراب ہے۔"

"ہائے زبیر یہ کیا ہو گیا کوئی ایکسیڈنٹ تو نہیں ہو گیا۔" عائشہ کی بری حالت ہو رہی تھی۔اماں نے جلدی سے پانی لا کر دیا۔

"دیبا میری بچی میں نے کیوں جانے دیا۔زبیر کچھ کریں۔"

"اوہو اب حوصلے سے کام لو پہلے خود ہی غلطیاں کرتی ہو پھر واویلا مچاتی ہو۔چپ رہو اور کچھ کرنے دو' میں تو پہلے ہی کہتا تھا کہ یوں اس کا شہباز کے ساتھ جانا مناسب نہیں مگر تم میری مانو بھی۔" زبیر کو موقع مل گیا تھا وہ ساتھ ساتھ بولتا بھی جا رہا تھا اور فون بھی کرتا جا رہا تھا۔قریشی صاحب کو فون کیا تو وہ بھی لاعلم تھے۔

"یہ کیا تک ہے قریشی بھائی! شہباز پانچ گھنٹے قبل دیبا کو لے کر گیا تھا اور اب تک اس کی کوئی خیر خبر نہیں۔کیا ارادے تھے اس کے آخر آپ کو بھی تو معلوم ہو گا۔" زبیر کے لہجے میں شک تھا' طنز تھا اور ایک طرح کا الزام تھا۔وہ بیمار آدمی ان باتوں اور لہجے کو برداشت نہ کر سکے اور کوئی جواب دیئے بغیر ریسیور رکھ دیا تو زبیر عائشہ کی طرف مڑا جو بے حال ہو رہی تھی طرح طرح کے واہمے اسے ڈس رہے تھے۔

"عائشہ بیگم! دال میں کچھ کالا ضرور ہے' قریشی صاحب نے بات کرنا بھی گوارا نہیں کیا اور ریسیور رکھ دیا۔"

"میرے خدا میں کیا کروں' میری تو کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔"

"کتنی بار منع کیا تھا کہ دیبا کو وہاں مت جانے دو' شہباز کے ساتھ مت جانے دو مگر تم ہو کہ اب نجانے کیا دیکھنا پڑے' بڑا اندھا اعتماد ہے ناں آپ کو

ان لوگوں پر۔" زبیر کو موقع ہاتھ آیا تھا طنز کرنے کا اور ان دونوں کو غلط ثابت کرنے کا۔

"زبیر! کچھ کریں ایسی باتیں نہ کریں۔کوئی حادثہ وغیرہ نہ ہو گیا ہو کہیں جائیں فون کریں۔میری بچی کا اللہ نگہبان ہے۔میرے پروردگار میری بچی کی حفاظت فرمانا۔" عائشہ قالین پر سجدے میں گر کر دعائیں کرنے لگی۔اسی وقت فون کی بیل ہوئی۔عائشہ کی دھڑکنیں رک گئیں زبیر ریسیور تھامے کھڑا تھا۔

"ہیلو...... کیا کہا...... شہباز نے دیبا کو اغوا کر لیا ہے۔" زبیر بلند آواز میں کہہ رہا تھا اور عائشہ بے ہوش ہو گئی تھی۔

"عائشہ میری بات مان جاؤ پولیس میں رپورٹ کرنے دو......"

زبیر تو اس کے قدموں تلے سے زمین گھسیٹے جا رہا تھا اور وہ بے حال ہو رہی تھی مگر دل یہ ماننے کو تیار نہیں تھا کہ شہباز اتنا گر سکتا ہے۔

"زبیر ...... زبیر! میری تو کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا۔شہباز ایسی کوئی حرکت نہیں کر سکتا۔زبیر میری بچی کے ساتھ کچھ اور ہوا ہے مگر شہباز نہیں نہیں...... میرے خدا مجھ سے راضی ہو جا میری کوتاہی میری غفلت معاف فرما دے ...... شہباز ایسی حرکت نہیں کر سکتا......"

عائشہ کی حالت بری ہو رہی تھی' وہ زبیر کے خیال اور الزام سے قطعی متفق نہیں تھی۔اسے شہباز پر اندھا اعتماد تھا اور زبیر اس اعتماد کی زنجیر کو توڑنا چاہتا تھا۔

"ہاں ...... شہباز بے قصور ہے خطا کار تو میں ہوں کہ تم سے شادی کر لی۔لے ڈوبے گا یہ اندھا اعتماد تمہیں ...... اور بیگم صاحبہ! اب میں تمہاری نہیں سنوں گا۔اب میں اپنی کروں گا وہ باپ بیٹا تمہیں بلیک میل کر کے جائیداد ہڑپ کر جائیں گے اور تم اعتماد کرتی رہ جانا......"

زبیر نے غصے سے عائشہ کو ڈانٹا۔

"ٹھیک ہے زبیر! آپ جو چاہیں کریں مگر پہلے مجھے قریشی بھائی سے بات کر لینے دیں۔چلیں میں خود بات کرتی ہوں ان سے ......"

قریشی صاحب کا تو اپنا حال خراب تھا۔شہباز تنہا ہوتا' تمام رات گھر نہ آیا تو شاید وہ اتنے نہ گھبراتے...... اب اس کے ساتھ دیبا تھی اور یہ بات بھی فکر انگیز نہیں تھی۔تلوار تو زبیر کے شک بھرے لہجے نے چلائی تھی ان کے اعتماد پر اس کے الزام نے پیروں تلے سے زمین کھینچ لی تھی۔

"رضوان ......! رضوان بیٹے! یہ کیا ہو گیا ہے۔میرے پروردگار یہ سب کیا ہو رہا ہے......؟"

قریشی صاحب نے فون کر کے رضوان کو بلا لیا تھا۔وہ جو کسی کام سے جا رہا تھا سیدھا ادھر ہی آ گیا۔

"اللہ تعالیٰ بہتر کرے گا میری تو خود سمجھ میں نہیں آ رہا کہ یہ سب کیا ہو رہا ہے۔دیبا اس کے ساتھ کیسے گئی وہ تو ......"

"میری تو خود کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا کہ ڈراما کیا ہے اوپر سے زبیر......"

اور جیسے ہی انہوں نے زبیر کہا اسی وقت عائشہ اور زبیر اندر داخل ہوئے۔غصے سے زبیر کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا جبکہ عائشہ کی بری حالت تھی وہ

قریشی صاحب کے بستر پر آ کر گر سی گئی۔

"قریشی بھائی میری بچی میری دیبا ......!" اس سے آگے اس کی زبان نے ساتھ نہ دیا وہ روئے گئی زبیر نے اک تیز نگاہ عائشہ پر ڈالی اور قریشی صاحب کے قریب آ گیا۔

"قریشی صاحب دیبا کہاں ہے اور کیا ارادے تھے شہباز کے؟"

"زبیر صاحب ہم بھی اتنے ہی بے خبر ہیں جتنے کہ آپ پلیز آپ اپنا رویہ درست کریں۔انکل کی طبیعت خراب ہے اور ......"

"دیکھئے ڈاکٹر صاحب یہ جو ڈراما آپ سب لوگ مل کر کھیل رہے ہیں ناں اس کا انجام اچھا نہیں ہوگا۔اپنے مقاصد کے لئے عورت کا استعمال کرنا شرمناک ہے اور میں جانتا ہوں کہ یہ سب کس لئے کیا گیا ہے لیکن ......"

"عائشہ بیٹی زبیر سے کہو اپنی سطح سے اتنا نیچے نہ گرے کہ قدموں کی خاک ہو جائے تم عائشہ تمہیں کیا ہو گیا ہے۔تم کیوں نہیں بولتیں کہ تم اور دیبا بیٹی ہمارے لئے کیا ہو ......"

درد کا ایک طوفان قریشی صاحب کے دل میں اٹھ رہا تھا اوپر سے اس گندے الزام نے ان کو اپنی نظروں میں گرا دیا تھا۔عائشہ کی تو اپنی حالت غیر ہو رہی تھی جیسے وقت گزر رہا تھا۔اسے بھی زبیر کی باتوں پر اعتبار آ رہا تھا۔

"اس قسم کے جذباتی فلمی مکالمے بولنے سے حقیقت پر پردہ نہیں ڈالا جا سکتا۔دیکھیں بھائی بہتری اسی میں ہے کہ آپ ہمیں خود ہی بتا دیں کہ آپ کیا چاہتے ہیں اور شہباز دیبا کو لے کر کہاں فرار ہوا ہے۔ورنہ معاملہ پولیس تک جائے گا اور پھر آپ جانتے ہیں کہ پولیس ......"

زبیر نے قریشی صاحب کو ہراساں کر دیا تھا۔رضوان نے بڑھ کر کچھ کہنا چاہا مگر انہوں نے لرزتا ہوا ہاتھ اٹھا کر اسے منع کر دیا۔

"ٹھیک ہے جب اعتماد محبت کی مضبوط عمارت ڈھے ہی گئی ہے تو آپ لوگوں کے جی میں آئے کریں اگر میرا بیٹا مجرم ہے تو ...... مگر نہیں ہرگز نہیں۔میرا شہباز ایسی کوئی غلطی نہیں کر سکتا۔نہیں کر سکتا......"

قریشی صاحب خنکی کے باوجود پسینے میں نہا گئے تھے۔شدت ضبط غم نے بیسیوں کی صورت اختیار کر لی تھی۔

"دیکھئے زبیر صاحب اصل حقیقت سے آپ اور ہم بے خبر ہیں اور حتمی فیصلے کے لئے ہمیں شہباز کا انتظار کرنا پڑے گا کہ ...... کہ ......"

ابھی رضوان بات کر رہا تھا کہ شہباز بری حالت میں گرتا پڑتا آ گیا۔اس کے منہ سے خون بہہ رہا تھا لباس بھی پھٹا ہوا تھا۔یوں لگ رہا تھا کہ دھینگا مشتی کے دوران کسی نے خوب مارا ہے۔وہ بالکل نڈھال تھا قریشی صاحب نے دل تھام لیا۔رضوان اس کی طرف بڑھا مگر اس سے کہیں زیادہ رفتار سے زبیر شہباز کی طرف بڑھا اور اس کا گریبان پکڑ لیا۔

"دیبا کہاں ہے ......؟" دانت پیس کر اس نے گریبان پر دباؤ ڈالا شہباز گہرے سانس لینے لگا۔

"میں پوچھتی ہوں شہباز دیبا .... کہاں ہے میری بچی میری دیبا............"

عائشہ نے شہباز کو جھنجوڑ ڈالا تو زخم خوردہ شہباز کی نگاہوں میں وہ منظر گھوم گیا۔جب وہ دیبا کو لے کر آ رہا تھا تو ان کے پیچھے ایک کار لگ گئی جس

میں چار بدمعاش بیٹھے تھے۔اس نے کوشش کی کہ نکل جائے مگر انہوں نے اسے گھیر ہی لیا اور اس کی سرتوڑ کوشش کے باوجود اسے مار کر گاڑی میں پھینک دیا اور دیبا کے منہ پر رومال رکھ کر اسے گھسیٹ کر لے گئے۔اس کی نگاہوں میں اس کی طرف بڑھتے ہوئے ہاتھ اور فریاد کرتی نظروں کا عکس جم گیا کتنا بے بس ہو گیا تھا وہ ہوش و خرد کھو بیٹھا تھا۔اس کی آنکھوں کے سامنے وہ انجانے بدمعاش اس کی محبت چھین کر لے گئے تھے۔وہ جب ہوش میں آیا تو دیبا کو وہ لے جا چکے تھے۔

'' چپ کیوں ہو شہباز؟ کہاں ہے میری بیٹی میری دیبا ......'' عائشہ نے اس کے منہ پر تھپڑ مارا تو اس نے نم آنکھوں سے اس کو دیکھا۔وہ کیا جواب دیتا کیا کہتا اپنی صفائی میں کیا پتا بتاتا ان بے نام انجان غنڈوں کا۔

'' یہ ایسے نہیں مانے گا ...... میں ابھی پولیس کو فون کرتا ہوں۔وہ خود ہی اگلوالیں گے ......'' زبیر تیزی سے فون کی طرف بڑھا تو شہباز شدت غم سے اسے دیکھ کر رہ گیا۔وہ تو سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اس پر کتنا بڑا الزام عائد ہو چکا ہے۔

'' بولیں عائشہ باجی سب کیا ہو رہا ہے...... کیا کہہ رہے ہیں زبیر بھائی ...... رضوان ...... ابو......'' شہباز کے حواس معطل ہو رہے تھے۔

'' شہباز تم بتاؤ تو سہی ...... کیا ہوا تھا؟ تم دیبا کو لے کر گئے تھے۔رات کے دو بج رہے ہیں کوئی اتا پتا کوئی خیریت نہیں اور اب بھی دیبا تمہارے ساتھ نہیں تو یہ بات کتنی اہم کتنی خطرناک ہے تمہیں خود ہی اندازہ ہونا چاہیے ......'' رضوان نے اسے بٹھاتے ہوئے کہا تو اس نے اس کے شانے پر سر رکھ کر دکھ

سے ڈوبا سانس لیا اور تمام قصہ کہہ دیا۔

'' بکواس کرتا ہے یہ شخص مجھے اس کہانی پر ذرا بھی یقین نہیں آیا ...... سچ بتاؤ شہباز لڑکی کہاں ہے۔اسے کہاں چھپایا ہے اور تمہارے کیا ارادے ہیں ...... کیا مقاصد ہیں ...... کیا مطالبے ہیں ...... جلدی بتاؤ ...... ہم اپنی لڑکی کے لئے تمہارا ہر مطالبہ پورا کرنے کو تیار ہیں۔''

زبیر کے اندر کی گندگی الفاظ میں ڈھلی تو ماحول پر سناٹا چھا گیا۔شہباز سن ہو گیا کہ زبیر اس کو مجرم سمجھ رہا ہے کہ وہ دیبا کو اغوا کر کے لے گیا۔اپنے مقاصد کی خاطر...... اس کا دماغ گھوم گیا وہ اٹھا اور زوردار مکا زبیر کے منہ پر جڑ دیا۔

'' ذلیل کمینے گھٹیا انسان اپنی طرح گرا ہوا سمجھا ہے اور تم جو اپنی عیاریوں کا جال بن رہے ہو معصوم عورت کے گرد ...... اللہ ہی تم سے سمجھے گا ......'' شہباز نے کہا۔

شہباز نے ایک اور مکا مارنے کے لئے ہاتھ اٹھایا کہ عائشہ تڑپ کر آگے بڑھی۔

'' ذلیل تم ہو گھٹیا انسان میں نے تم دونوں باپ بیٹے پر اندھا اعتماد کیا اس کا یہ صلہ دیا ہے تم نے مجھے ...... تم نے میرے شوہر پر ہاتھ اٹھایا ہے بتاؤ کہاں چھپا رکھا ہے تم نے اپنے مطالبے پورے کرانے کے لئے میری دیبا کو...... زبیر درست کہہ رہے ہیں تم دونوں باپ بیٹے کے عزائم ہی اور ہیں ...... لیکن میں اب ہوش میں آ گئی ...... میں کہتی ہوں شرافت سے دیبا کے بارے میں بتاؤ...... ورنہ میں خود تھانے جا کر تمہاری ایف آئی آر کٹوا دوں گی۔''

'' ٹھیک ہے عائشہ باجی اگر اعتماد کا آئینہ ٹوٹ چکا ہے۔روح بھی گھائل ہو گئی ہے سچائی کی گواہی صرف خدا ہی دے سکتا ہے۔آپ کو جو کرنا ہے کریں۔جائیں پولیس میں اطلاع کر دیں میرا خدا نگہبان ہے ......'' شہباز نے ان کو کاروائی کی اجازت دے دی تو قریشی صاحب تو بالکل ڈھے گئے۔وہ پولیس والوں کے روایتی رویے سے واقف تھے۔

'' یہ سب کیا ہو گیا ہے۔میرے خدا؟ زندگی میں یہ دن بھی دیکھنا تھا کہ پولیس تھانے کے جھگڑے ہوں گے۔میرے پروردگار تو بہتر جانتا ہے رحم فرما...... رحم فرما......''

قریشی صاحب دل گرفتہ سے سینہ مسلتے ہوئے ایک طرف جھک گئے ...... رضوان نے جھٹ ان کو پکڑ لیا۔

'' ٹھیک ہے قریشی صاحب آپ نے کسی بھی مقصد کے لئے سہی عائشہ اور دیبا کا خیال رکھا۔اس لئے میں معاملہ اپنے گھر تک رکھتا ہوں۔پولیس کو انوالو نہیں کرتے۔میں شہباز کو لے جا رہا ہوں اپنے انداز سے پوچھوں گا ورنہ پھر......'' زبیر نے چلیے کہاں چلنا ہے مجھے ......'' شہباز تن کر زبیر کے سامنے کھڑا تھا۔

'' میں بھی شہباز کے ساتھ جاؤں گا......'' رضوان جلدی سے آگے بڑھا مگر زبیر درمیان میں آ گیا۔

'' آپ کی ضرورت نہیں ڈاکٹر صاحب یوں بھی جنگ دو فریقین کے درمیان ہے۔دائیں بائیں سے شامل ہونے والے تو یونہی مارے جاتے ہیں۔'' زبیر نے رضوان کو شانے سے پکڑ کر پرے کیا اور پھر ایک تیز نگاہ قریشی

صاحب پر ڈال کر بڑھنے لگا۔

'' رضوان اور ابو آپ لوگ قطعی فکر مند نہ ہوں۔میرا خدا نگہبان' میرا محافظ ہے۔میرا گواہ ہے میری بے گناہی کا...... بس اللہ سے مدد مانگیے۔''

شہباز نے بڑے ضبط سے رضوان اور قریشی صاحب کو دلاسا دیا اور خود زبیر اور عائشہ کے پیچھے چل پڑا۔

"زبیر تمام رات بیت گئی میری دیبا کا کچھ اتا پتا نہیں اور اس شہباز کو لانے کا کیا مطلب ہے۔"

عائشہ کو زبیر کی کاروائی ہرگز سمجھ میں نہیں آ رہی تھی ...... زبیر نے شہباز کو اوپر والے پورشن میں بند کردیا تھا اور چند خطرناک جلادقسم کے آدمی بھی آ چکے تھے۔عائشہ کا دم نکل گیا تھا جن کو دیکھ کر ......

"دیبا کا اتا پتا لگانے کے لئے ہی انتظامات کر رہا ہوں۔یہ جو تمہارا با اعتماد بھائی ہے ناں خود ہی بتائے گا کہ دیبا کہاں ہے تم اس کمرے سے باہر نہیں نکلنا نہ آنا ورنہ......"

وہ پریشان بیٹھی تھی کہ اماں آ گئیں۔

"عائشہ بیٹی میں لاکھ تم کو بیٹی کہوں مگر ہوں تو ملازمہ مگر اب جو کچھ اس گھر

میں ہو رہا ہے وہ کسی قیامت سے کم نہیں۔" اماں نے دوپٹے سے آنسو صاف کئے تو وہ چڑ گئی۔

"اماں خدا کے لئے میں خود اتنی پریشان ہوں' آپ اور ہراساں کر رہی ہیں۔اب کیا ہوا ہے۔"

"عائشہ بیٹی زبیر میاں تمہارے شوہر ہیں مگر بڑے ظالم ہیں بڑے جلاد ہیں۔"

"اماں تمیز سے بات کرو تم نوکروں کو عزت دینے کا یہ ہی نقصان ہوتا ہے کہ سر کو آ جاتے ہو۔"

"بیٹی جھوٹ اور سچ کی پہچان کر لو ورنہ پچھتاؤ گی' شہباز بے گناہ ہے اور وہ زبیر اسے باندھ کر مار پڑوا رہا ہے۔"

"کیا شہباز کو مار رہے ہیں؟" عائشہ تڑپ اٹھی۔

"ہاں دو آدمی اسے مار رہے ہیں اور زبیر الٹے سیدھے سوال کر رہا ہے بیٹی جاؤ اسے منع کرو۔مجھے معلوم ہے کہ اصل بات کیا ہے؟" اماں نے آنسو صاف کر کے اسے دیکھا۔

شہباز کی مار کا سن کر اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے تھے پھر وہ اماں کے ساتھ چپکے سے اوپر گئی' جھری سے جھانک کر دیکھا تو اندر کے منظر نے اس کی ٹانگوں سے جان نکال لی۔یہ خوبصورت کمرہ تو کسی عقوبت خانے کا روپ دھار چکا تھا' شہباز کے دونوں ہاتھ بندھے تھے گردن آگے جھکی ہوئی تھی۔پشت سے خون بہہ رہا تھا وہ بے ہوش لگ رہا تھا اور زبیر کسی جلاد کی طرح ہنٹر ہاتھ میں لئے کھڑا تھا۔ظلم وتشدد کا یہ منظر زندگی میں پہلی بار دیکھا تھا عائشہ نے وہ گر سی

گئی تو اس کا ہاتھ دروازے کو لگا زبیر چونک کر مڑا۔

"تم ......تم دونوں یہاں کیا کر رہی ہو' جب میں نے منع کیا تھا کہ ادھر کا رخ نہیں کرنا پھر ...... پھر کیوں آئی ہو ادھر۔" ان دونوں کو دیکھ کر خون اتر آیا تھا' زبیر کی نگاہوں میں۔

"زبیر آ...... آپ نے شہباز کو مارا ہے اور اتنا لہولہان کر دیا کیوں؟" عائشہ کو شہباز کے زخم اپنے دل پر لگے ہوئے محسوس ہو رہے تھے اس کی بات پر زبیر زہر خند ہنسی ہنسا۔

"جی ہاں اتنی محنت کے بعد اگلا ہے تمہارے بھائی نے کہ لڑکی کہاں ہے' صرف تمہارے اعتماد اور تعلقات کی وجہ سے میں نے اسے پولیس کے حوالے نہیں کیا ورنہ وہاں تو کب کا اگل چکا ہوتا۔" زبیر بڑی کامیابی سے اپنے مقاصد میں کامیاب ہو رہا تھا۔ عائشہ کا چہرہ دھواں دھواں ہو رہا تھا۔ اتنے حقائق کے باوجود دل اس بات کو نہیں مان رہا تھا جس کا ثبوت زبیر دے رہا تھا۔ زبیر جیسے بھی ہو میری دیبا کو لے آئیں۔ میرے خدا یہ سب کیا ہو رہا ہے۔" عائشہ رو رہی تھی۔ زبیر کچھ دیر اسے دیکھتا رہا۔ اسے پورا یقین تھا کہ عائشہ کو ابھی بھی شہباز پر شبہ نہیں۔

"ٹھیک ہے تم بھی ساتھ چلو' دیبا یوں بھی مجھ سے خار کھاتی ہے۔ تم ساتھ ہو گی تو اور رمضان! شہباز صاحب کو عزت کے ساتھ ان کے گھر چھوڑ آؤ۔ ہمارا کام ہو گیا ہے ہماری ذاتی دشمنی تو ہے نہیں۔" ایک گھنٹے کی ڈرائیو کے بعد وہ لوگ ایک اندھیری پراسرار سی جگہ پر بنے ایک بڑے اور پراسرار سے بنگلے میں آ گئے۔ بڑے بڑے درختوں پر سناٹا تھا جھینگر بول رہے تھے۔

"زبیر ہم کہاں آ گئے ہیں' یہ تو بڑی خوفناک جگہ ہے۔"

"ہونہہ دیکھو پھر اپنے قابل اعتماد بھائی کا کمال یہاں ہے اس کا اڈا اور یہیں وہ کارنامے انجام دیتے ہیں۔" دونوں تاریک کوریڈور سے گزر رہے تھے کہ ایک پیچھے سے آواز آئی اور ساتھ ہی روشنی بھی ہو گئی۔

"رک جاؤ کون ہو تم لوگ؟" عائشہ کا دل اچھل کر حلق میں آ گیا۔ زبیر نے مضبوطی سے اس کا ہاتھ پکڑا اور مڑا ہمیں شہباز نے بھیجا ہے ہماری بچی ہمارے حوالے کر دو۔"

"تم جو کوئی ہو تم سے ہماری دشمنی نہیں ہمیں شہباز نے بھیجا ہے' ہماری بچی ہمارے حوالے کر دو۔"

"بکواس بند کرو کون ہے کمینہ تمہارا باس جلاد جو انسان کہلانے کا حق دار نہیں۔"

"ہوش میں آیئے میڈیم ہم اپنے باس کے خلاف بولنے والے کو ہمیشہ کے لئے خاموش کروا دیا کرتے ہیں اور ......" وہ غصے سے آگے بڑھا اسی وقت اس کی جیب میں پڑے موبائل کی بیل ہوئی تو وہ اسے گھورتا دو قدم ہٹ کر فون سننے لگا۔

"ہیلو باس جی ہاں بڑی گڑبڑ کر دی ہے' شہباز صاحب نے' انہوں نے لڑکی کے خالہ خالو کو یہاں بھیج دیا ہے۔" وہ تو اور بھی باتیں کر رہا تھا مگر عائشہ کے کانوں میں جیسے پگھلا ہوا سیسہ انڈیل دیا گیا ہو۔ اک ٹیس سی اس کے دل میں اٹھی' شہباز کا شفاف کردار بری طرح دھندلا گیا۔ اس نے چور نگاہوں سے زبیر کو دیکھا جو اسی کو دیکھ رہا تھا' اس کی نظر پڑتے ہی پھر چہرے پر اذیت

طاری کر لی۔

''اچھا تو کیا آپ بھی یہ ہی کہہ رہے ہیں کہ لڑکی واپس کر دیں۔ویسے سر بات تو ادھوری ہی رہ گئی نہ کوئی مطالبہ کیا نہ بات منوائی آپ تو کہہ رہے تھے کہ دیبا کی جائیداد اپنے نام کرکے کچھ حصہ' ہمیں بھی عنایت کر دیں گے۔ویسے باس یہ ہمارے بزنس ہمارے اصول کے منافی حرکت کر رہے ہیں لگتا ہے سارا مال اکیلے ہی ہڑپ کرنا چاہتے ہیں۔ہمارے بزنس میں مل کر کھانے کا اصول رائج ہے۔اکیلے تو ہم کسی کو کھانے نہیں دیتے۔چلئے کوئی بات نہیں اس بار تو چھوڑ رہے ہیں آئندہ نہیں۔'' اس آدمی نے فون بند کیا اور کرسی پر پاؤں رکھ کر قدرے جھک کر زبیر اور عائشہ کو دیکھنے لگا۔جو سہمے ہوئے تھے۔

''یہ تمہارا باس کون ہے؟'' زبیر نے ڈرتے ڈرتے ہوئے پوچھا۔

''باس ...... ہا ...... ہا ...... ہا......'' اس آدمی نے بے ہنگم برا سا قہقہہ لگایا۔

''باس کا بتاؤں تاکہ تم جا کر پولیس میں بتا دو' اتنا احمق سمجھ رکھا ہے بہرحال قریشی کو تم تو نہیں جانتے البتہ میڈم خوب اچھی طرح جانتی ہیں کیوں میڈم جانتی ہیں ناں۔'' اس آدمی نے ذرا جھک کر عائشہ کی آنکھوں میں دیکھا جس نے نظریں جھکا لیں جیسے اس تعلق پر نادم ہو۔

''اچھا بھائی اب تو تمہارے باس نے اجازت دے دی ہے۔لڑکی ہمارے حوالے کر دو۔''

''اچھا اچھا زیادہ بڑبڑ نہ کرو اور ...... رفو لڑکی لے آؤ۔'' عائشہ نے اس نوید پر دل تھام لیا۔دونوں کھڑے ہو گئے۔ایک نقاب پوش بندے کے ساتھ چلتی ہوئی دیبا آ رہی تھی۔مگر حیرت ناک بات یہ تھی کہ اس کے چہرے پر کسی

خوف یا گھبراہٹ کے اثرات نہیں تھے تو غصے اور نفرت کے' جس نے اس کے معصوم چہرے کو سخت بنا دیا تھا۔

''دیبا میری بے بی کیسی ہو تم؟ان ذلیل لوگوں نے تمہیں تنگ تو نہیں کیا ان بدمعاشوں نے۔'' زبیر جلدی سے دیبا کی طرف بڑھا۔دیبا وہیں رک گئی حقارت بھری بھرپور نگاہ زبیر پر ڈالی اور آگے آ گئی۔سامنے عائشہ بانہیں پھیلائے کھڑی تھی۔کچھ دیر ماں جیسی چاہنے والی خالہ کو دیکھا جو اب پرائی ہو چکی تھی۔جی تو اس کا چاہتا تھا اس ماں کے سینے سے لپٹ کر اتنا روئے کہ اس کا اور عائشہ کا وجود بہہ جائے اس پانی میں وہ ضبط کیے مگر سپاٹ چہرہ لیے دیکھتی رہی۔

''میری جان کوئی بدتمیزی تو نہیں کی ان ذلیل آدمیوں نے۔'' عائشہ نے ساتھ لگا کر پیار کیا۔پیشانی چومی وہ بے تاثر چہرہ لیے الگ ہو گئی۔

''جی نہیں بڑی عزت سے رکھا ہے۔لگژری روم دیا ہوا تھا' کھانا بھی فائیو اسٹار ہوٹل جیسا ملتا تھا۔''

تلخ لہجے میں بولتے ہوئے اس نے زبیر کو دیکھا اور ان دونوں کے آگے آگے چلنے لگی۔عائشہ اسے بار بار پیار کرتی رہی۔مختلف سوالات کرتی رہی جب کہ زبیر گرجتا رہا دھمکیاں دیتا رہا۔

''عائشہ تم دونوں اب بالکل فکر نہ کرو' اب میں دیکھ لوں گا ان بدمعاشوں کو۔''

نجانے کیا بات تھی کہ سب کچھ آنکھوں سے دیکھ لینے کے بعد بھی عائشہ کا دل نہیں مان رہا تھا کہ قریشی صاحب جیسے عبادت گزار شریف آدمی اور شہباز کو

تو اس نے بالکل بھائیوں کی طرح چاہا تھا اور ان دونوں نے محض دولت جائیدار کی خاطر اتنی نیچ اتنی گھٹیا حرکت کی کہ دیبا کو استعمال کیا انہوں نے' دوسری طرف یہ سکون اور اطمینان تھا کہ زبیر جیسا چاہنے اور خیال رکھنے والا شوہر زندگی میں آچکا تھا۔وہ تو نہال ہو رہی تھی کہ ایسے وقت میں جب کہ قریشی صاحب اور شہباز جیسے بااعتماد دوستوں نے دھوکا دیا تھا تو اگر زبیر بھی نہ ہوتا تو وہ کیا کرتی۔ جب کہ دیبا کی نگاہوں میں وہ منظر گھوم رہا تھا جب وہ اور شہباز جا رہے تھے اور کچھ آوارہ لوگ ان کا پیچھا کرتے رہے اور پھر اس کو زبردستی گھسیٹ کر لے گئے اور ایک خوبصورت کمرے میں قید کر دیا تھا اور جس طرح وہ باتیں کر رہے تھے اس سے وہ سب سمجھ گئی تھی۔

"عائشہ تم آج دیبا کے پاس رہو' دیکھو تو کس قدر سہمی ہوئی ہے بیٹا کھانا کھا لو' لو میں خود کھلاتا ہوں۔" زبیر نے نوالہ بنایا اور دیبا کی طرف بڑھایا اس نے حقارت بھری تیز نگاہ سے اُسے دیکھا اور منہ دوسری طرف کر لیا۔

"مجھے بالکل بھوک نہیں' اب میں صرف آرام کرنا چاہتی ہوں' خالہ جانی آپ بھی جائیے اب میں کوئی بچی تو نہیں کہ آپ کے ساتھ سوؤں اور ایسی کون سی بڑی بات ہو گئی ہے پلیز آپ لوگ جائیں۔"اس کے اندر کا دکھ آنسوؤں کا سیلاب بن کر حلق میں پھنس رہا تھا۔آنسو خاموشی سے گر رہے تھے۔اس نے مضبوط آواز میں چہرہ دوسری طرف کر کے کہا تو عائشہ نے بے بسی سے اس کی پشت کو دیکھا۔اس کا کتنا دل چاہ رہا تھا' اسے ساتھ لگائے پیار کرے مگر دیبا کا سخت رویہ تیر بن کر اس کے دل میں پیوست ہو گیا۔اس نے زبیر کو دیکھا اس نے نظروں ہی نظروں میں چلنے کو کہا تو وہ دیبا کی طرف بڑھی اس کے شانے پر

پیار سے ہاتھ رکھا۔

"تم نے کچھ بھی نہیں کھایا' دودھ تو پی لینا جان۔"

"آپ اطمینان سے جائیں خالہ جانی مجھے بھوک لگے گی تو کچھ کھا پی لوں گی پلیز۔" آنسوؤں کا گولا حلق میں اٹکا ہوا تھا۔عائشہ دل پر گرتے اس کے آنسوؤں کی نمی لیے چلی گئی تو دیبا نے کنڈی لگا کر اسے کمرے کو دیکھا غم و غصے کا ایسا طوفان جس پر اب تک تو بند باندھ رکھا تھا۔اب سارے بند ٹوٹ گئے تھے اس نے کمرے کا حلیہ بگاڑ کر رکھ دیا اسے اس وقت شدت سے کسی بے لوث شانے کی ضرورت ہو رہی تھی وہ آہستگی سے باہر آ گئی۔

"کون ہے؟" اندر سے اماں سکینہ کی آواز آئی۔

"دیبا میری بیٹی" اماں نے بانہیں پھیلا دیں اور وہ ان میں سما گئی۔

"اماں ...... اماں میں اکیلی رہ گئی' اماں میری ماں مر گئی میرے پاپا مر گئے۔میری خالہ جانی مر گئیں اور میں پھر بھی زندہ ہوں' کیوں کیوں آخر ؟"

اماں آپ کو پتا ہے یہ سب کس نے کیا ہے۔" برس جانے کے بعد جیسے بادل چھٹ جاتے ہیں اور فضا کی کثافت کم ہو جاتی ہے اسی طرح دیبا کو بھی اپنا آپ ہلکا محسوس ہو رہا تھا۔

"میری جان میں تو ثبوت بھی پیش کر سکتی ہوں مگر میں جانتی ہوں کہ عائشہ بدل ہو چکی ہے۔وہ طلسماتی سحر میں گم ہو چکی ہے' اسے کسی بات پر اعتبار تو نہیں آئے گا مگر شہباز میاں کی خاطر میں منہ ضرور کھولوں گی۔بڑا ظلم کیا ہے

شہباز پر ان لوگوں نے۔'' اور پھر اماں سکینہ نے اسے ساری بات بتا دی تو اس کی رگوں پر کھولتے خون میں پھر سے ابال اٹھنے لگے۔

'' اماں ہم دونوں یہاں سے چلے جاتے ہیں۔'' معصوم سی دیبا کو فرار کے علاوہ کوئی راہ نہ نظر آئی تو اماں نے اس کا چہرہ تھام لیا۔

'' میری بیٹی! میرے خدا کا کرم ہے کہ میں تمہیں ساتھ لے جا سکتی ہوں اور اللہ کے فضل سے ہم رہ بھی سکتے ہیں مگر عائشہ وہ جو ہم دونوں کو پیاری ہے۔ پہلے ہی ڈوب رہی ہے۔اب ہم بھی چھوڑ کر چلے جائیں تو۔''

'' اماں! ہم ان کو بچا بھی تو نہیں سکتے۔'' وہ پھر سسکنے لگی۔

''بچانے والا تو خدا ہے بیٹا وہی ہمارے گناہ معاف کر کے ہماری حفاظت کرتا ہے۔اللہ کی پاک ذات اسے ضرور بچائے گی۔چلو میری بیٹی اب جاؤ سو جاؤ۔''

'' نہیں اماں میں اپنے کمرے میں نہیں جاؤں گی ایک عرصے سے جاگ رہی ہوں۔آپ کے پاس سوؤں گی اور پھر بے لوث محبت کرنے والی اماں کے سینے پر سر رکھ کر لیٹی تو ٹوٹ کر نیند آ گئی۔

دیبا کے اغوا کا ڈراما اتنا معمولی نہیں تھا کہ اس کے اثرات جلد ہی ختم ہو جاتے جن مقاصد کے لئے یہ ڈراما کھیلا گیا تھا وہ حاصل ہو چکے تھے۔

'' میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اتنے پرانے دوست جاننے والے محض جائیدار کی خاطر اتنا کر جائیں گے کہ لڑکی کو آلہ کار بنائیں گے۔تمہیں ہی بڑا اعتماد تھا۔مجھے تو دال میں کالا شروع ہی سے نظر آ گیا تھا مگر تمہارا اعتماد دیکھ کر میں چپ رہا۔اب جب کہ بات حد سے گزرنے لگی تو۔''

'' میں تو یہ سوچ رہی ہوں زبیر کہ انسان کس پر اعتماد کرے اگر قریشی بھائی اور شہباز بدل سکتے ہیں۔لالچ میں آ سکتے ہیں تو......تو......'' عائشہ کو بے حد دکھ ہوا تھا وہ اس وقت بھی سسک رہی تھی۔زبیر اٹھ کر اس کے قریب آ گیا۔

'' کم آن عائشہ! یہ پیسہ چیز ہی ایسی ہے بڑے بڑے پارسا لوگوں کا ایمان ڈگمگا جاتا ہے اور یہ تو پھر قریشی صاحب اور شہباز تھے۔''

'' پتا نہیں زبیر سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھ لینے کے بعد بھی مجھے یقین نہیں آ رہا کہ اگر وہ لوگ بدل سکتے ہیں تو کوئی بھی بدل سکتا ہے۔''مدتوں کا اعتماد اعتبار ہاتھ سے ریت کی مانند پھسل گیا تھا۔عائشہ کو اپنا آپ خالی محسوس ہو رہا تھا۔

'' یہ تمہارے اندھے اعتماد کی انتہا ہے عائشہ! بہرحال حقیقت تمہارے سامنے ہے اور فیصلہ تمہارے ہاتھ میں ہے مجھے تو نہ تمہاری جائیدار سے غرض ہے اور نہ دولت سے البتہ میں تمہیں اور دیبا کو برباد ہوتا نہیں دیکھ سکتا۔میرا کیا ہے بیمار آدمی ہوں چاہتا ہوں کہ اپنی زندگی میں تم لوگوں کے لئے کچھ کر جاؤں مگر۔'' زبیر نے چہرے پر اذیت طاری کی اور سینہ مسلنے لگا۔عائشہ بری طرح گھبرا گئی۔

'' زبیر آپ کو اس قسم کی تکلیف بارہا ہو چکی ہے آپ مجھے بتاتے کیوں نہیں آپ کو کیا ہے۔''

'' میرے دل میں تکلیف ہے عائشہ اور ڈاکٹرز کی رائے زیادہ اچھی نہیں ہے۔پریشان ہوتا ہوں تو تکلیف دو چند ہو جاتی ہے۔پہلے تو اکیلا آدمی

تھا۔زندگی کو اہمیت نہیں دیتا تھا مگر اب تم دونوں کی خاطر میں جینا چاہتا ہوں۔تم لوگوں کا دنیا میں میرے علاوہ ہے بھی کون؟'' زبیر نے چہرے پر مزید تکلیف اور اذیت طاری کی تو عائشہ رونے لگی۔

'' خدا آپ کو میری عمر بھی لگائے زبیر آپ ایسی باتیں کیوں کرتے ہیں۔علاج کے لئے ہم امریکہ جائیں گے۔انشاءاللہ آپ ٹھیک ہو جائیں گے۔'' عائشہ نے پانی کا گلاس اس کے ہونٹوں سے لگایا تو اس نے کن اکھیوں سے عائشہ کو دیکھا۔ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔

''نہیں عائشہ ابھی میں یہاں پر علاج کا نہیں سوچ سکتا اور تم امریکہ کی بات کرتی ہو۔'' وہ تکیے پر سر رکھ کر لمبے لمبے سانس لینے لگا۔

'' کیسی غیروں جیسی باتیں کرتے ہیں زبیر میری جائیداد دولت کس دن کام آئے گی۔''

'' اونہہ وہی دولت جائیداد جس پر قریشی صاحب سانپ بن کر بیٹھے ہوئے ہیں۔''

'' قریشی صاحب جیسے سانپ کا اب میں خود سر کچل کر رکھ دوں گی بہت ہو گیا لحاظ۔'' اس نے مضبوط لہجے میں کہا تو زبیر اچھل کر بیٹھ گیا۔

'' یہ ہوئی ناں بات!'' عائشہ چونک کر اسے دیکھنے لگی تو وہ پھر لیٹ گیا۔

'' دیکھ لو عائشہ تمہاری بہادری نے میری تکلیف ہی ختم کر دی۔تمہیں یہ کام بہت پہلے کر لینا چاہیے تھا۔خیر اب میری بات دھیان سے سنو قریشی صاحب اور شہباز معمولی لوگ تو نہیں ہیں تم خود ان کی حیثیت جان چکی ہو ان کا تعلق

کتنے خطرناک گروہ سے ہے۔ان سے دشمنی ہمارے لئے خطرناک ثابت ہو سکتی ہے۔تم ایسے طریقے سے بات کرو کہ ان کو اس واقعے کا قطعی حوالہ نہ دینا بس یہ کہ کسی بھی بات کو درمیان میں لائے بغیر تم اپنی روایتی سعادت مندی سے اپنا سب کچھ لے لو اور اگر اڑی تڑی کریں گے تو چوڑیاں تو ہم نے بھی نہیں پہن رکھیں۔لیکن میں بنیادی طور پر امن پسند آدمی ہوں۔یوں بھی انہوں نے ایک عرصہ تک لالچ میں سہی' تم دونوں کا خیال رکھا تو میں چاہتا ہوں کہ صلح صفائی سے کام ہو جائے۔''

'' زبیر آپ آپ کتنے اچھے' کتنے بلند ہیں۔قریشی بھائی نے تو آپ کے بارے میں مجھے خوف زدہ کر دیا تھا۔'' زبیر اسے اور عظمت کے بلند مینار پر نظر آ رہا تھا۔

'' اوہ...... کم آن عائشہ! اپنے اپنے ظرف کی بات ہوتی ہے۔زبیر نے اپنی اعلیٰ ظرفی بیان کرتے ہوئے سگریٹ سلگایا مگر عائشہ نے جھٹ سگریٹ چھین لیا۔

'' زبیر اتنی آپ کو تکلیف ہے پھر بھی آپ سگریٹ پیتے ہیں۔یہ چھوڑ کیوں نہیں دیتے۔اپنے لئے نہیں تو میرے لئے سہی۔''

'' جناب آپ کی خاطر تو ہم دنیا چھوڑ سکتے ہیں۔سگریٹ کی کیا بات ہے یہ لیجئے۔''

زبیر نے محبت سے اسے دیکھتے ہوئے سگریٹ ایش ٹرے میں مسل دیا تو وہ سو جان سے اس پر نثار ہو گئی۔

'' دنیا چھوڑنے کی بات آئندہ نہ کیجئے گا چھوڑیں گے تو ایک

ساتھ۔''

''جیسا حکم بیگم صاحبہ ہم موت سے کہہ دیں گے کہ اللہ تعالیٰ سے تھوڑا سا وقت دلوا دو خیر مرنے کی باتیں چھوڑو' ذرا کپڑے نکالو میں مظہر کے پاس جا رہا ہوں دیکھوں تو وہ کیا کر رہا ہے۔آج کل کسی پر اعتبار بھی نہیں کیا جا سکتا۔''پھر وہ باتھ روم کی طرف چلا گیا اور وہ مسکراتی ہوئی وارڈروب کی طرف بڑھ گئی۔

''زبیر چلیں پھر قریشی کے گھر۔'' عائشہ نے کہا تو وہ چونک کر اسے دیکھنے لگا عائشہ قریشی بھائی سے صرف قریشی تک آ گئی تھی۔

''چلو بھئی میں تو کچھ شرمندگی سی بھی محسوس کرتا ہوں کہ دولت جائیداد تمہاری ہے اور میں۔''

''کم آن زبیر جب آپ غیروں والی بات کرتے ہیں تو میری جان جل جاتی ہے۔''

''اچھا بھئی توبہ آئندہ نہیں جلائیں گے آپ کی جان چاہے خود جل جائیں۔''زبیر نے ہنستے ہوئے کان پکڑ لئے تو وہ سو جان سے فدا ہو گئی۔

''ویسے بائی داوے دیبا مان جائے گی بھئی اس کی بھی جائیداد ہے وہ کوئی پھڈا نہ کر دے۔''

"اندیشہ تو مجھے بھی ہے مگر اس حادثے کے بعد میرا خیال ہے وہ ان کی سائیڈ نہیں لے گی۔ بہرحال آپ تیار ہوں میں اس سے بات کرتی ہوں۔" اور پھر عائشہ اسی وقت اٹھ کر دیبا کے کمرے میں آ گئی جو ایزی چیئر پر کھڑکی سے نظر آنے والے باہر کے منظر کو خالی نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ وہ نجانے کن سوچوں میں تھی کہ اسے عائشہ کے اندر آنے کا اس وقت پتا چلا جب وہ اس پر جھکی اس کی پیشانی پر پیار کر رہی تھی وہ چونک کر سیدھی ہو گئی۔ عائشہ اس کے مقابل آ کر کھڑی ہو گئی تو دیبا چپ چاپ اسے دیکھے گئی۔

"دیبا میری جان کیا بات ہے' اداس کیوں ہو؟" عائشہ نے اس کا ہاتھ پکڑ کر پیار سے کہا تو اس نے آہستگی سے ہاتھ الگ کر لیا۔

"ایسی کوئی بات نہیں آپ کو کچھ کہنا ہے۔" لہجے میں تڑپا دینے والی رکھائی تھی۔

"کچھ نہیں جان وہ یہ کہنا تھا کہ ہم نے قریشی صاحب اور شہباز کی صورت میں بہت بڑا دھوکا کھایا ہے۔ دونوں فراڈ ہیں ہماری جائیداد پر قبضہ کرنا چاہتے ہیں۔"

"اچھا" اس اچھا میں اتنی حیرت' اتنی بے یقینی' بے اعتمادی تھی۔ طنز تھا جس کو عائشہ نہیں سمجھ سکی۔

"ہاں دیکھو ناں وہ کس حد تک گر گئے۔ اپنے مقاصد کے لئے تمہیں استعمال کیا۔ کتنی گھٹیا حرکت کی ہے اور ہمیں تو اب پتا چلا ہے کہ وہ کسی خطرناک گروہ سے تعلق رکھتے ہیں اور......"

"خالہ جانی آپ کس لئے آئی ہیں۔" وہ درمیان میں اس کی بات کاٹ کر

رکھائی سے بولی تو عائشہ نے ساری بات اسے بتا دی تو وہ طنزیہ نظروں سے اسے دیکھنے لگی جیسے کہہ رہی ہو کہ آپ تباہی کی طرف جا رہی ہیں۔

"ٹھیک ہے چلیے" وہ جھٹ تیار ہو گئی تو عائشہ کو یقین نہیں آیا کہ وہ اتنی جلدی تیار ہو جائے گی۔

"جیتی رہو میری جان زبیر سنیں گے تو خوشی سے بے حال ہو جائیں گے کہ ہماری دیبا بھی ہماری ہم خیال ہو گئی ہے۔" اس نے دیبا کو پیار کیا اور باہر نکل گئی۔ دیبا دکھ سے اسے دیکھتی رہ گئی کہ زندگی کتنی بدل گئی تھی۔

♥......♥......♥

* * *

"یہ تو کھلم کھلا بدمعاشی ہے انکل اور آپ ہیں کہ پولیس رپورٹ تک نہیں کرانے دیتے۔ یہ کوئی تک ہے کہ انہوں نے قانون کو اپنے ہاتھ میں لیا۔ حبس بے جا کا کیس بن سکتا ہے۔ ذلیل لوگوں نے مار مار کر براحال کر دیا ہے۔" رضوان شہباز کے زخموں پر پٹیاں باندھتے ہوئے جذباتی ہو رہا تھا اور بضد تھا کہ پولیس میں اطلاع دی جائے جب کہ وہ دونوں خاموش تھے۔

"اس کے زخموں کی اذیت میں اپنے بیمار دل پر محسوس کر رہا ہوں رضوان بیٹے مگر کیا کروں کس پر مقدمہ کروں اگر سامنے صرف زبیر ہوتا تو میں اس کے ایک ایک زخم کا حساب لیتا' اب میں عائشہ پر مقدمہ کروں کیسے کروں یہ سب' عائشہ اس شخص کی بیٹی ہے۔ جنہوں نے مجھے باپ کا پیار دیا اعتماد دیا اور اس شخص کی بیوی کی بہن ہے کہ جو مجھے اپنی جان سے زیادہ عزیز تھا اور خود اس

بچی نے باپ اور بڑے بھائی جیسی میری عزت کی ہے۔ اب اگر وہ تباہی کی طرف جا رہی ہے تو میں پیچھے کیسے ہٹ جاؤں۔"

"انکل! حد ہو گئی جب انہوں نے آپ کی کسی نیکی کو یاد نہیں رکھا تو آپ آپ کو پتا ہے انہوں نے دیبا کے اغوا کا الزام لگایا ہے اور اسی جرم میں اس کا یہ حال کیا ہے۔ میں آپ کو بتا رہا ہوں کہ اب زبیر نے کوئی ایسی حرکت کی تو میں پولیس تک پہنچ جاؤں گا۔" رضوان بہت غصے میں تھا' جذباتی ہو رہا تھا' شہباز نے اس کا ہاتھ دبایا تو وہ چڑ گیا۔

"چھوڑو یار" وہ اس کا مطلب سمجھ گیا تھا اور جب وہ باہر نکل رہا تھا تو عائشہ' زبیر اور دیبا سامنے سے آ رہے تھے۔ اس نے واپسی کا ارادہ ترک کر دیا اور واپس آ گیا۔ عائشہ کا خیال تھا کہ چونکہ زبیر نے شہباز کے ساتھ زیادتی کی ہے تو قریشی صاحب بہت خفا ہوں گے۔ مگر انہوں نے حسب سابق اس کے اور دیبا کے سر پر شفقت سے ہاتھ رکھا۔ شہباز نے بھی اسلام کیا اور دوسرے کمرے میں چلا گیا۔ اس پذیرائی پر زبیر کے سینے پر سانپ لوٹ گئے قدم تو عائشہ کے بھی ڈگمگا گئے کہ اب وہ کیسے بات کرے۔ قریشی صاحب کے سامنے تو ہمیشہ کی طرح نظریں آپ ہی احترام میں جھک گئیں۔ اس نے زبیر کی طرف دیکھا اس نے تیز نظروں سے اسے گھورا کیونکہ وہ سمجھ رہا تھا کہ عائشہ نرم پڑ رہی ہے۔

"قریشی صاحب! میں بیٹھنے یا کچھ کہنے سننے نہیں آئی بس آپ میرے بلکہ ہمارے کاغذات' فائلیں جو کچھ بھی ہے ہمارے حوالے کر دیں۔ پیشانی پر نمی اتر آئی تھی دل جیسے کٹا جا رہا تھا۔ قریشی صاحب نے دکھ سے اسے دیکھا اور پھر

زبیر کو دیکھا کیونکہ یہ سب زبیر ہی کا تو کیا دھرا تھا دکھ کی شدید لہر ان کے دل میں اٹھی۔وہ سینہ مسلتے ہوئے اٹھے اور دوسرے کمرے میں چلے گئے اور دونوں کے کاغذات کی فائلیں لے آئے۔

"عائشہ بیٹی تمام رشتے اعتماد کے ہوتے ہیں جب یہ ٹوٹ جائے تو باقی کوئی رشتہ نہیں رہتا بیٹی مگر میں تمہیں ڈوبتا ہوا نہیں دیکھ سکتا۔بہر حال یہ تو یہ تمہاری فائلیں ہیں۔" قریشی صاحب نے لرزتے ہاتھوں سے فائل عائشہ کے آگے کر دی۔اس سے قبل فائل تھامتی دیبا آگے بڑھی اور فائل مضبوطی سے اپنے ہاتھ میں لے لی۔سب حیرت سے دیکھ کر رہ گئے۔

"قریشی انکل اور شہباز پر آپ کا اعتماد ختم ہوا ہے خالہ جانی میرا نہیں۔میرا اعتماد آج بھی پہلے جیسا ہے بلکہ پہلے سے بڑھ گیا ہے۔میری سر پرستی کے اختیارات اب بھی بلکہ جب تک میں ہوں ان ہی کے پاس ہیں۔انکل میرے سر پرست ہیں۔"

کمرے کے سکوت میں دھماکہ ہوا تھا ہر کوئی اپنی جگہ دنگ رہ گیا تھا۔اس معصوم چھوٹی سی لڑکی کی مضبوط آواز کی لہروں نے سب کی سماعتوں کو اپنے قابو میں کر لیا تھا۔

"دیبا......!"

"دیبا تمہارا دماغ تو خراب نہیں ہو گیا جن لوگوں نے ہمیں دھوکا دیا تمہیں اغوا کرنے کی انتہائی گھٹیا اور نیچ حرکت کی اور تم پھر بھی ...... پھر بھی ان پر اعتماد کر رہی ہو۔کیا جادو کر دیا ہے ان باپ بیٹے نے تم پر......"

دیبا کی بات پر جہاں ماحول پر سناٹا چھا گیا تھا۔زبیر کی رگیں غصے سے پھٹ جانے کی حد تک تن گئی تھیں۔عائشہ غصے سے پاگل ہو گئی مگر وہ اپنے مضبوط ارادوں اور فیصلے پر چٹان بنی کھڑی تھی۔

"محبت اور اعتماد سے بڑا کوئی جادو نہیں ہوتا خالہ جانی! اس ڈرامے کے بعد تو مجھے ان لوگوں پر اندھا اعتماد ہو گیا ہے! دکھ اس بات کا ہے کہ آپ اتنی سمجھ دار ہونے کے باوجود دھوکا کھا رہی ہیں۔برباد ہونے کا فیصلہ کر چلی ہیں تو ...... تو میں آپ کے ساتھ اپنی بربادی نہیں کر سکتی۔میرے خدا کے بعد انکل

قریشی اور شہباز ہی میرے سرپرست ہیں' میں اس شخص پر قطعی اعتماد نہیں کر سکتی انکل! ایک بار میرے ابو نے خدا اور رسول ﷺ کے بعد آپ کو مختار اور میرا سرپرست بنایا تھا آج میں خود آپ کو یہ ذمہ داری دے رہی ہوں ...... یہ میری امانت ہے آپ کے پاس۔"

پورے اعتماد کے ساتھ اس نے فائل قریشی صاحب کے ہاتھ میں دے دی تو انہوں نے لرزتے ہاتھوں سے فائل پکڑ لی ایک نظر اس پر ڈالی وہ کل کی ننھی سی بچی جب اس کے والدین خدا کو پیارے ہوئے تھے تو سال بھر کی تھی جس کو گود میں لے کر وہ شدت سے روئے تھے۔ آج خود اپنی ذمہ داری ان کو دے رہی تھی پھر انہوں نے عائشہ کی طرف دیکھا جس کا بس اگر چلتا تو دیبا کو مار ڈالتی۔ زبیر کے اندر تو طوفان اٹھ رہے تھے مگر چہرہ سرد خشک اور بے تاثر تھا۔ دیبا نے ایک حقارت بھری نگاہ اس پر ڈالی۔

"انکل مجھے اب اپنی خالہ جانی پر اور ان کے شوہر پر بالکل اعتماد نہیں یہ شخص ......"

"دیبا میں تمہاری جان نکال دوں گی' احسان فراموش لڑکی یہ صلہ دیا ہے تم نے مجھے میری قربانیوں کا زبیر میرے شوہر ہیں۔ تمہاری جرات کہ ان سے گستاخی کرو ......"

عائشہ غصے سے پاگل ہو گئی اس نے دیبا پر ہاتھ اٹھایا مگر زبیر نے اس کا ہاتھ روک لیا۔

"ناں ...... ناں عائشہ وہ تو بچی ہے' ناسمجھ ہے' تم کیوں بچی بن رہی ہو اور پھر تم سب کچھ جانتے ہوئے اس پر ہاتھ کیوں اٹھا رہی ہو اس میں اس کا قصور

بھی کیا ہے ...... اوکے بے بی جیسے تمہاری مرضی۔ اب تم بالغ ہو اگر سمجھتی ہو کہ تم اپنے بارے میں اچھا اور بہتر فیصلہ کر سکتی ہو تو ٹھیک ہے۔ ہم تم پر اپنا فیصلہ مسلط نہیں کریں گے۔ رائٹ تمہیں اگر اپنے ابو کے ان دوست پر اتنا ہی اعتماد ہے تو کوئی بات نہیں لیکن بے بی یہ نہ سمجھنا کہ ہم تم سے لاپروا ہو گئے ہیں۔ اینی ٹائم تم ہمارے پاس آ سکتی ہو۔ رہی جائیداد کی بات تو مجھے اس سے کیا لینا دینا۔ قریشی بھائی کے پاس اختیارات رہیں مجھے کیا فرق پڑتا ہے میں تو بیمار آدمی ہوں' اپنی بے شمار جائیدار سنبھال سکتا تو ...... قریشی بھائی یہ عائشہ کی فائلیں بھی آپ ہی سنبھالیں یہ لیجئے ......"

"زبیر ......"

"زبیر آپ یہ کیا کر رہے ہیں اگر اس ناسمجھ کو ان لوگوں نے شیشے میں اتار لیا ہے تو کیا ہوا لیکن میں آپ کو اچھی طرح جانتی ہوں۔ میں اور میرا سب کچھ آپ کا ہے اور تم ......" عائشہ تیورا کر دیبا کی طرف پلٹی تو اس نے غصے سے دوسری طرف منہ کر لیا۔

"تم دھوکا کھاؤ گی دیبا خوب بدلہ دیا ہے تم نے میری محبتوں کا خدمتوں کا' احسانات کا' مجھے کیا خبر تھی کہ تم میری اپنی ہو کر مجھے ہی غیروں کے سامنے رسوا کرو گی اور میرے اس شوہر کو ذلیل کرو گی جس نے تمہیں ان کے غنڈوں سے اپنی جان خطرے میں ڈال کر بچایا' اتنی چاہت اور محبت دیتے ہیں اور تم یہ صلہ دے رہی ہو ناسمجھ لڑکی پہچانو اپنے دوست دشمن کو۔" وقت اور حالات نے ایک دوسرے پر جان دینے والی خالہ بھانجی کو آمنے سامنے لا کھڑا کیا تھا۔

"ناسمجھ کون ہے خالہ جانی یہ تو وقت بتائے گا انشاء اللہ۔" دیبا نے عائشہ

کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔ کتنی عجیب بات تھی کہ وہ اپنی اس جان دینے والی خالہ سے گستاخی کا تصور بھی نہیں کرسکتی تھی اور اب وہ اس کے مقابل آن کھڑی ہوئی تھی' اس نے حقارت بھری ایک نگاہ زبیر پر ڈالی جس کے چہرے پر اذیت ناک تاثرات ابھرنے لگے تھے اور وہ دائیں ہاتھ سے سینہ مسل رہا تھا۔

"ہونہہ اداکار" دیبا نے نفرت سے سوچا اور قریشی صاحب کے قریب چلی گئی۔

"عائشہ کم آن چھوڑو ان باتوں کو' موت زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں یہ دولت جائیدار نجانے کس کا مقدر ہوتے ہیں۔ کون استعمال کرتا ہے' اولاد اگر گستاخ ہو جائے تو اسے پیار سے سمجھانا چاہیے نہ کہ اسے کاٹ کر پھینک دینا چاہیے۔ آؤ دیبا چلو بے بی گھر چلتے ہیں' گھر کی باتیں باہر نہیں آنی چاہئیں چلو شاباش۔" زبیر نے آگے بڑھ کر دیبا کو شانے سے تھاما تو اس نے نفرت سے اس کا ہاتھ جھٹک دیا۔ اس کی یہ حرکت عائشہ کو مزید کھولا گئی۔

"آپ لوگ جائیے میں یہاں ٹھہرنا چاہتی ہوں جب آنا ہوگا صفدر بابا کو فون کر دوں گی۔ وہ آکر لے جائیں گے مجھے۔" دیبا نے پراعتماد لہجے میں کہا' وہ نہ تو زبیر سے خوفزدہ تھی اور نہ ہی عائشہ کے ساتھ اس قسم کے رویے پر کسی قسم کے ملال کی جھلک تھی اور یہ ہی بات عائشہ کو تپا جاتی تھی۔

"دیکھا ...... دیکھا اس احسان فراموش کا حال کہ جان دینے والی ماں جیسی خالہ کے مقابلے میں اسے ایرے غیروں پر اعتماد ہے' نوکروں پر اعتماد ہے۔"
عائشہ کا بس چلتا تو وہ دیبا کا گلا دبا دیتی۔

"اس لئے خالہ جانی کہ یہ ہی میرے سچے دوست اور ہمدرد ہیں' کاش ...... کاش خالہ جانی میں ...... میں آپ کو ڈوبنے سے بچا سکتی۔ کاش ...... آپ کا خدا ہی حافظ ہے بس۔"

"زبیر ...... زبیر چلیے کیا سوچ رہے ہیں آپ اس سے زیادہ میں اپنی اور آپ کی انسلٹ برداشت نہیں کرسکتی۔" عائشہ نے زبیر کو گھسیٹا

"عائشہ جذباتی نہ بنو وہ بچی ہے اور۔"

"بھاڑ میں گئی بچی" چھوٹے سے جملے کا یہ تیر سیدھا دیبا کے نازک دل میں پیوست ہو گیا۔ گرم گرم ابلتے پانی سے رخساروں کی نرم جلد جل گئی اس نے آنسوؤں کی دھند میں عائشہ کو زبیر کا ہاتھ پکڑے باہر جاتے دیکھا اور پلٹ کر قریشی صاحب کے ساتھ لگ کر شدت سے رو پڑی' وہ اسے ساتھ لگا کر پیار کرنے لگے۔

"اتنا ...... نہیں بولنا چاہیے تھا بیٹا کچھ بھی سہی' وہ تمہاری خالہ ہے۔"

"ہے نہیں تھیں انکل' آپ نے ان کو دیکھا تھا' اس مکار اداکار کی باتوں میں آکر مجھے کیا کہہ گئی ہیں۔ انہوں نے کاٹ پھینکا ہے مجھے' انکل' خالہ جانی ڈوب رہی ہیں' ان کو بچالیں' انکل پلیز کچھ کریں۔ وہ بندہ ان کو مار دے گا' اغوا کے اس ڈرامے نے اس مکار آدمی کا پردہ چاک کر دیا ہے انکل' میں نے اپنے کانوں سے سنا ہے اور آنکھوں سے دیکھا ہے مگر خالہ جانی کو کیسے بتاؤں وہ دیوانی ہو گئی ہیں۔ انکل' میری خالہ جانی کو بچالیں وہ روئے گئی۔"

"دیبا بیٹے جہاں تک میرے اختیارات تھے' میں نے استعمال کیے اور سرتوڑ کوشش کی مگر بیٹا جب انسانی کوشش کے پتوار ٹوٹ کر بہہ جاتے ہیں ناں

تو خود کو خدا کے سپرد کر دیتا ہے اور ہم بھی طوفان میں گھری عائشہ کو خدا کے سپرد کرتے ہیں۔اللہ تعالیٰ اسے ضرور بچا لے گا۔تم اپنے رویے پر غور کرو' تمہیں بہر حال وہیں رہنا ہے ان ہی کے ساتھ۔'' دیبا کو قریشی صاحب سے اپنے ابو جیسی خوشبو آئی تھی۔اس کی بات پر انہوں نے اس کا چہرہ دونوں ہاتھوں میں تھام لیا۔کتنی کم سن تھی لیکن کتنی ذہین تھی یہ بچی اور کتنے دکھ دیکھ لیے تھے اس نے کیسے حالات میں گھر گئی تھی۔

'' اس گھر میں آنا' رہنا تمہارا حق ہے بیٹی مگر حالات نے ایسے دوراہے پر لا کھڑا کیا ہے کہ میں اپنا حق بھی استعمال نہیں کر سکتا۔''

'' تو انکل آپ مجھے اس دوراہے پر تنہا چھوڑ دیں گے۔'' وہ سسک پڑی۔

'' بیٹا کوئی انسان تنہا نہیں ہوتا' خدا ساتھ ہوتا ہے تمہیں فکر کرنے کی ضرورت نہیں۔انشاء اللہ سب ٹھیک ہو جائے گا۔''

'' صاحب بی بی کا ڈرائیور آ گیا ہے۔'' ملازم کی آواز پر دونوں نے چونک کر دیکھا دیبا نے چہرہ صاف کر لیا۔

'' بابا سے کہو' میں ابھی آتی ہوں' انکل وہ شہباز کہاں ہیں۔'' دیبا شہباز کو دیکھنا چاہتی تھی ماسی نے جو کچھ اسے بتایا تھا اس سے اسے بہت تکلیف ہوئی تھی اور وہ شہباز سے ملنا چاہتی تھی۔

'' وہ اپنے کمرے میں ہے بیٹا۔'' انہوں نے بتایا تو وہ شہباز کے کمرے کی طرف آ گئی اور شہباز جو زخموں سے چور تھا۔غصے اور نفرت کی آگ میں جل رہا تھا۔دیبا کے الفاظ ٹھنڈی پھوار کی صورت اسے پر سکون کر گئے' اس کو تو زخم بھی بھرتے ہوئے محسوس ہو رہے تھے' دیبا کے اعتماد نے اسے اپنی نگاہوں میں

گرنے سے بچا لیا تھا' اسے تو اب یہ زخم عزیز ہو گئے تھے جن کے لگنے سے اسے دیبا کے دل میں اپنی حیثیت کا اندازہ ہو گیا تھا۔

وہ دروازے پر آ کر کھڑی ہوئی۔رضوان اور شہباز کی نظریں ایک ساتھ اس پر اٹھیں' اس نے شرمندہ سا ہو کر آنے کی اجازت چاہی۔

'' آئیں ناں پلیز دیبا'' رضوان ایک طرف ہٹ کر کھڑا ہو گیا دیبا آہستگی سے شہباز کے بیڈ کے قریب آ گئی۔اسے بہت ندامت ہو رہی تھی کہ اس کی وجہ سے ان دونوں کو ایسے حالات سے گزرنا پڑ رہا تھا۔

'' آپ کیسے ہیں'' اس نے نظریں جھکا کر آہستگی سے کہا۔

'' الحمد اللہ میں اب بالکل ٹھیک ہوں' ہاں خوشی ہے تو اس بات کی کہ تم نے عائشہ باجی کی طرح مجھے غلط نہیں سمجھا' اگر تم بھی مجھ پر شک کرتیں تو شاید یہ زخم میری موت بن جاتے اور میں اپنی نظروں میں گر جاتا۔''

اس کی بات پر دیبا کچھ دیر اسے دیکھتی رہی پھر واپسی کے لیے اٹھ کھڑی ہوئی اور بولی۔

'' دل میں رہنے والے کبھی نظروں سے نہیں گرا کرتے۔'' وہ چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی باہر نکل گئی اور شہباز اس کے آنے اور جانے کے مسحور کن احساس کے ساتھ اس کی بات کی لطافتوں میں کھو گیا۔

"بہت احسان کیا ہے آپ کے بھائی صاحب نے یہ بے کار فائلیں آپ کے حوالے کر کے شکریہ کے ساتھ واپس کر دیں۔" زبیر نے فائلیں اٹھا کر عائشہ کے سامنے پٹخیں تو کچھ دیر کے لئے عائشہ کو بھی غصہ آ گیا کیا چاہتا ہے یہ شخص۔

"کیوں زبیر اب کیا ہو گیا ہے؟"

"اس میں آپ کے والد صاحب کی تحریر ہے کہ جب تک قریشی آپ کو اجازت نہ دے' آپ اپنی جائیداد استعمال نہیں کر سکتیں اور وہ بڈھا ناگ مر کر بھی اتھارٹی لیٹر نہیں دے گا۔" زبیر جو فائلیں مل جانے پر بہت خوش تھا' اس پابندی پر سیخ پا ہو گیا اور عائشہ کو بھی اس بات پر غصہ آ گیا۔

"زبیر آپ فکر نہ کریں میں قریشی بھائی سے مختار نامہ لے آؤں گی۔"

"بس رہنے دو تم کیا کرو گی' قریشی بھائی جائیداد پر ناگ بن کر بیٹھا ہوا ہے' لڑکی کو الگ پٹی پڑھا رکھی ہے۔ اسے ذرا لحاظ نہیں ہمارا' ادھر میں ہوں کہ اپنی بیمار جان کے ساتھ تم لوگوں کو حق دلوانا چاہتا ہوں اور یہ کم بخت درد بھی جان لے کر چھوڑے گا۔" زبیر نے پھر سینہ تھام لیا۔

"زبیر خدا کے لئے خود کو سنبھالیں میں اس مکار انسان کی عیاری سمجھ گئی ہوں۔ اہم پتا اس نے اپنے پاس رکھا ہے' نجانے کیا مقصد ہے اس کا آپ فکر نہ کریں میں اب دیکھ لیتی ہوں اس قریشی کو' بہت ہو گیا لحاظ۔"

اور عائشہ نے پہلا کام تو یہ کیا کہ اپنا ذاتی زیور اور کچھ جائیداد جو اس نے بعد میں بنائی تھی وہ سب زبیر کے نام کر کے فائل اس کے حوالے کر دی۔ ماسی سکینہ اور دیبا بے بسی سے اسے دیکھ کر رہ گئیں اور اب وہ قریشی صاحب کے سامنے مختار نامے کے لئے کھڑی تھی۔

"عائشہ میری بیٹی! کشتیاں نہ جلاؤ کہ کبھی لوٹنا تمہاری مجبوری بن جائے تو آگ کا سمندر تمہیں عبور کرنا پڑے اور ......"

"مجھے فضول دلائل سے نہ بہلائیں قریشی صاحب اس جائیداد سے اگر آپ کا کوئی تعلق نہیں' کوئی مقصد نہیں تو پھر اس کو استعمال کرنے کا حق دیں' مجھے مختار نامہ لکھ کر دیں۔" وہ بدتمیزی پر اتر آئی تو وہ بھی سخت ہو گئے۔

"دیکھو عائشہ بی بی وہ جائیداد تمہاری تھی' میں نے کاغذات تمہارے حوالے کر دیے۔ میری مرضی پر میرا حق ہے۔ میرا اختیار ہے میں مختار نامہ لکھ کر دوں نہ دوں یہ میری مرضی ہے۔"

"تو ٹھیک ہے قریشی صاحب میں تو چاہتی تھی کہ پرانے تعلقات باقی

رہیں لیکن آپ ایسا نہیں چاہتے تو دیکھا جائے گا پھر ......" وہ غصے میں پرس اٹھا کر آگے بڑھ گئی۔

"پرانے تعلقات' عزت' محبت' وفاداری' تم نے باقی چھوڑا ہی کیا ہے۔

"اک ٹیس سی ان کے بیمار دل کو تڑپا گئی۔

"اوہو کم آن جاناں اگر بڈھا نہیں مانا تو نہ سہی' ہم نے تو لحاظ کیا جب اسے ہی عزت راس نہیں تو پھر چوڑیاں تو ہم نے بھی نہیں پہن رکھیں ناں۔"

زبیر کے زہریلے لہجے کی تلخی اس کے چہرے پر آ گئی' اس کی نظروں کے سامنے دیبا تھی جو ٹی وی دیکھ رہی تھی وہ کتنی ہی دیر دیبا کو دیکھتا رہا تو عائشہ نے ٹوک دیا۔

"یہ آپ دیبا کو ایسے کیا دیکھ رہے ہیں۔"

"ہوں ......" وہ چونک کر اس کی طرف مڑا ...... "یہ ہی کہ کتنی بڑی اور کتنی حسین ہوگئی ہے ہماری بے بی۔"

اس کی دیبا کے لئے یہ نظریں' یہ انداز عائشہ کو اچھا نہیں لگا اور زبیر نے اس کی سوچ پڑھ لی۔

"دیکھو ناں کتنی بڑی ہوگئی ہے اور قریشی کے ہاں آنا جانا مناسب نہیں' خیر میں یہ دیکھ لوں گا جان' تم فکر نہ کرو' ذرا ٹیرس پر جا رہا ہوں' چائے وہیں بھیج دینا۔"

اک پراسرار قسم کی سوچ کی چمک آنکھوں میں لیے مہمل سی باتیں کرتا ہوا اٹھ کر ٹیرس پر آ گیا۔ عائشہ کھوجتی نظروں سے اسے دیکھ کر رہ گئی پھر سر جھٹک کر خود چائے بنانے چل دی۔ حالانکہ اب تک اماں سکینہ ہی سارے کام کرتی

تھیں مگر زبیر کی فرمائش پر وہ اس کے تمام کام کیا کرتی تھی۔ وہ چلی گئی تو زبیر موبائل پر باتیں کرنے لگا۔

"نہیں یار ایک ہی حل ہے اس مسئلے کا کہ باپ بیٹے کو فارغ کر دیا جائے' ارے نہیں نہیں عائشہ بیگم تو مٹھی میں ہیں۔ البتہ یہ جو چھٹانک بھر کی لڑکی ہے ناں ...... بہرحال جب یہ حمایتی ہی نہ رہیں گے تو دیکھ لوں گا' اس دیبا کو بھی' ہاں ہاں ...... مرے کیوں جا رہے ہو' مالک تو بن جانے دو' پھر مل بانٹ کر ہی کھائیں گے۔ اپنے دھندے میں تو دھوکہ دہی چلتی ہی نہیں۔"

"تو تم عائشہ کو ان لوگوں سے متنفر کرنے میں کامیاب ہو گئے ہو۔"

"ارے ایسا ویسا' عائشہ تو پوری کی پوری کھوٹی چونی کی طرح جیب میں ہے خیر کھوٹی تو نہیں' اس کی ذاتی جائیدار جو اب اس نے میرے نام کی ہے اتنی ہے کہ باقی کی نہ بھی ملے تو مزے ہو جائیں گے۔"

"اور چھوٹی بیگم کا کیا سوچا ہے۔"

"ہائے ...... ہائے اظہر وہ تو آفت قیامت ہے' یار وہ تو بن جائیدار کے بھی مل جائے تو زندگی کا مقصد پورا ہو جائے' کیا چیز ہے' کیا بات ہے اس کے وقار میں کیا کشش ہے' اس کی ہر ادا میں ...... اس کی نفرت میں' بس اب وہ میرے دل کی ملکہ ہے۔"

"اور عائشہ"

"کم آن اظہر وہ تو جس مقصد کے لئے استعمال کی گئی وہ پورا ہو ہی گیا' اچھا خیر چھوڑو میرے رقیب شہباز اور اس کے باپ کو ٹھکانے لگانا اب تمہارا کام ہے۔"

"تم فکر ہی نہ کرو' مگر ففٹی ففٹی' والا وعدہ نہ بھولنا۔"

"ناممکن' اچھا او کے لگتا ہے عائشہ آ رہی ہے۔"

زبیر نے جلدی سے فون بند کر کے پیچھے دیکھا تو اماں سکینہ جلدی سے پلٹ رہی تھیں۔زبیر غصے سے پاگل ہو گیا۔اسے یقین تھا کہ اماں نے ساری باتیں سن لیں۔

"تم بڈھی خبردار جو ایک لفظ بھی بتایا ہو۔" اس نے اماں کے بال پکڑ لیے۔

"مم ......مم ...... میں نے کچھ سنا نہیں صاحب کچھ۔"

"میں سب جانتا ہوں" زبیر نے بڑی بے دردی سے اماں سکینہ کو سیڑھیوں سے دھکا دے دیا اور وہ گرتی چلی گئیں۔

"ہیلو ......قریشی صاحب سے بات ہو سکتی ہے۔" بات کرنے والا اجنبی تھا۔

"جی میں بات کر رہا ہوں" وہ اندر سے گھبرا گئے۔

"بری خبر ہے قریشی صاحب آپ کے بیٹے شہباز کو قتل کر دیا گیا ہے۔"

"کیا ......؟"

"نہیں' نہیں" ریسیور ان کے ہاتھ سے چھوٹ کر لٹک گیا۔وہ سینے پر ہاتھ رکھ کر پسینے میں شرابور کارپٹ پر ڈھے گئے۔

"نہیں ایسا کیسے ہو سکتا ہے میرا بیٹا' میرا شہباز' میری زندگی کیوں کر مر سکتا ہے۔نہیں وہ مجھے چھوڑ کر نہیں جا سکتا وہ تو سب کا دوست تھا پھر کس دشمن

نے اسے ...... نہیں شہباز نہیں۔"

ایک بیمار دل کے مالک باپ کی دھڑکنیں رابطے توڑنے لگیں۔ اس ……
بعد ان کو زندگی کی طلب بھی کہاں تھی مگر وہ اس خبر پر یقین کرنے کو ……
نہیں تھے۔ وہ پسینے میں شرابور تمام ہمتیں جمع کر کے اٹھے مگر ...... ……
گئے۔

"انکل ...... انکل یہ کیا ہوا ہے آپ کو؟ کیوں نیچے گرے۔ اٹھئے میں ……
کو اسپتال ......" رضوان کمرے میں آیا تو وہ سمجھا کہ شاید ان کو ہارٹ اٹیک ……
ہے وہ ان کو اٹھانے لگا۔

"نہیں رضوان بیٹے مجھے مرنے دو کہیں نہ لے جاؤ۔ بتاؤ بھلا میرا ……
قتل ہو گیا اور میں زندہ رہوں ...... نہیں ......"

انہوں نے اکھڑی سانسوں سے کہا تو رضوان چونک کر انہیں دیکھنے ……
لگا۔

"قتل ...... خدا نہ کرے انکل کیسی باتیں کر رہے ہیں آپ ...... دیکھیں ……
دیکھیں آپ کا شہباز ...... شہباز دیکھو تو انکل کیا کہہ رہے ہیں؟"

رضوان نے مڑ کر شہباز کو دیکھا جو گاڑی لاک کر کے اندر آیا تو ابو کو یوں
تڑپتے دیکھ کر بھاگا۔

"ابو ......! ابو جان کیا ہوا ہے آپ کو؟ رضوان گاڑی نکالو ابو کو اسپتال لے
کر چلیں ......"

شہباز نے لمبے لمبے اور اکھڑے سانس لیتے ہوئے قریشی صاحب کو ساتھ
لگایا تو انہوں نے بے یقینی سے لرزتے ہاتھوں میں اس کا چہرہ تھام لیا۔

"تم ...... تم میرے بیٹے میرے چاند زندہ ہو ناں ...... زندہ ہو ......؟"
انہوں نے بمشکل سانس کھینچ کر بے یقینی سے اسے دیکھا جو حیران سا اصل
……سے بے خبر ان کو دیکھے جا رہا تھا۔

"جی ...... جی ابو مجھے کیا ہونا تھا۔ دیکھئے میں آپ کے سامنے ہوں آپ
……ں پریشان ہیں۔ رضوان جاؤ اٹھو گاڑی لاؤ۔"

شہباز نے مڑ کر رضوان کو دیکھا وہ اس صورت حال سے بہت پریشان
تھا۔

وہ ان کے چہرے کے بدلتے رنگ سے خوف زدہ ہو رہا تھا۔ اسے یاد تھا
جب وہ میٹرک میں تھا تو اس کی امی نے بھی اسی کی گود میں آخری بار کلمہ پڑھا
تھا۔ ان کے چہرے پر بھی موت کی زردی' اکھڑے سانسوں کا کھنچاؤ سب کچھ تو
محفوظ تھا اس کی نظروں میں' ایک بار پھر وہ اسی کرب ناک اذیت کے سامنے
کھڑا تھا اور ان کو اپنے زندہ ہونے کا یقین دلا رہا تھا اور یہ یقین ان کے
چہرے پر سکون کی چھاؤں بن کر اتر آیا تھا۔

"الحمد اللہ ...... شکر الحمد اللہ ...... میرے رب شکر الحمد اللہ تیرا احسان ہے
تیرا شکر ہے۔"

اور پھر ان کی آواز مدہم ہوتی کلمہ توحید کے ساتھ ہمیشہ کے لئے بند ہو
گئی۔ چہرے پر سکون لئے ان کی گردن ایک طرف ڈھلک گئی۔ شہباز تو حیران
سکتے کی حالت میں آنکھیں کھولے ان کی ڈھلکی گردن کو دیکھے جا رہا تھا۔ اس
صورت حال نے رضوان کو تڑپا دیا۔

"شہباز ...... شہباز پتھر کیوں بن گئے ہو۔ ہوش میں آؤ انکل چلے گئے ہیں

ہمیشہ کے لئے۔شہباز ہوش میں آؤ ......'' رضوان نے شہباز کو جھنجوڑ ڈالا تو وہ
خشک خالی آنکھوں سے اسے دیکھنے لگا۔

♥ ...... ♥ ...... ♥

اماں سکینہ کے سر پر کاری ضرب لگی تھی اور اس وقت بھی وہ بے ہوش تھیں۔عائشہ اور دیبا بہت پریشان تھیں۔اماں نے دونوں ہی کو ماں کی طرح پالا تھا جبکہ زبیر کو عجیب بے چینی ہو رہی تھی۔

''میری سمجھ میں یہ نہیں آ رہا کہ تم لوگ کیسی ہو۔ایک ملازمہ کے لئے اتنی تڑپ میں نے پہلی بار دیکھی ہے ...... وہاں ہزاروں کام رکے ہوئے ہیں اور تم اماں کے سوگ میں بیٹھی ہو۔''

زبیر کوشش تو بہت کرتا کہ بردباری' سنجیدگی کا لبادہ اوڑھے رہے مگر جب اسے اہم ملاقات کرنا ہوتی اظہر سے تو وہ آپے سے باہر ہو جایا کرتا تھا۔اس کی بات پر عائشہ نے قدرے خفگی کا تاثر دیتی نظروں سے زبیر کو دیکھا۔

''زبیر آپ اچھی طرح جانتے ہیں اماں سکینہ کی حیثیت میری اور دیبا کی زندگی میں ماں کی سی ہے۔انہوں نے ہم دونوں کو ماں کی طرح پالا ہے۔آج وہ موت اور زندگی کی کشمکش میں مبتلا ہیں تو ہم ان کو کیسے تنہا چھوڑ دیں۔ان کو ابھی تک ہوش نہیں آیا۔''

''او کم آن عائشہ کیا دقیانوسی باتیں کر رہی ہو۔ہر بڑے گھر میں بچوں کو ماؤں کی بجائے آیائیں ہی پالتی ہیں مگر اب یہ نہیں کہ ان کو ماؤں کی حیثیت

دے دی جائے ......''

''مجھے اور کسی کا پتا نہیں البتہ میں نے اور دیبا نے اماں کو ہمیشہ اپنی ماں ہی سمجھا ہے جب انہوں نے ہم دونوں کی خاطر اپنی زندگی تیاگ دی تو ......''

''او کے بس کرو اب یہاں پر اماں کی قربانیوں کی کتاب لکھنے نہ بیٹھ جانا اور یہ تم ہر بات میں اپنے ساتھ دیبا کو کیوں گھسیٹ لیتی ہو۔''

زبیر نے عائشہ کے قریب ہو کر دبی دبی آواز میں کہا اور قدرے فاصلے پر کھڑی دیبا کو دیکھا جو ان دونوں سے بے نیاز اس وقت خدا سے اماں کی زندگی کی دعائیں کر رہی تھی۔زبیر کی اس بات نے عائشہ کو دکھ دیا تھا مگر وہ اس سے الجھ نہیں سکتی تھی۔

''اس لئے زبیر کہ دیبا اور میں دو تو نہیں۔وہ مجھ سے ذرا بدگمان ہو گئی ہے مگر اس کا یہ مطلب تو نہیں کہ میں اسے خود سے کاٹ کر الگ کر دوں ......''

عائشہ نے آہستگی سے کہا اور نظریں دیبا پر ٹھہر گئیں۔کتنی تنہا سی لگ رہی تھی وہ اس وقت۔زبیر نے گھور کر اسے دیکھا جب وہ متوجہ ہوئی تو اس نے چہرے پر مظلومیت طاری کر لی۔

''ہاں بھئی ایک غیر تو میں ہی ہوں ناں اور میرا ابھی کیا بھروسا ہے عائشہ آج ہوں کل نہیں۔بدنصیب بندہ ہوں کوئی وارث بھی نہیں کہ......؟''

وہ سینے پر ہاتھ رکھ کر شکستہ سی آواز میں بولتا بینچ پر بیٹھ گیا اور جس مقصد کے لئے وہ حرکت کرتا وہ پورا بھی ہو جاتا۔عائشہ کے دل پر چوٹ پڑی وہ جلدی سے اس پر جھکی۔

''کیسی باتیں کرتے ہیں زبیر آپ کو اندازہ ہی نہیں ہو سکا اب تک کہ

میں آپ کو کتنا چاہتی ہوں اور آپ یوں خود کو غیر کہہ کر جب الگ ہو جاتے ہیں تو خودکشی کرنے کو جی چاہتا ہے ......" وہ روہانسی ہو گئی زبیر نے کن اکھیوں سے اسے دیکھا وہ خاصی پریشان تھی۔

"خدا نہ کرے تمہیں کچھ ہو تم سے پہلے خدا مجھے اٹھا لے تو بہتر ہے ......"

"خدا نہ کرے زبیر کیسی بدفال منہ سے نکال دیتے ہیں آپ ...... آپ کی طبیعت خراب ہو رہی ہے چلیں گھر چلتے ہیں ......"

یہی تو فائدہ ہوتا تھا زبیر کو اس حقیقی اداکاری سے۔عائشہ فوراً پانی ہو کر اس کے بنائے راستے پر آ جاتی تھی۔وہ جانتا تھا کہ عائشہ کمزور نہیں بلکہ اس کے اندر جو اس کی محبت ہے وہ اسے کمزور بنا دیتی ہے اور وہ اسی کمزوری کو کیش کراتا تھا۔

"گھر کہاں ابھی تو اماں کو ہوش نہیں آیا۔"

اس نے مزید نقاہت طاری کی۔

"آ جائے گا اماں کو بھی ہوش اٹھئے آپ ...... دیبا...... دیبا جانو چلو اب گھر چلیں ......"

زبیر کو سہارا دے کر عائشہ نے کھڑا کیا اور دیبا کو آوازیں دیتی یہ دیکھے بغیر کہ اس کی آواز اس تک پہنچی ہے کہ نہیں وہ آ رہی ہے کہ نہیں گاڑی کی طرف بڑھ گئی۔

دیبا نے اسے جاتے ہوئے دیکھا۔اک ٹیس سی دل میں اٹھی' عائشہ اس سے کتنی لاپروا ہو گئی تھی ...... اکیلے پن کے اس احساس کی چبھن لئے وہ وہیں گھاس پر بیٹھ گئی۔

"دیبا کیا ہو گیا ہے تمہیں؟ اتنی آوازیں دی ہیں۔زبیر کی طبیعت خراب ہو رہی ہے اور تم ہو کہ حد ہوتی ہے مخالفت کی' نفرت کی۔ایک شخص ہمارے لئے خود کو مٹا دے برباد کرے اور ......"

عائشہ زبیر کو بٹھا کر خود دیبا کے سر پر سوار اسے ڈانٹ رہی تھی۔دیبا نے پہلے اردگرد کے ماحول کو دیکھا۔اسپتال کے وسیع لان میں بہت سے لوگ تھے اس نے کھڑے ہو کر کپڑے جھاڑے اور چہرہ دوسری طرف کر کے کھڑی ہو گئی۔

"خالہ جانی اگر میں کوئی بات کہوں تو گستاخی ہو جائے گی۔لہٰذا اس شخص کے ساتھ جائیں جو بقول آپ کے کہ خود کو لٹا رہا ہے۔"

دیبا کے الفاظ اس کا سرد لہجہ آداب کے خلاف تھا مگر وہ بھی کیا کرتی اسے اس شخص سے شدید نفرت تھی۔

"میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ تم ایسی ہو گی۔میں ......"

"بہتر خالہ جانی اب آپ احسانات مت گنوانے بیٹھ جایئے گا۔میں سب جانتی ہوں ...... احسان مند ہوں میں آپ کی مگر فی الحال آپ اپنے شوہر کے ساتھ جائیں میں اماں کے پاس رہوں گی ......" دیبا کے لہجے میں قطعیت تھی۔

"میں ڈاکٹر سے بات کر کے آئی ہوں۔اماں کی حالت خطرے سے باہر ہے۔ہوش بھی آ جائے گا جب ملنے کی' بات کرنے کی اجازت نہیں تو پھر رکنے سے کیا حاصل چلو ......"

دیبا کی کڑوی بات کی تلخی اندر اتارتے ہوئے عائشہ نے سرد لہجے میں کہا تو جواباً دیبا نے ایک نظر اسے دیکھا اور چلنے لگی۔دونوں جب گھر آئیں تو قریشی

صاحب کی روح فرسا خبر ایک ساتھ دونوں کے حواس معطل کر دیئے عائشہ دل تھام کر صوفے پر گر گئی۔دیبا اسی کے پاس قالین پر بیٹھ گئی۔دونوں اس بری طرح رو رہی تھیں کہ زبیر کو کوفت ہونے لگی مگر یہ ایسا وقت تھا کہ وہ کوئی غلط بات کر بھی نہیں سکتا تھا۔

"صفدر بابا آپ کو کس نے بتایا۔شہباز نے فون کیا تھا یا کوئی آیا تھا۔ابھی پرسوں تو میں ہو کر آئی تھی۔کیا ہو گیا ان کو......؟"

"بیٹی شہباز کے دوست رضوان کا فون آیا تھا شہباز کو تو بتا رہا تھا سکتہ ہو گیا ہے......"

"خالہ جانی چلئے ابھی چلئے انکل اتنی اچانک چلے گئے......"

دیبا ہچکیوں کے دوران بولی تو عائشہ بھی تیار ہو گئی۔زبیر چپ چاپ یہ سب دیکھتا رہا گو کہ قریشی صاحب کے لئے ان کا یہ رونا اس کو قطعی اچھا نہیں لگ رہا تھا۔

"ہاں صفدر بابا آپ گاڑی نکالیئے ابھی چلیں گے ہم......"

عائشہ نے ٹشو سے چہرہ صاف کیا اور فوراً تیار ہو گئی۔

"صبر سے تحمل سے عائشہ میں خود پتا کرتا ہوں پھر......"

"نہیں ہمیں ابھی جانا ہے بابا آپ گاڑی نکالئے......"

دیبا نے آنسو صاف کئے اور دوپٹا درست کرتی پھر خود ہی بابا کے ساتھ آ گئی۔

"**شہباز**......شہباز میرے بھائی ہوش میں آؤ۔کچھ بتاؤ تو سہی کیا ہوا تھا قریشی بھائی کو مجھے خبر ہوتی کہ وہ اتنی جلدی ہمیں چھوڑ جائیں گے تو ہرگز ان سے لڑائی نہ کرتی۔نجانے مجھے بھی کیا ہو گیا تھا۔"

پچھتاوے کی بے چینی عائشہ کو تڑپا رہی تھی۔زبیر نے ناگواری سے عائشہ کو دیکھا جو شہباز کا سر اپنے شانے سے لگائے روئے جا رہی تھی۔دیبا قریشی صاحب کے کمرے میں تھی۔ان کی تصویر کو لئے رو رہی تھی اسے تو بالکل اپنے ابو کی طرح لگتے تھے وہ۔کتنی وسعت تھی ان کی محبت میں کتنا سکون تھا اسے لگ رہا تھا جیسے وہ تنہا رہ گئی ہو۔

"رضوان تم ہی بتاؤ کیا ہوا تھا قریشی بھائی کو......؟"

"ہارٹ اٹیک ہوا تھا ایک منحوس جھوٹی خبر کو سن کر......"

رضوان نے تیکھی نظروں سے زبیر کو دیکھا جو سفید شلوار سوٹ میں سر پر سفید ٹوپی اوڑھے آنکھیں موندے نجانے ہونٹ ہلا کر کیا پڑھ رہا تھا۔اس کے جملے پر اس نے جھٹ آنکھیں کھول دیں۔

’’جھوٹی خبر کیا مطلب رضوان...... ؟‘‘ عائشہ نے رقت آمیز لہجے میں پوچھا۔

’’ہم دونوں تو باہر گئے ہوئے تھے واپس آئے تو میں نے انکل کو زمین پر تڑپتا ہوا پایا قریب آیا تو وہ بے چینی سے ایک ہی جملے کی گردان کر رہے تھے کہ شہباز زندہ ہے اسے کوئی قتل نہیں کر سکتا۔اس سے تو یہ ہی اندازہ ہے کہ کسی نے فون پر ان کو یہ غلط اطلاع دی تھی کہ خدانخواستہ شہباز کو قتل کر دیا گیا ہے اور......‘‘

’’قطع کلامی معاف ڈاکٹر صاحب ایک بندے کی موت ایسی خبر سے ہو سکتی ہے۔ماننے والی بات نہیں اور یہ کیسے ثابت ہوا کہ ان کو فون پر اطلاع ملی تھی......‘‘

زبیر نے ہاتھ اٹھا کر بولتے ہوئے رضوان کو ٹوکا تو اس نے بغور زبیر کو دیکھا۔

’’پہلی بات تو یہ زبیر صاحب کہ جب ہم آئے انکل تڑپ رہے تھے۔ان کو اٹیک ہو چکا تھا۔ریسیور لٹک رہا تھا اور وہ یہ ہی کہہ رہے تھے کہ شہباز قتل کر دیا گیا ہے اور میں زندہ ہوں۔دوسری بات یہ کہ اولاد سے متعلق ایسی خبر تندرست باپ کی موت کا بھی سبب بن سکتی ہے تو انکل تو بیمار دل کے باپ تھے اور شہباز ان کی زندگی اور جب اس کے قتل کی خبر ملی تو......‘‘

رضوان نے خاصے چبھتے ہوئے الفاظ میں کہا تو زبیر نے مزید بحث اپنے حق میں بہتر نہ جانی۔البتہ عائشہ کا بس چلتا تو اس انجانے ان دیکھے بندے کو شوٹ کر دیتی۔

’’کون تھا وہ ذلیل آدمی کاش...... کاش مجھے مل جائے تو......‘‘

’’مل جائے گا عائشہ باجی......! خدا نے چاہا تو جلد اس کے چہرے پر سے نقاب ہٹا کر آپ کے سامنے کھڑا کر دیں گے انشاء اللہ۔‘‘

’’آپ کے خیال میں قریشی صاحب کو قتل کیا گیا ہے۔رضوان میاں آپ جیسے پڑھے لکھے لوگ وہ بھی ڈاکٹر ایسی باتیں کریں تو...... ارے بابا وہ بیمار شریف بندے اپنی طبعی موت مرے ہیں اور آپ اس طبعی موت کو ایشو بنا کر...... اس قسم کی باتیں کر کے غم زدہ کے غم میں اضافہ کر رہے ہیں۔آپ تو شہباز کے دوست ہیں دیکھیں تو کیا حالت ہو رہی ہے۔‘‘

زبیر نے اس کی توجہ شہباز کی طرف دلائی جو زرد چہرہ اور خشک آنکھیں لئے بیٹھا تھا بے حس بت کی طرح۔پھر کچھ دیر بیٹھ کر زبیر چلا گیا تو عائشہ بھی کھل کر رونے لگی اور شہباز کو ساتھ لگا کر جب روئی تو اس کا سکتہ بھی ٹوٹ گیا...... اور جب وہ رویا تو سب کو رلا دیا۔دیبا بھی آہستگی سے چلتی اس کے قریب آ گئی۔

’’ہم دونوں ہی اکیلے ہو گئے ہیں شہباز ہم دونوں کا یہ دکھ مشترکہ ہے۔درد کے اس سفر میں ہم دونوں ساتھ ہیں......‘‘

دیبا نے آہستگی سے اس کے شانے پر ہاتھ رکھا تو اس نے بھیگی آنکھوں سے اس لڑکی کو دیکھا جو ان باپ بیٹے کو بے حد عزیز تھی جو دکھ کے ان لمحات

میں درد کے اس سفر میں اس کی ہم سفر ہو گئی تھی۔

♥ ...... ♥ ...... ♥

قریشی صاحب کے چلے جانے سے زندگی میں ایک خلا سا آ گیا گو کہ ظاہری طور پر یا زبیر کے کہنے میں آ کر عائشہ نے ان سے پرانے رشتے توڑ لئے تھے مگر تعلق کی ڈور نہیں ٹوٹی تھی۔ دونوں ایک دوسرے سے باخبر ضرور رہتے تھے مگر اب تو عائشہ کو لگتا تھا جیسے اب ان کے والدین اسے چھوڑ کر گئے ہوں گو کہ اس دوران زبیر کا رویہ مثالی رہا تھا۔ شہباز کا بے حد خیال رکھا خود عائشہ اور دیبا کو لے کر اس کے پاس چلا جاتا یا پھر شہباز کو زبردستی گھر لے آتا۔ تاکہ اس کا دل بہلا رہے' عائشہ تو نہال ہو ہو جاتی مگر دیبا اس سے کسی طور متاثر نہیں ہوتی تھی۔

"اچھا باجی چلتا ہوں میں ......" شہباز اٹھ کھڑا ہوا تو زبیر نے ہاتھ پکڑ لیا۔

"بیٹھو شہباز میاں کیا کرو گے جا کر ......؟ معلوم ہے مجھے قریشی صاحب کو یاد کر کے روؤ گے۔ ٹھیک ہے قریشی صاحب ایک اچھے انسان تھے اور تمہارے تو باپ تھے مگر بیٹا مرنے والوں کے ساتھ مرا تو نہیں جاتا ناں ...... بیٹھو بھئی' عائشہ کھانا لگوایئے۔"

زبیر بڑے خلوص سے اسے روک رہا تھا مگر وہ کھڑا رہا۔

"اس خلوص کا شکریہ زبیر صاحب میں ہاسپٹل جا رہا ہوں اماں کا حال

معلوم کرنے۔"

"اچھا تو شہباز واپسی پر ادھر ہی آ جانا۔ میں انتظار کروں گی ......"

عائشہ نے اس کا بازو پکڑ کر محبت سے کہا تو وہ پلٹ کر اسے دیکھنے لگا۔ اس کے سامنے وہی پرانی عائشہ کھڑی تھی۔ کتنی مختلف تھی اس عائشہ سے جس نے اس کے باپ کو دکھ دیئے تھے ...... وہ کتنا پریشان رہا کرتے تھے ان دونوں کے لئے۔ ایک ٹیس سی گہرے سانس کی صورت اختیار کرتی گئی۔

"جی کوشش کروں گا' ویسے آج رضوان اور کچھ دوست بھی آ رہے ہیں تو شاید نہ آ سکوں چلتا ہوں ...... خدا حافظ۔"

شہباز نے گاڑی میں بیٹھتے ہوئے دیبا کے کمرے پر نظر ڈالی۔ کھڑکیاں بند تھیں وہ گہرا سانس لیتا آ گیا۔ اس کے ہاتھ کا لمس ابھی تک شانے پر موجود تھا۔

شہباز نے جیسے ہی اماں کے کمرے کا دروازہ کھولا۔ سامنے ہی دیبا اماں کو سہارا دے کر دوا کھلاتی ہوئی ملی۔ اک لطیف سا احساس اس کی تنہا سلگتی زندگی کو چھوتا ہوا گزر گیا۔ اس نے ہلکی سی دستک دی تو دیبا کی نظریں دروازے کی جانب اٹھ گئیں اسے دیکھ کر اس نے جلدی سے اپنا ڈھلکا ہوا ڈوپٹا شانوں پر برابر کیا۔

"آئیں ناں ...... اماں دیکھئے شہباز آئے ہیں ......"

دیبا نے اس کے لئے کرسی آگے کر دی تو اماں ایک دم سے اٹھ کر بیٹھ گئیں اور شہباز کو ساتھ لگا کر رونے لگیں۔

"قریشی صاحب تو فرشتہ خصلت انسان تھے۔ بیٹا کس نے ان کو یہ منحوس

خبر دی تھی اور۔''

اماں سکینہ بری طرح رو رہی تھیں۔دیبا بھی چپکے چپکے آنکھیں صاف کر رہی تھی شہباز ضبط کئے رہا۔

''بس اماں جب زندگی ختم ہو جاتی ہے تو موت کوئی نہ کوئی بہانہ تراش کر چلی آتی ہے ...... آپ ...... ہمت سے کام لیں۔صبر کریں اگر آپ یوں بے حوصلہ ہونے لگیں ......تو ......تو ہمیں کون دلاسا دے گا۔''

اس نے حلق میں اٹکتے آنسوؤں کے گولے کو اندر اتارا پھر بھی کئی آنسو سرحدیں توڑتے رخساروں پر آ گئے تھے ...... وہ کھڑکی کی طرف رخ پھیر کر کھڑا ہو گیا۔دیبا نے آگے بڑھ کر ٹشو اس کی طرف بڑھایا تو وہ پلٹ کر اسے دیکھنے لگا ...... وہ جب بھی سوچتا کہ اب اس کی زندگی بے کار ہے وہ کس لئے جئے جا رہا ہے۔اسی وقت دیبا اس کے سامنے آ جاتی۔

''تھینک یو......'' اس نے اس کے ہاتھوں سے ٹشو لے لیا۔اسی وقت نرس آ گئی۔

''اماں جی آپ پھر رو رہی ہیں آپ کے زخم ابھی کچے ہیں اماں جی کچھ تو خیال کریں۔آپ دوا بھی ڈھنگ سے نہیں لیتیں اور مسز زبیر آ کر ہمیں ڈانٹتی ہیں۔آپ کو اندازہ نہیں کہ آپ کے سر پر کتنی گہری چوٹ آئی ہے۔''

نرس نے اماں کو سیدھا لٹا دیا اور کمبل درست کرتی مسلسل بولے گئی۔

''جسم پر آئے زخم کتنے ہی گہرے کیوں نہ ہوں۔بھر جاتے ہیں بیٹی مگر روح پر آنے والے گھاؤ اور دل پر لگنے والے زخم لاعلاج ہوتے ہیں یہ زخم کبھی نہیں بھرتے ......''

''خوشی اور غم تو زندگی کا حصہ ہیں اماں جی اور ہمیں ان ہی کے ساتھ جینا پڑتا ہے اور یہ بتائیں آپ نے دوا پوری کھائی ہے ناں ......''

''جی سسٹر اماں کو میں نے خود ساری دوا کھلائی ہے اور اب یہ سوپ پئیں گی چلیئے اماں ......''

''اماں سسٹر نے درست کہا ہے ہمیں دکھ سکھ کی دھوپ چھاؤں میں جینا ہے۔آپ اپنا خیال رکھا کریں ہمیں آپ کی اب پہلے سے زیادہ ضرورت ہے۔''

پھر شہباز اور دیبا اماں کا دل بہلاتے رہے مگر وہ اندر سے اتنی دکھی ہو رہی تھیں اور کچھ وہ زبیر کی اصلیت جان گئی تھیں اور دکھ یہ تھا کہ وہ عائشہ کو بتا بھی دیتیں تو وہ ہرگز اعتبار نہ کرتی اب ان کو دیبا کی بہت فکر تھی کیونکہ زبیر کے نشانے پر دیبا تھی۔

''شہباز بیٹے گو کہ یہ بات مجھے قریشی صاحب سے کرنی تھی مگر خدا کو جو منظور ہو۔اب یہ بات تم سے کرنی ہے اس سے پہلے کہ میری آنکھیں بند ہوں......''

''اماں خدا آپ کو زندہ سلامت رکھے اب آپ ہی تو ہماری بزرگ ہیں۔ابھی آپ آرام کریں بہت سی باتیں ہمیں بھی آپ سے کرنی ہیں مگر ابھی نہیں آپ ٹھیک ہو کر گھر آ جائیں تب ......''

شہباز نے محسوس کیا کہ دواؤں کے اثر سے ان پر غنودگی طاری ہو رہی تھی۔دیبا نے ان کو لٹا کر کمبل درست کر دیا۔اب اپنا پرس اٹھا رہی تھی۔

''میں گھر چھوڑ دوں یا ......'' شہباز نے اس کی **گھنیری** پلکوں کو دیکھا۔

''نہیں تھینکس صفدر بابا ہیں ان کے ساتھ جاؤں گی ......''

اس نے آہستگی سے کہا اور جب دونوں کمرے سے نکل رہے تھے تو زبیر اور عائشہ سے آ رہے تھے۔شہباز کو دیبا کے ساتھ دیکھ کر کچھ تعجب عائشہ کو بھی ہوا مگر زبیر کے سینے پر تو گویا سانپ سا لوٹ گیا۔

''دیبا تم کب آئیں ہاسپٹل؟ بتا کر تو آیا کرو ہم پریشان ہو رہے تھے۔''

زبیر نے دل کی بھڑاس دھیرے سے نکالی تو کچھ دیر کے لئے دیبا بھی شرمندہ ہو گئی کہ اس نے عائشہ کو بتایا بھی نہیں تھا اور بابا کے ساتھ آ گئی تھی۔

''نہیں ایسی بات نہیں زبیر دیبا مجھے بتا کر آئی تھی کہ میں اماں کے پاس جا رہی ہوں۔''

عائشہ نے بڑے نرم لہجے میں دیبا کی اس کوتاہی کو ڈھانپا تو دیبا جس کو زبیر کے ساتھ اب عائشہ کی بھی پروا نہیں رہی تھی خالہ کی اس ادا پر اسے پیار آ گیا۔اس نے محبت سے عائشہ کو دیکھا اور اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا تو ایک عرصے کے بعد عائشہ کو اس کے ہاتھوں کے لمس میں وہی محبت کی تپش محسوس ہوئی تھی۔اس نے دیبا کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں دبا لیا۔

''مگر تم نے مجھے بتایا نہیں ......'' زبیر کا لہجہ تیکھا اور تفتیشی تھا۔

''آپ نے پوچھا ہی نہیں ...... خیر دیبا اماں کی طبیعت کیسی ہے اب ......'' عائشہ جلدی سے موضوع بدلتی آگے بڑھ آئی۔

''اب پہلے سے بہتر ہیں خالہ جانی آرام کر رہی ہیں۔میرے خیال میں اب ہم چلتے ہیں پھر آ جائیں گے ......''

دیبا درست کہہ رہی ہے عائشہ اماں کو سکون کی ضرورت ہے۔آؤ شہباز تم

[illegible] ہمارے ساتھ چلو ......'' زبیر نے گاڑی کا دروازہ کھولتے ہوئے شہباز کو [illegible]ھا۔اس نے ایک نظر دیکھا اور اپنی گاڑی کی طرف گھوم گیا۔

''شکریہ میں نے بتایا تھا ناں کہ رضوان اور کچھ دوسرے دوست آ رہے [illegible] تو چلتا ہوں اوکے عائشہ باجی خدا حافظ۔''

قریشی صاحب کے بعد حالات خاصے معمول پر آ گئے تھے۔زبیر بھی چپ ہو گیا تھا کیونکہ قریشی صاحب کی وفات نے عائشہ کی جائیدار پر قابض ہونے کے امکانات ختم کر دیئے تھے۔اس لئے وہ اس جائیدار پر قبضہ کرنا چاہتا تھا جو عائشہ نے خود بنائی تھی۔وہ کافی حد تک اس میں کامیاب بھی رہا تھا۔اب اس کی نظریں اس کی انڈسٹریل ایریا میں زمین پر تھیں جو عائشہ نے اس کی محبت سے مغلوب ہو کر زبیر کے نام کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا اور اس بات کو زبیر پر ظاہر بھی کر دیا تھا اور اتنے عرصے میں اس نے محسوس کیا تھا کہ عائشہ کا اعتماد اس پر کم ہو رہا ہے۔اس نے قریشی صاحب کی وفات کی آڑ لے کر وہ اعتماد پھر بحال کر لیا تھا۔

"زبیر کیا سوچ رہے ہیں۔میں دیکھ رہی ہوں آپ کئی روز سے کچھ کہنا

چاہتے ہیں مگر کہہ نہیں رہے ......"

"واہ بیوی ہو تو ایسی مزاج آشنا کہ شوہر کی خاموشی سے بھی سمجھے کہ وہ کچھ کہنا چاہتا ہے ...... سچ عائشہ میں دنیا کا خوش قسمت ترین آدمی ہوں جس کو تم جیسی بیوی ملی ہے۔میں بے حد شکر گزار ہوں اللہ تعالیٰ کا ......"

عائشہ کے ہاتھ سے چائے کا کپ لیتے ہوئے زبیر نے جاں نثارانہ انداز میں کہا تو عائشہ مسرور ہو کر اس کے قریب بیٹھ گئی۔

"شکر تو مجھے خدا کا کرنا چاہئے کہ آپ سا شوہر اللہ تعالیٰ نے مجھے دیا۔اتنی عزت' اتنی چاہت دینے والا شوہر ...... چلئے اب آپ بتائیں کیا بات کہنے والے تھے۔علاج کے لئے باہر جانے کی بات تو نہیں ......"

اسے کھوجتی نظروں سے دیکھتے ہوئے اس نے اندازہ لگایا۔

"ہاں یہ بات بھی ہے مگر اس وقت میں کچھ اور کہنے والا ہوں اجازت ہو تو......"

"گنہگار کیوں کرتے ہیں زبیر کہیے کیا بات ہے۔"

"وہ تم نے ایک بار کہا تھا کہ وہ زمین جو انڈسٹریل ایریا میں ہے ......"

"ہاں ...... ہاں زبیر آپ اس کو استعمال میں لائیں ناں آپ کوئی فیکٹری وغیرہ لگانے کا ذکر کر رہے تھے ......"

"کیا خاک کام کروں بیگم صاحبہ جب تک زمین میرے نام نہیں ہو سکتی میں کچھ نہیں کر سکتا کیونکہ صرف زمین ہی تو کافی نہیں اور سو بکھیڑے ہیں۔تمہیں کہاں کہاں گھسیٹتا پھروں گا۔زمین میرے نام ہو جائے گی فیکٹری بن جائے گی تو فیکٹری تمہارے نام کر دوں گا۔"

زبیر نے لمحوں میں فیکٹری اور اس کی مشکلات کا نقشہ اس کے سامنے رکھ
دیا تو اس کی آخری بات پر وہ خفگی سے اسے دیکھنے لگی۔

"زبیر مجھے ہمیشہ سے آپ کی ایسی غیروں والی بات پر غصہ آتا ہے میری
اور آپ کی چیزیں دو ہیں؟ زمین تو آئندہ چند روز میں آپ کے نام ہو جائے
گی اور فیکٹری بھی آپ ہی کے نام ہو گی۔اب آئندہ میں ایسی اجنبیت والی
بات نہ سنوں۔"

عائشہ نے مصنوعی پیار بھری خفگی سے کہا تو وہ سرشار ہو گیا اور اٹھ کر دراز
سے ایک بڑا سا لفافہ نکال کر اس کے سامنے ڈال دیا جس میں سے ڈھیر
سارے نوٹ عائشہ کے آس پاس بکھر گئے۔

"یہ کیا ہے زبیر؟" عائشہ نے ہوا سے اڑتے نوٹ جمع کرنے شروع کر
دیئے۔

"بھئی بیگم صاحبہ ہم اظہر کے ساتھ جو بزنس کر رہے ہیں اس کا چھوٹا سا
منافع آپ کی نذر ہے ...... ہاں آخر یہ سب تمہارا ہی ہے ناں ......" زبیر نے
وارفتہ نظروں سے اسے دیکھا تو وہ مغرور ہونے لگی۔

"خدا کا شکر ہے زبیر مگر مجھے تو ضرورت نہیں ہے۔آپ اسے اپنے آئندہ
بزنس کے لئے سنبھال کر رکھئے۔"

"اچھا تو پھر ایسا کرو تم تیار ہو کر آؤ۔آج کافی دنوں بعد ذرا سکون سا
محسوس ہو رہا ہے۔آج ہم باہر کھانا کھائیں گے اور شاپنگ کریں گے۔جاؤ دیبا
کو تیار کرو۔"

زبیر بڑے موڈ میں تھا عائشہ خوشی اور سکون کے ان لمحات کو ضائع کرنا نہیں

چاہتی تھی۔فوراً اٹھ گئی تو اس نے جھٹ موبائیل لیا اور ٹیرس پر آ گیا۔

"ہاں اظہر کیسے ہو......؟"

"ٹھیک ہوں تم سناؤ آج تو کسی اچھی خوشخبری کے موڈ میں ہو۔"

"اچھا تو لو سنو...... پورے پچاس لاکھ کمائے ہیں آج میں نے......"

"پچاس لاکھ مگر کیسے......" اظہر کو اس کی دماغی حالت پر شبہ ہوا۔

"اول درجے کے گھامڑ ہو تم بھئی دیکھو اس بڈھے قریشی کے مرنے سے
وہ جائیدار تو اب ہاتھ میں نہیں آ سکتی۔البتہ بیگم صاحبہ نے جو جائیدار خود بنائی
ہے وہ آہستہ آہستہ اپنے نام کروا رہا ہوں۔ابھی عائشہ نے انڈسٹریل ایریا
میں زمین میرے نام کرنے کا فیصلہ کیا ہے اور یہ کاروائی جلد ہی پوری ہو جائے
گی۔اس کے علاوہ بھی بہت کچھ ہے......"

زبیر نے لالچی لہجے میں کہا تو اظہر ہنس پڑا۔

"بڑی چیز ہو ویسے تم اپنی وجاہت کو اچھی طرح کیش کرا رہے ہو۔"

"چھوڑو یار ایسی وجاہت جائے بھاڑ میں جو دیبا کو قید نہ کر سکے خیر......
چھوڑوں گا تو میں بھی نہیں ...... ابھی ان باتوں کا وقت نہیں آیا۔یہ بتاؤ کہ
قریشی کو شہباز کے قتل کا فون کس نے کیا تھا۔"

"ہاں وہ نیا لڑکا ہے کامی اس نے......"

"آفرین ہے تم پر اظہر بالکل نئے لڑکے سے تم نے اتنا اہم کام لیا کہیں
بک دے تو......"

"پہلی بات تو یہ کہ ضرورت مند لڑکا ہے۔جوان بہنوں کا بھائی ہے ہرگز
نہیں بکے گا۔بک دیا تو جائے گا کہاں ...... دوسری بات یہ کہ پرانے لڑکوں کی

آواز پہچانی بھی جا سکتی تھی ...... اس لئے ......"

"بہرحال کامی پر اب چیک رکھو اس کی ضرورت کو خریدتے رہو۔ جب اس جیسے بے روزگار جوان بہنوں کے بھائی کو خریدا جاتا ہے تو بڑا کام کرتے ہیں ...... دباؤ میں آکر ...... ویسے وہ بڈھا اگر زندہ رہتا تو عائشہ کے اس برے سلوک کے باوجود مداخلت کرتا ہی رہتا ویسے مانتا ہوں تمہارے ذہن کو ...... اچھا مشورہ دیا تھا جھوٹی خبر سنانے کا کہ سانپ بھی مر گیا اور لاٹھی بھی بچ گئی ......" زبیر نے دبی آواز میں کہا اور چاروں طرف دیکھنے لگا کہ کوئی سن تو نہیں رہا۔

"خیر میرے ذہن کو تو چھوڑو یہ تو محض تکا تھا جو نشانے پر جا کر لگا کہ خدا کی طرف سے اس بندے کی زندگی پوری ہو چکی تھی ورنہ ......"

"چلو جی ہماری تو جان چھوٹی ناں بڈھے سرپرست سے اب میں اپنے رقیب شہباز ...... آں ...... ہاں یار آؤ ...... آؤ عائشہ۔"

عائشہ کو اندر آتے دیکھ کر اک سنسنی سی زبیر کے بدن میں پھیل گئی کہ کہیں عائشہ نے کچھ سن نہ لیا ہو ...... مگر عائشہ اسے فون پر مصروف دیکھ کر گرل سے ٹیک لگائے کھڑی ہو گئی۔

"ہاں یار وہ شہباز بہت اکیلا سا ہو گیا ہے۔ قریشی صاحب کے بعد۔"

عائشہ کو سنانے کے لئے وہ بات بدل کر اونچی آواز میں بولا۔

"تو شہباز کی تنہائی دور کر دو ناں۔ دیبا سے شادی کر کے۔"

اظہر نے ہنستے ہوئے اسے چھیڑا تو وہ چیخ پڑا۔

"شٹ اپ ......" ریسیور ٹنچ دیا۔"

"کیا ہوا؟ اظہر سے لڑائی ہو گئی ......" عائشہ مسکرا کر مڑی تو اسے یقین ہو گیا کہ اس نے کچھ نہیں سنا ہو گا۔

"ارے نہیں یوں ہی بکواس کر رہا تھا دل جلانے والی تم تیار ہو گڈ اور دیبا۔"

وہ اتنے اہتمام سے تیار ہو کر آئی تھی۔ زبیر نے اسے ڈھنگ سے دیکھا نہیں اور دیبا کا پوچھنے لگا۔ اسے محسوس تو ہوا مگر کچھ کہہ نہ سکی۔

"اس کے موڈ کو تو آپ جانتے ہی ہیں۔ صاف انکار کر دیا ہے۔ شاپنگ سے اسے دلچسپی نہیں اور کھانا وہ باہر کا کھائے گی نہیں۔ رات سے اس کی کچھ طبیعت خراب ہے۔"

"ارے واہ اس کے بغیر کیا مزا آئے گا ...... میرا مطلب ہے اسے تیار کرو بلکہ میں خود جاتا ہوں۔"

زبیر اپنی لگاوٹ پر خود ہی ذرا سا جھجک گیا مگر عائشہ اس کی سوچ کی کمینگی کی حد تک پہنچ ہی نہیں سکتی تھی وہ یہ سوچتی ہوئی اس کے پیچھے آ گئی کہ کہیں دیبا اس کے ساتھ بدتمیزی نہ کرے۔

"دیبا بے بی تم تیار کیوں نہیں ہوئیں۔"

زبیر دستک دیئے بغیر ایک دم اندر آ گیا تو دیبا جو ابھی لیٹی تھی۔ ایک دم اٹھ کھڑی ہو گئی۔ چہرے پر اس غیر اخلاقی حرکت سے ناگوار تاثرات ابھر آئے۔ تاہم وہ عائشہ کے خیال سے چپ رہی۔

"جی مجھے کہیں نہیں جانا ......" اس نے سپاٹ چہرے کے ساتھ خشک لہجے میں کہا۔

"کیوں بے بی تم ہماری خوشی میں شریک نہیں ہونا چاہتیں۔"

زبیر آہستگی سے چلتا ہوا اس کے قریب آ گیا۔اس کے ایک ایک انداز میں دیبا کے لئے جو والہانہ پن تھا۔عائشہ اسے محسوس تو کر رہی تھی مگر وہ اسے زبیر کی پدرانہ شفقت سمجھ رہی تھی۔

"آپ کو ایسا کون سا قارون کا خزانہ مل گیا ہے جس کی خوشی کو آپ سلیبریٹ کرنا چاہتے ہیں ......"

دیبا نے طنزیہ لہجے اور چبھتی نظروں سے زبیر کو دیکھا جو بڑی گہری نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"بے بی قارون کا خزانہ ملا نہیں نظر آ رہا ہے اور میں اسی خوشی کو سلیبریٹ کرنا چاہتا ہوں ...... اور ہماری کوئی خوشی بھی تمہارے بغیر مکمل نہیں ہو سکتی چلو جان جلدی سے تیار ہو جاؤ۔"

زبیر نے بے تکلفی کی تمام حدیں کراس کرتے ہوئے اسے کمر سے پکڑ کر بڑی لگاوٹ سے جان کہا تو دیبا کا دماغ گھوم گیا۔یہ حرکت عائشہ کو بھی ناگوار گزری۔

"آپ اچھی طرح جانتے ہیں کہ مجھے یہ گھٹیا حرکتیں اور یہ الفاظی پسند نہیں۔پھر آپ بار بار یہ حرکت کیوں کرتے ہیں۔جب میں نے کہہ دیا کہ مجھے نہیں جانا تو پھر آپ بضد کیوں ہیں۔آپ لوگ جا سکتے ہیں اور آئندہ بھی آپ لوگ مجھے بتائے بغیر کہیں بھی جا سکتے ہیں۔میں قطعی مائنڈ نہیں کروں گی اور پلیز آئندہ دروازے پر دستک دے کر آیئے گا ......"

وہ سرخ چہرے کے ساتھ کسی بات کا لحاظ کئے بغیر بولے گئی تو عائشہ نے

چور نظروں سے زبیر کو دیکھا جس کے چہرے پر عجیب سے تاثرات ہویدا تھے۔غصہ، کھسیاہٹ اور پھر بعد میں ڈھٹائی اتر آئی۔

"او کے بی بی لیکن بزرگوں سے اس طرح بات نہیں کرتے ہاں اب اگر کوئی غیر ساتھ ہوتا تو دو ٹکے کی عزت رہ جاتی میری ......"

زبیر نے پھر ڈھٹائی سے اس کے رخسار چھوئے۔

"دو ٹکوں کی بھی بہت عزت ہوتی ہے۔"

اس بات سے اس کا نجانے کیا مطلب تھا۔وہ جھٹکے سے پیچھے ہٹی۔ابھی وہ دونوں کھڑے تھے کہ دیبا واش روم میں گھس گئی۔ان دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھا اور باہر آ گئے۔

"دیبا کو سمجھاؤ عائشہ بے حد بدتمیزی کا مظاہرہ کر جاتی ہے میں اگر اسے اپنا سمجھ کر پیار کرتا ہوں تو وہ ......"

راستے میں زبیر عائشہ کو ڈانٹ رہا تھا۔مشکل میں تو عائشہ کی جان تھی۔زبیر کی طرف داری کرتی تو دیبا خفا ہو جاتی۔دیبا کی کرتی تو چاہنے والا شوہر برا مان جاتا۔

"زبیر میں کیا کروں وہ تو اب مجھ سے بھی بدگمان رہتی ہے مگر آپ یقین کریں وہ بچپن ہی سے تنک مزاج ہے ...... ورنہ وہ دل کی بری نہیں۔"

"دل میں وہ جگہ دے تب ناں ...... میرا مطلب ہے نہ وہ قریب آتی ہے نہ مجھے سمجھنے کی کوشش کرتی ہے تو پھر کس طرح انڈر اسٹینڈنگ ہو گی۔"

زبیر نجانے کیا باتیں کر رہا تھا وہ معصوم نہ اس کے عزائم جانتی تھی نہ اس کے باتوں کا مفہوم ہی اس کی سمجھ میں آتا تھا۔

رات زیادہ ہو رہی تھی صفدر بابا بھی اپنے کوارٹر میں چلے گئے تھے۔پرانے

ملازمین میں ایک وہی رہ گئے تھے۔اماں ابھی اسپتال میں تھیں۔اسے اتنے بڑے گھر میں خوف سا محسوس ہو رہا تھا۔اسے ہر طرف زبیر اور اس کی پراسرار آنکھیں نظر آ رہی تھیں اس نے اپنا کمرہ لاک کر کے اپنی پسند کی فلم لگائی مگر کہیں دل نہیں لگ رہا تھا وہ بیڈ پر کمبل لپیٹ کر بیٹھ گئی اسے یوں محسوس ہو رہا تھا کہ کوئی گھر میں ہے اسے پسینہ آنے لگا۔اپنی تنہائی اور بے بسی پر اسے شدت سے رونا آ گیا۔وہ گھٹنوں میں سر دے کر شدت سے رو پڑی۔آج اسے قریشی صاحب بہت یاد آ رہے تھے وہ جب بھی اس طرح تنہا ہوتی ان کو فون کر دیتی اور وہ اپنی بیماری کے باوجود کسی بھی موسم کی پروا کئے بغیر آ جاتے۔

"میرے خدا جہاں والدین اور انکل کو اٹھا لیا مجھے بھی بلا لے ...... میں کیا کروں۔انسانوں کے اس میلے میں' ایک خالہ جانی ہی اپنی تھیں۔وہ بھی پرائی ہو گئی ہیں میرے خدا کیا یہ غلط انسان ہمیشہ ہماری زندگی میں رہے گا۔"

وہ روئے جا رہی تھی۔اسے زبیر سے شدید نفرت تھی نجانے کس خیال کے تحت اس نے شہباز کا نمبر ملا دیا پھر وہ ہیلو ...... ہیلو ہی کرتا رہا مگر وہ بولی نہیں ریسیور رکھ دیا۔

"کون تھا ...... رضوان نے شہباز کو دیکھا جو ریسیور تھامے اس ڈمپ کال کے بارے میں سوچ رہا تھا۔

"ہوں کوئی بولا ہی نہیں ......" اس نے گہرا سانس لے کر ریسیور کریڈل پر رکھ دیا۔

"یار رضوان ابو کے بعد تو زندگی کا مفہوم ہی بدل گیا ہے لگتا ہے ...... زندگی بے مقصد ہو گئی ہے اب جینے کا کوئی فائدہ نہیں ......"

"بس یار کیا کریں ...... اسی کا نام زندگی ہے تم خود کو سنبھالو۔"

رضوان اب زیادہ تر وقت اپنے اس دکھی اور تنہا دوست کو دیتا تھا۔کتنی ہی دیر وہ لوگ قریشی صاحب کی باتیں کرتے رہے۔

"یار اس شخص زبیر کو سمجھ نہیں پاتا کہ کیا چیز ہے۔کبھی تو بے حد اچھا اور شریف بندہ لگتا ہے اور کبھی بے حد عیار' مکار اور سازشی قسم کا ابو کے بعد تو وہ یوں بدلا ہے جیسے کبھی کچھ ہوا ہی نہ ہو وہ اغوا کا ڈراما' وہ بدتمیزی ...... نجانے کیا تھا وہ سب' اور کیا ہے یہ سب میں تو الجھ کر رہ گیا ہوں لیکن اندر ایک بے چینی سی ہے کہ عائشہ باجی اور دیبا محفوظ نہیں ہے ......"

ابو کے بعد شہباز کو دکھ تھا تو عائشہ اور دیبا کا۔اسے ان کی فکر لگی رہتی تھی۔

"اس بات میں تو کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں کہ زبیر ایک عیار اور مکار آدمی ہے اور اس کا مقصد جائیداد پر قبضہ کرنا ہے۔حیرت تو اس بات پر ہے کہ عائشہ باجی جیسی سمجھدار اور بالغ نظر کیوں دھوکا کھا رہی ہیں اس شخص سے"

دونوں اب زبیر کے کردار کے پہلوؤں پر غور کر رہے تھے۔

"ابو بھی بہت پریشان رہتے تھے دیبا اور عائشہ باجی کی طرف سے۔ارے ٹھہرو ذرا' آخری روز ابو کے کپڑوں سے ایک بند لفافہ ملا تھا۔میں نے کھولا ہی نہیں ہمت نہیں ہوئی۔الماری میں رکھ دیا تھا۔دیکھتے ہیں اس میں کیا ہے۔"

شہباز کو آج ہی وہ لفافہ یاد آیا تو وہ جلدی سے الماری سے لفافہ نکال لایا۔لفافہ تو قدرے نیا تھا مگر اندر سے برآمد ہونے والا کاغذ خاصا پرانا لگ رہا تھا۔دونوں کی نظریں ایک ساتھ تحریر پر جم گئیں۔جس کو پڑھ کر شہباز کے اندر بہاروں کی سی تازگی اور حسن بکھر گیا۔وہ آنکھیں موند کر کرسی کی پشت سے ٹیک

لگا کر بیٹھ گیا۔

"مبارک ہو" رضوان نے شوخی سے کہا تو وہ اسے دیکھ کر مسکرانے لگا۔اس ایک مسکراہٹ میں لگتا تھا دنیا جہان کی خوشیاں سمٹ آئی تھیں۔ابھی وہ خوشی کے احساس کو اندر اتار ہی رہا تھا کہ پھر فون کی بیل ہوئی۔

"ہیلو ...... دیبا تم" شہباز ابھی اسی کے تصور میں کھویا ہوا تھا۔اس کی آواز سن کر چونک کر سیدھا ہو گیا پھر گھڑی دیکھی ایک ہو رہا تھا۔

"دیبا خیریت تو ہے نا ......" شہباز کو محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ بہت روتی رہی ہو ...... آواز بھاری ہو رہی تھی۔رضوان بھی قریب آ گیا۔

"مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے بالکل اکیلی ہوں گھر میں اور کوئی بھی نہیں۔خالہ جانی اپنے شوہر کے ساتھ کہیں گئی ہوئی ہیں۔"

"میں ...... میں آجاؤں دیبا ......" اس نے رک رک کر پوچھا۔

"جی ......" دیبا نے جلدی سے کہا اور ریسیور رکھ دیا۔

"چلو رضوان ......" اسے ساری صورتحال بتا کر شہباز اٹھ کھڑا ہوا۔

"اور اگر اس کے خالو جان نے اتنی رات گئے ہماری موجودگی پر اعتراض کیا تو ......"

"بھاڑ میں جائے وہ ...... یوں بھی اب مسٹر اور مسز زبیر کو میری حیثیت تسلیم کرنا پڑے گی۔چلو وہ بہت پریشان ہے۔" وہ دلکشی سے مسکرایا۔

وہ دونوں سامنے بیٹھے تھے صوفے پر وہ گود میں ہاتھ رکھے خاموش بیٹھی تھی۔ان تینوں کے علاوہ اک سکوت تھا کوئی آواز نہیں آ رہی تھی۔

"دیبا آپ کو ان کے ساتھ چلے جانا چاہئے تھا۔"

ابھی اس نے رضوان کی بات کے جواب کے لئے لب کھولے ہی تھے کہ عائشہ اور زبیر آ گئے' باہر شہباز کی گاڑی دیکھ کر اس کے سینے پر سانپ لوٹ گیا تھا۔

"تم لوگ اس وقت آئے ہو یا بلائے گئے ہو......؟"

مارے حسد کے وہ رسمی ہاتھ ملانا بھی بھول گیا۔اتنی رات گئے عائشہ کو بھی ان لڑکوں کی موجودگی کچھ پسند نہیں آئی تھی۔زبیر کا لہجہ شک میں ڈوبا ہوا تھا۔لڑکوں نے ایک دوسرے کو دیکھا۔

"بلانا ہمیں کس نے تھا زبیر بھائی ابو کے کاغذات میں ایک اہم کاغذ ملا تھا اسی کے متعلق بات کرنے آئے تھے۔ پتا چلا کہ آپ لوگ آؤٹنگ پر گئے ہوئے ہیں۔"

شہباز نے بڑے اعتماد سے دیبا کو دیکھتے ہوئے کہا تو اس نے پہلی بار شاید پسندیدہ نظروں سے شہباز کو دیکھا۔ نجانے کیا بات تھی وہ اسے اتنا پسند بھی نہیں کرتی تھی مگر اعتماد اندھا کرتی تھی۔ اپنی طبیعت کے اس تضاد کو وہ خود بھی سمجھ نہیں سکی تھی اس نے اپنی خالہ اور زبیر کی نظروں میں اپنے کردار کی تصویر دھندلی ہوتے دیکھ لی تو شہباز کی بات نے اسے مزید نکھار دیا۔ وہ مطمئن ہو گئی تھی۔

"اتنی ہی اہم بات تھی کہ اس کے لئے وقت کا تعین ہی نہیں رہا۔ اتنی رات گئے اٹھ کر چلے آئے۔" زبیر کا لہجہ مشکوک ہونے کے ساتھ ساتھ ہتک آمیز بھی تھا۔ شہباز کو بھی تاؤ آ گیا مگر ضبط کا دامن اس نے کبھی ہاتھ سے نہیں چھوڑا تھا۔

"جی ہاں میری زندگی کی اہم ترین بات ہے۔ اتنی کہ واقعی مجھے اندازہ ہی نہیں ہو سکا کہ میں خاصا بے وقت جا رہا ہوں۔ یہاں آیا تو پتا چلا کہ آپ لوگ نہیں ہیں سوچا انتظار کر لیا جائے۔"

شہباز نے دیبا کو دیکھا جس کے خوبصورت چہرے پر کچھ دیر قبل دھند اتر آئی تھی۔

"تو کرو کیا بات ہے" عائشہ نے ابھی تک لب کشائی نہیں کی تھی زبیر ہی لن ترانیاں کئے جا رہا تھا۔

"سوری ٹو سے ...... زبیر صاحب مجھے صرف عائشہ باجی سے بات کرنی ہے۔ سارے محلے سے نہیں ......" اس نے زبیر کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے اعتماد سے کہا تو وہ تپ گیا۔

"ٹھیک ہے یہ تمہاری عائشہ باجی ہی کی کمزوریاں ہیں کہ الٹے سیدھے لوگوں کو سر چڑھا رکھا ہے۔"

زبیر کو بے حد غصہ آ رہا تھا اتنا کہ اپنی اداکاری بھی برقرار نہ رکھ سکا۔ باہر نکل گیا دیبا نے کھڑے رہنا مناسب نہ سمجھا وہ بھی باہر آ گئی۔ وہ کوریڈور سے ہوتی ہوئی اپنے کمرے میں جا رہی تھی کہ زبیر اچانک ہی اس کے سامنے آ گیا۔

"یہ لوگ کیوں آئے ہیں یہاں ......؟" وہ رعونت سے پوچھ رہا تھا۔ دیبا نے حقارت سے اسے دیکھا۔

"جو کچھ شہباز نے کہا وہ آپ کی سمجھ میں نہیں آیا یا سنائی نہیں دیا۔"

دیبا کی آواز اتنی بلند تھی کہ اندر بھی آ رہی تھی۔ شہباز چوکنا ہو گیا عائشہ کسی خطرے کے پیش نظر باہر آ گئی۔

"میں سب سمجھتا ہوں دیبا تمہارا گھر پر رہ جانا اور شہباز کا آنا بے معنی تو نہیں۔" زبیر نے انتہائی گھٹیا انداز میں اسے دیکھتے ہوئے کہا تو وہ بھی ہتھے سے اکھڑ گئی۔

"گندے جوہڑ سے کبھی خوشبو نہیں آیا کرتی تو آپ کس طرح اچھی بات سوچ اور کر سکتے ہیں ......" اس نے انتہائی نفرت سے اسے دیکھا اور آگے بڑھ گئی۔ زبیر کے چودہ طبق روشن ہو گئے تھے اس چھوٹی سی لڑکی کی اپنے بارے

میں رائے سن کر۔

"بہت اعتماد ہے تمہیں شہباز پر......" زبیر نے اسے شانوں سے پکڑ لیا۔ وہ چیخ پڑی۔

"ہاں...... ہاں اعتماد ہے مجھے شہباز پر خدا کی قسم اندھا اعتماد ہے۔ مجھے اس پر بس یا اور کچھ......" دیبا نے جھٹکے سے اس کے ہاتھ ہٹائے اور آگے بڑھ گئی۔ اس کی زبان سے نکلے الفاظ زبیر کو آگ لگا گئے۔ وہاں شہباز کو معتبر کرتے چلے گئے اس نے سکون کا ایک گہرا سانس لیا جو بہار کے جھونکے کی طرح لطیف تھا۔ اس سارے ڈرامے میں عائشہ خاموش تماشائی بنی سب کچھ دیکھتی اور سنتی رہی۔ زبیر کا دیبا کے ساتھ ایسا رویہ اسے چونکا چونکا جاتا۔

"یہ سب تمہاری ڈھیل کا نتیجہ ہے عائشہ بیگم بہت پچھتاؤ گی اور دفع کرو اس اپنے جعلی بھائی کو۔ میں اس کا وجود اپنے گھر میں برداشت نہیں کرسکتا۔" زبیر نے دیبا کا سارا زہر عائشہ پر اگل دیا تھا۔

"آہستہ بولئے زبیر وہ سن لے گا۔ میں تو پہلے ہی قریشی بھائی کے ساتھ بدتمیزی کرکے ابھی تک پچھتا رہی ہوں۔ ان سے معافی تک نہیں مانگ سکی اپنی گستاخی کی۔"

"ہاں...... ہاں میں سب جانتا ہوں جال بن رہا ہے یہ شہباز میرے گرد۔ تم تو مجھ سے شادی کرکے بھی پچھتا رہی ہو بلکہ اصل پچھتاوا ہی یہ ہے۔"

ساتھ ہی زبیر نے سینے پر ہاتھ رکھ لیا اور جیسے تکلیف میں مبتلا ہوگیا عائشہ

گھبرا گئی۔

"زبیر آپ کیوں اثر لیتے ہیں کسی بات کا۔ آپ اندر چلیں میں شہباز کو بھیج کر ابھی آتی ہوں......" عائشہ اسے بیڈ پر لٹا کر دروازے کی طرف بڑھ گئی۔

"میرے مرنے سے پہلے ہی آجانا۔"

وہ اسے ہراساں کرنے کے لئے ایسے جملوں کے بم ضرور پھینکا کرتا۔

"خدا نہ کرے زبیر میں ابھی آئی......"

عائشہ جلدی سے آئی۔ ڈرائنگ میں دیکھا تو دونوں جا چکے تھے وہ اپنے کمرے میں آئی زبیر لائٹ آف کئے سو رہا تھا اس نے اس خیال سے کہ تکلیف میں آنکھ لگ گئی ہے۔ بڑی آہستگی سے اس کے جوتے اتارے اور چپکے سے دیبا کے کمرے میں آگئی۔ وہ کشن گود میں رکھے رو رہی تھی۔ اسے دیکھ کر اس نے جلدی سے چہرہ رگڑ ڈالا اور لیٹ گئی۔ غصہ تو عائشہ کو اس پر تھا مگر اس وقت اسے بالکل ننھی سی گڑیا لگی اس کا دل پسیج گیا۔ وہ اس کے قریب ہی لیٹ گئی۔ دیبا کے پرے کھسک جانے سے ایک ٹیس سی دل میں اٹھی یہ وہ دیبا تھی جو اس سے اتنا لپٹا کرتی کہ اسے ڈانٹ کر الگ کرنا پڑتا۔

"دیبا جان اب تم بڑی ہوگئی ہو۔ رشتوں کی نزاکت کو سمجھو زبیر کو تم غلط سمجھتی ہو وہ تمہیں اپنی بیٹیوں کی طرح سمجھتے ہیں اور......"

"پلیز خالہ جانی مجھے تنہا چھوڑ دیں۔ میں اکیلی رہ اس دنیا میں صرف میرا خدا ہے اور کوئی نہیں...... آپ اس شخص کی وکالت نہ کریں تو زیادہ اچھا ہوگا ......کبھی اس محبت اس جعلی بناوٹی چاہت کے سحر سے نکلیں تو اس کی آنکھوں میں

ایک بار صرف ایک بار ضرور دیکھئے گا۔اس کے قد و قامت سے بڑا شیطان
آئے گا آپ کو......"

دیبا پھٹ پڑی تھی اور جو منہ میں آیا بولے گئی۔

"شٹ اپ دیبا بہت لحاظ ہو گیا۔زبیر درست کہتے ہیں میرے ہی
لاڈ پیار نے تمہیں بگاڑ دیا ہے ...." عائشہ نے ضبط کیا ہوا سارا
اتارا۔

"پلیز خالہ جانی آپ چلی جائیں اور اپنے شوہر صاحب سے کہہ دیجئے
آئندہ مجھ سے بات نہ کریں اور نہ میرے کمرے میں آنے کی جرأت کریں
ورنہ میرا ہاتھ اٹھ جائے گا۔کیا سمجھتا ہے وہ خود کو۔"

دیبا بھی آپے سے باہر ہو گئی۔عائشہ نے بات بڑھانا فضول جانا۔اب تو
اس کو بھی شہباز اور دیبا کے درمیان کوئی خاص تعلق نظر آ رہا تھا اور اس نے بھی
سوچ لیا تھا کہ اگر ایسا ہی ہوا تو خود دونوں کی شادی کر کے خود زبیر کے ساتھ
امریکہ سیٹل ہو جائے گی اور جب اپنے اس ارادے کا اظہار اس نے زبیر سے
کیا تو اس کو آگ لگ گئی۔

"دماغ خراب ہو گیا تمہارا آئندہ مذاق میں بھی ایسی بات نہ کہنا۔" وہ
کچھ یوں بھڑکا کہ وہ اسے بغور دیکھنے لگی۔

"کیوں کیا قباحت ہے اس رشتے میں؟ دونوں میں اگر اتنی انڈر
اسٹینڈنگ ہے تو ......"

"بھاڑ میں گئی ایسی انڈر اسٹینڈنگ۔واہ کیا عقل پائی ہے بیگم صاحبہ نے
چور کو خزانے کی چوکیداری دی جا رہی ہے۔میں ایسا ہرگز ہونے نہیں دوں

اگر تم نے ایسی حرکت کی تو ......تو تمہیں ......"

وہ طیش میں بولتا اسے سمجھ میں نہ آنے والے اندیشوں کے جنگل میں پھینکتا
وہ باہر نکل گیا۔وہ الجھ کر رہ گئی حالات اور لوگوں کے رویے خاص کر دیبا اور
اس کا رویہ اسے پریشان کر گیا۔

"**اماں** آپ چلیں گھر چلیں' اماں میں اس گھر میں اکیلی ہوں۔"

نرس نے دیبا کو سب کچھ بتا دیا تھا کہ اماں ویسے تو ٹھیک ہو چکی ہیں مگر چونکہ وہ عائشہ کے گھر واپس جانا نہیں چاہتیں۔اس وجہ سے یہیں رہ رہی ہیں اور ڈاکٹر سے' آشیانہ' لے جانے کی ضد کر رہی تھیں اور ان کا پورا ارادہ تھا مگر دیبا کو روتا دیکھ کر وہ دکھی ہو گئیں۔

"دیبا بیٹی انسان اکیلا کبھی نہیں ہوتا۔اس کا خدا اس کے ساتھ ہوتا ہے۔رہی بات گھر جانے کی تو میں ذلیل زبیر کی وجہ سے واپس جانا نہیں چاہتی۔اس نے عائشہ کو بھی اپنے دام میں گرفتار کر رکھا ہے اس کی جائیداد پر قبضہ کر کے اب ......"

اماں سکینہ ابھی اور بھی باتیں کرنا چاہتی تھیں مگر ان کی زبان کو فوراً بریک لگ گئے کیونکہ سامنے سے غصہ میں عائشہ آ رہی تھی۔

"اب تم اس حد تک خود سر ہو گئی ہو کہ مجھے بتا کر آنا بھی گوارا نہیں کیا۔اس روز تو میں نے زبیر کے سامنے جھوٹ بول کر تمہارا بھرم رکھ لیا تھا مگر آج کیسے جھوٹ بولتی۔وہ تو یہ ہی سمجھ رہے ہوں گے کہ تم شہباز کے پاس گئی ہو اور شہباز کے پاس تمہارا جانا یا اس کا ہماری عدم موجودگی میں آنا مناسب نہیں پھر بھی تم نے ایسی حرکت کی۔"

عائشہ نے اماں کا حال بھی نہیں پوچھا اور دیبا کو بے نقط کی سنانی شروع کر دیں۔

"عائشہ بیٹی تم یقین کرو نہ کرو مگر دیبا کی عزت اس کے اپنے گھر میں محفوظ نہیں۔میں نے تم دونوں کو ماں بن کر پالا ہے ...... اس لئے کہہ رہی ہوں کہ تم اور دیبا غیر محفوظ ہو۔زبیر تمہاری کمزوریوں سے فائدہ اٹھا رہا ہے۔اس روز فون پر اپنے دوست سے شہباز اور قریشی میاں کو قتل کی باتیں کر رہا تھا۔میں نے سن لیا تو ...... تو اس نے دانستہ طور پر مجھے سیڑھیوں سے دھکا دے دیا۔"

"بکواس بند کرو اماں یہ صلہ دے رہی ہو مجھے ماں سمجھنے کا۔یہ حق ادا کر رہی ہو۔سچ کہا ہے کسی نے کہ چھوٹے برتن میں اتنی ہی چیز ڈالنی چاہئے جتنی اس میں سما سکے۔زیادہ ڈال دو تو چھلک پڑتی ہے۔میں نے تمہیں اوقات سے زیادہ عزت دے کر غلطی کی ہے ...... کہ تم میرے ہی شوہر کو اپنا قاتل سمجھ رہی ہو۔"

عائشہ ایک دم ہی پھٹ پڑی۔اس نے سارے ادب و آداب بالائے طاق رکھ کر اماں کو بے عزت کر دیا تو وہ رونے لگیں۔

"تمہیں گمراہی کے راستے پر اسی نے ڈالا ہے عائشہ بیٹی ورنہ تم اور گستاخ۔ہو ہی نہیں سکتا۔تمہارے منہ میں یہ گندی زبان اسی نے رکھی ہے مگر میری بات غور سے سنو بیٹی ہو سکے تو اپنے شوہر کا محاسبہ کرنا۔تم اس کی بیوی ہو'

مگر اس معصوم بچی کا خیال رکھنا۔اس کا خدا ہی حافظ ہے اس کی نیت اب دیبا پر خراب ہے۔''

اماں کو بھی دعاؤں کے بعد یہ موقع ملا تھا انہوں نے سب کچھ کہہ دیا عائشہ جو آج کل یوں بھی بری طرح اپ سیٹ تھی پاگل سی ہوگئی۔

''اماں اپنی بکواس بند کرتی ہو کہ نہیں ...... چلو دیبا اگر آئندہ تم یہاں آئیں تو جان سے مار دوں گی۔''

عائشہ اسے دیوانوں کی طرح گھسیٹتی ہوئی لے گئی۔

♥ ...... ♥ ...... ♥

دیبا اپنے کمرے میں بند ہو کر رہ گئی تھی۔عائشہ بہت پریشان تھی کچھ تو زبیر کا اپنا کردار مشکوک ہو گیا تھا اور کچھ اماں کی باتوں نے پریشان کر دیا تھا۔نجانے کیوں اماں کی باتوں میں سچائی کی جھلک نظر آ رہی تھی۔اس وقت بھی وہ مستقل زبیر کے بارے میں سوچ رہی تھی جو شام سے اظہر کے پاس گیا ہوا تھا اور رات کا ایک بج رہا تھا۔ابھی تک نہیں آیا تھا سوچ کے اس سفر میں ایسے بہت سے موڑ آئے جہاں زبیر اپنی کمینی سوچ کے ساتھ اسے کھڑا ملا مگر دوسرے ہی لمحے اس کی محبت' اسی کی توجہ اس کی باتیں عائشہ کو اپنے حصار میں قید کر لیتیں۔ان ہی پریشان کن سوچوں سے گھبرا کر وہ کمرے سے باہر آ گئی وہ کوریڈور میں آئی تو اس نے دیکھا ایک سایہ بڑی پھرتی سے دیبا کے دروازے کی طرف بڑھا ہے وہ گھبرا گئی ذرا آگے ہو کر دیکھنے لگی قریب تھا کہ وہ کوئی

والی چیز لے کر اس کی طرف بڑھتی' روشنی میں کھڑے ہوئے زبیر کو دیکھا۔ہاتھ میں کوئی ڈبہ سا تھا ...... اس کی ٹانگوں سے جان نکل گئی۔وہ وہیں پلٹتی چلی گئی زبیر نے تیسری بار دروازے پر دستک دی تو مجبوراً دیبا کو کھولنا پڑا۔سامنے زبیر کو دیکھ کر وہ غصے سے پاگل ہوگئی۔

''آپ اس وقت؟ کیا بات ہے......؟''

دیبا کا لہجہ اتنا ہتک آمیز تھا کہ کوئی غیرت مند آدمی ہوتا تو پانی ہو جاتا۔

''دیبا جان ......''

''مسٹر زبیر میں نے اس روز بھی منع کیا تھا کہ اس قسم کے فضول الفاظ میرے لئے استعمال نہ کیا کریں۔نجانے آپ کون سی زبان سمجھتے ہیں اور یہ آپ اتنی رات گئے میرے دروازے پر آئے کیسے......؟''

دیبا نے انتہائی حقارت سے اسے دیکھا اور اس کے ہاتھ میں ڈبے کو دیکھا۔

''سوالی در پر آئے تو اسے یوں دھتکارا نہیں کرتے۔خیرات دیا کرتے ہیں اندر آنے دو تو بتاؤں کہ یہ دیوانہ اتنی رات گئے کیوں آیا ہے۔دیکھو میں تمہارے لیے کیا لایا ہوں' یوں تو تمہارے حسن کی نذر کرنے کے لئے کوئی تحفہ تھا ہی نہیں پھر بھی یہ نیکلس ......تمہاری اس حسین گردن میں بے حد حسین لگے گا اور اپنی قسمت پر ناز کرے گا۔لاؤ میں خود اسے تمہیں پہناتا ہوں۔''

ڈھٹائی اور بے عزتی کی حدوں کو توڑتے ہوئے زبیر جب ڈبے سے نازک سا نیکلس نکال کر اس کی طرف بڑھا تو وہ غصے سے پاگل ہوگئی اور زوردار تھپڑ اس کے منہ پر جڑ دیا۔کچھ دیر کے لئے تارے نظر آ گئے۔

''ذلیل کمینے بدمعاش یہ ہی ہے ناں تمہاری اصلیت جس کو اپنی اداکاری

کے ذریعے خالہ جانی سے چھپایا ہوا ہے ...... جاؤ اپنی مکروہ شکل اور گندے عزائم اس معصوم عورت کو دکھاؤ جس کو تم نے اپنی جھوٹی محبت کے جال میں جکڑا ہوا ہے ...... کس قدر گندے اور گرے ہوئے انسان ہو تم ...... بیوی کے سامنے جس لڑکی کو اپنی بیٹی کہتے ہو۔تنہائی میں اس پر گندی نظر رکھتے ہو...... لعنت ہو تم پر اور تم جیسی نیت اور سوچ رکھنے والوں پر۔"

دیبا پوری آواز میں بول رہی تھی اور وہ کھسیانا ہونے کے بجائے کسی اور ہی سوچ میں ڈوبا ہوا تھا۔ڈھٹائی سے وہ جھکا ڈبہ اٹھایا اس میں نیکلس رکھا اور اسے دیکھنے لگا۔

"دیکھو لڑکی یہ کھیل یہ ڈرامہ اسی طرح جاری رہے تو بہتر ہے ورنہ بہت برا ہوگا اس لیے خاموش ہی رہنا یوں بھی اگر تم کچھ کہو گی بھی تو عائشہ نے کہاں لینا ہے' اسے مجھ پر اندھا اعتماد ہے اور وہ ہرگز اعتبار نہیں کرے گی' اس لیے اپنی زبان سے گرنے والے الفاظ کے خوب صورت موتیوں کو اندر ہی سنبھال رکھنا جی تو چاہتا ہے کہ اس معصوم عورت کو مزید دھوکہ دینے سے بہتر ہے کہ تم میرے دل کی ملکہ بن جاؤ مگر۔"

وہ غالباً نشے میں تھا جو منہ میں آیا بولے گیا۔مارے دکھ اور غصے سے دیبا کی ٹانگیں کانپ رہی تھیں۔

"جھوٹ کے نہ تو پاؤں ہوتے ہیں اور نہ برائی کی حقیقت۔اعتماد کی اندھیری دنیا میں بھی سچائی کی سحر طلوع ہوگی مسٹر زبیر اور خالہ جانی لوٹ آئیں گی۔"

دیبا نے حقارت سے اسے دیکھا اور زور سے دروازہ بند کر لیا۔

"کوئی بات نہیں جان من جیت لوں گا تم کو چھین لوں گا تم کو تمہارے

شہباز سے تمہاری ساری دولت کے ساتھ۔"

زبیر نے ایک نظر اس کے بند دروازے پر ڈالی اور ٹیرس کی طرف نکل گیا۔قیامت ہی تو ٹوٹ پڑی تھی عائشہ کے دل پر قریشی صاحب اماں شہباز دیبا سب ہی جیت گئے تھے اس شیطان صفت زبیر کو سب ہی پہچان گئے تھے۔ایک وہی اس کی جھوٹی محبت کے سحر میں گم رہی اس کی باتوں کے جال میں جکڑی رہی' وہ لوٹتا رہا اور وہ لٹتی رہی۔

"اف میرے خدا میں بے وقوف بنتی رہی' اتنے سالوں تک اس خبیث انسان کے ہاتھوں۔اتنے قریب رہ کر میں اسے پہچان نہیں سکی۔میں اتنی کمزور تھی کہ اس کی ہر بے جا بات مانتی چلی گئی میری معصوم بچی تک اس کی اصلیت جان گئی اور میں اس کی شخصیت کے سحر میں اس کی باتوں میں الجھتی چلی گئی' اف میرے خدا یہ کیا ہو گیا میرے اعتماد کی دیوار میرے اوپر ہی آن گری۔میں کیا کروں کہاں جاؤں۔"

عائشہ کو تو لگ رہا تھا کہ قیامت آج ہی آ گئی ہے۔اندر ایسی ٹوٹ پھوٹ ہو رہی تھی دل چکنا چور ہو کر آنکھوں سے بہہ رہا تھا اس کا دل چاہ رہا تھا۔کاش زمین شق ہو جائے اور وہ اس میں سما جائے وہ سرد فرش پر اپنے سلگتے وجود کے ساتھ نجانے کب تک تڑپتی رہی پھر اس نے سارے بدن کی قوت جمع کی اور لڑکھڑاتی ہوئی باتھ روم میں آ گئی ٹھنڈے پانی کے چھینٹے بھی آگ کو بجھا نہ سکے۔دل سے شعلے نکل رہے تھے۔چہرہ تپ رہا تھا پھر اس نے خود کو نارمل کرنے کے لیے ساری قوتیں صرف کر دیں۔دل کا درد تھا کہ بڑھتا ہی جا رہا تھا۔زبیر ابھی تک کمرے میں نہیں آیا تھا۔وہ بھی اپنے سلگتے گال کو سہلا رہا ہو گا

جس پر ابھی دیبا نے نشان چھوڑے تھے۔

کافی دیر بعد جب وہ کمرے میں آیا تو عائشہ بھی خود پر قابو پا چکی تھی۔ اس قیامت کے گزر جانے کے بعد پہلی بار جب اس نے زبیر کو دیکھا تو دماغ کی رگیں تن گئیں' جی چاہا اپنے ناخنوں سے اس کی آنکھیں نکال دے جن سے دیبا پر غلط نظر ڈالی تھی۔ اس کا چہرہ مسخ کر دے مگر وہ کچھ بھی نہ کر سکی۔ بے حس و حرکت بیٹھی رہی۔ زبیر نے ایک نظر اس پر ڈالی وہ بالکل اجڑی ہوئی لگ رہی تھی۔ مگر اسے دیکھ کر اس نے مصنوعی مسکراہٹ چہرے پر سجا لی اور زبیر اس خوف سے نظریں چرا رہا تھا کہ کہیں عائشہ کو کچھ پتا نہ چل گیا ہو۔

"تم ابھی تک سوئیں نہیں" وہ نظریں چرا کر بیڈ پر لیٹ گیا۔ عائشہ نے ایک نفرت سے بھرپور نگاہ اس پر ڈالی اور کھڑی ہو گئی۔

"ہاں وہ ایک ناول پڑھ رہی تھی بڑا ٹریجڈی ناول تھا۔"

"تم نے اس کی ساری ٹریجڈی خود پر طاری کر لی ہے خود بھی اسی ٹریجڈی کا حصہ لگ رہی ہو۔"

زبیر نے اسے بغور دیکھا تو عائشہ کا دماغ بھنا گیا۔ آنکھیں جلنے لگیں مگر اس نے خود پر کنٹرول کیا کیونکہ ڈرامے کا ڈراپ سین وہ ابھی نہیں کرنا چاہتی تھی۔

"ٹریجڈی کا حصہ' میں تو سر سے پیر تک ٹریجڈی ہوں آپ بتایئے کہ آپ اتنی رات گئے کہاں رہے؟ اظہر کا تو یہاں فون آیا تھا۔"

اس نے بمشکل خود پر قابو پایا۔ آواز کو نارمل بنایا تو زبیر چور سا بن گیا اظہر پر غصہ الگ آیا۔

"ہاں جان اس کے پاس سے تو میں جلد ہی آ گیا تھا ذرا شاپنگ کرنے

چلا گیا تھا۔" وہ اپنے پرانے چونچال موڈ میں لوٹ آیا۔

"ایک وقت تھا کہ وہ اس کے اس قسم کے القابات پر نثار ہو کر مغرور ہونے لگتی تھی کہ کتنا چاہتا ہے زبیر اس کو مگر آج یہ لفظ اس کو گالی محسوس ہو رہا تھا۔ تاہم اس نے خود پر کنٹرول کیا۔

"کیا شاپنگ ہوئی ہے ذرا ہمیں بھی تو پتہ چلے؟"

وہ اسے بغور دیکھتے ہوئے پوچھ رہی تھی جو مسلسل نظریں چرا رہا تھا۔

"شاپنگ ہاں یہ دیکھو کافی دنوں سے تمہیں کچھ گفٹ نہیں کیا تھا۔ سوچا آج دیر سے جا رہا ہوں تو بیگم صاحبہ کو خوش کرنے کے لیے کوئی گفٹ لے لیا جائے لو دیکھو اور ابھی پہن کر دکھاؤ لاؤ میں خود ہی پہناتا ہوں قسمت پر ناز کرے گا یہ نیکلس بھی اپنی کہ کس کے گلے میں جا رہا ہے۔"

پھر اس نے کمال ڈھٹائی سے نیکلس نکالا اور اسے پہنانے لگا تو وہ دور ہٹ کر نیکلس ہاتھ میں لے کر اس کو دیکھنے لگی۔ جی چاہا جس طرح دیبا نے اسے تھپڑ مارا تھا اس سے زیادہ زور سے وہ مارے مگر مصلحت کے تقاضے درمیان میں تھے وہ ضبط کر گئی۔

"جانے بھی دیں زبیر اب میری عمر کہاں رہی ہے اس قسم کے چونچلوں کی یہ تو کسی بے حد حسین گردن کی زینت بن کر اپنی قسمت پر نازاں ہوتا' بہرحال اب آپ کافی پئیں گے یا" اس نے نیکلس اس کے ہاتھ سے لے کر خود ہی پہن لیا وہ اسے اتنا لوٹ چکا تھا کہ وہ اب ایک پائی بھی اس کے پاس رہنے نہیں دینا چاہتی تھی۔

"نہیں جان آج کچھ طبیعت خراب ہے گہری نیند سونا چاہتا ہوں۔"

زبیر نے لمبی سی انگڑائی لی تو عائشہ نے دل میں اس کے ابدی نیند سو جانے کی دعا کی۔

''اچھا تو پھر آپ آرام کریں میں دیبا کے پاس جا رہی ہوں۔''

''ک ک ...... کیوں؟'' زبیر کا حلق خشک ہو گیا خوف سے۔

''یوں ہی بچی ہے ناں کہہ رہی تھی کئی روز سے کچھ الٹے سیدھے وہم آ رہے ہیں ڈر جاتی ہے۔آج عرصے بعد ضد کر رہی تھی کہ میں اس کے پاس سوؤں' میں آپ ہی کا انتظار کر رہی تھی۔وہ تو خوف سے نجانے سو گئی ہے یا جاگ رہی ہے۔آپ آرام کریں۔

چلی جاؤں زبیر آپ خفا تو نہیں ہوں گے؟''

عائشہ نے اسے شک سے نکالنے کے لیے پرانی محبتوں کا رس گھولا تو وہ مطمئن ہو گیا۔

''ہاں جاؤ وہ ہماری ہی بچی ہے،ہم اس کا خیال نہیں رکھیں گے تو کون رکھے گا۔''

زبیر نے کمبل تان لیا تو وہ اس گھٹیا انسان کو دیکھتی باہر آ گئی۔اوپر سے بیٹی کہنے والا اندر سے اس کے لیے کیا جذبات رکھتا ہے۔

''خدا کی لعنت ہے تم پر گندی نیت کے آدمی۔''

وہ اسے حقارت سے دیکھتی دروازہ بند کر کے دیبا کے دروازے پر آ گئی۔زبیر سے دیبا تک کی واپسی کا یہ سفر اس نے جس طرح کانٹوں پر چل کر طے کیا تھا وہ ہی جانتی تھی وہ دستک دے رہی تھی مگر دیبا مارے خوف کے کھول نہیں رہی تھی کہ پھر زبیر ہو گا۔

''گھٹیا آدمی میری مجبوری اور خالہ جانی کی کمزوری سے فائدہ نہ اٹھاؤ

میں ضبط چھوڑ گئی تو خالہ جانی کا لحاظ کیے پولیس کو فون کر دوں گی اب بچانے کے لیے رہا ہی کیا ہے۔'' دیبا اندر سے روتے ہوئے بول رہی تھی۔

''دروازہ کھولو میری جان آج نفرت سے منہ نہ موڑنا' میں تو اپنی نظروں میں گری ہوئی عورت ہوں۔پختہ عمر میں مرد کے فریب میں آنے اور دھوکہ کھانے والی تمہاری کمزور خالہ جانی ہوں' دروازہ کھولو میری جان۔''

''خا ...... خا ...... خالہ جانی آپ'' عائشہ جس حال میں اس کے سامنے تھی دیبا تڑپ کر اس کی طرف بڑھی۔

''خالہ جانی وہ ...... وہ'' وہ اس سے لپٹی زبیر کی ذلیل حرکتیں بتانا چاہتی تھی۔

''کچھ کہنے کی ضرورت نہیں' میری جان میں نے تو اپنی آنکھوں سے سب کچھ دیکھا ہے میں اس ذلیل آدمی کو بڑی دیر میں پہچانی ہوں' اماں' قریشی بھائی' شہباز اور تم سچے تھے۔میری بچی میں ہی غلط تھی' قریشی بھائی نے کہا تھا تم دھوکا کھاؤ گی میں نے ان کی بے عزتی کی صرف اس کمینے آدمی کے کہنے میں آ کر۔میں لٹ گئی ہوں دیبا میری جان وہ تم پر گندی نظر رکھتا تھا اور زبان سے بیٹی کہتا رہا میں اس کی نظر پہچان نہ سکی زبان کے جھوٹ پر اعتبار کرتی رہی کتنی کمزور' کتنی سطحی ہو گئی تھی میں اس کی بے معنی محبت میں مجھے معاف کر دینا میری بچی میں لوٹ آئی ہوں۔''

دونوں خالہ بھانجی ایک عرصے بعد ملیں تو روتی چلی گئیں۔

عائشہ کو جب پتا چلا تھا وہ ہر وقت دیبا کو ساتھ رکھتی مگر رویہ ایسا رکھا تھا کہ زبیر کچھ جان نہ لے‘ اس نے شہباز کو بھی ساری بات بتا دی تھی۔

”میں بے حد شرمندہ ہوں شہباز تم پر اور قریشی بھائی پر الٹے سیدھے الزامات اس خبیث انسان کے کہنے میں آ کر لگاتی رہی‘ میرے باپ جیسے قریشی بھائی کتنے دکھی ہو گئے تھے میری وجہ سے۔کتنا منع کیا تھا انہوں نے مگر میں تو پاگل ہو گئی‘ اس ذلیل انسان نے اپنے سوائے مجھے سب کے خلاف کر دیا تھا اور میں کم بخت ماری ٹین ایجر لڑکیوں کی طرح ہر بات مانتی چلی گئی۔“

عائشہ شہباز اور رضوان کے سامنے رو رہی تھی۔

”عائشہ باجی اب خود کو ہلکان نہ کریں‘ ہم تو اسے پہلی نظر میں پہچان گئے تھے اگر وہ اچھا انسان ہوتا تو آپ کو اپنے پیاروں سے جدا کرنے کے بجائے

خود بھی محبت کے اس قافلے میں شریک ہو جاتا وہ مکار اور سازشی آدمی تھا۔کیا کیا ڈراما کرتا رہا دیبا کا اغوا مجھے مارنا یہ سب اس کے ذلیل ہونے کا ثبوت تھے مگر ہم لوگ بے بس اس لیے تھے کہ آپ اس کے رنگ میں رنگی ہوئی تھیں۔لیکن خدا کا شکر ہے کہ اس کی پاک ذات نے آپ کو شعور کے راستے پر ڈال دیا ہے‘ اب آپ الگ ہو جائیں ہم دیکھ لیتے ہیں اسے۔“

شہباز اور رضوان اسے تسلیاں دے رہے تھے اور وہ ندامت کی دلدل میں گرتی جا رہی تھی۔اپنی کمزوریوں پر اتنا غصہ آ رہا تھا کہ بارہا اس کا جی چاہا کہ خود کو شوٹ کر لے اس نے تو اس پر اپنے پاکیزہ جذبے لٹا دیے تھے اس ذلیل آدمی پر۔

”میرے خدا میں ...... اتنی کم زور ثابت ہوئی‘ اس کی جھوٹی محبت کے سحر میں کھو کر اپنے سچے چاہنے والوں کو حتیٰ کہ اپنی جان دیبا کو غلط سمجھنے لگی۔“

عائشہ نے قریب بیٹھی دیبا کو ساتھ لگا لیا جو خالہ سے چمٹی ہوئی تھی۔”چلیے عائشہ اب حوصلہ پکڑیں ابھی اس پر ظاہر نہ ہونے دیں کہ آپ کو اس کی اصلیت معلوم ہو گئی ہے ورنہ وہ گڑ بڑ کر سکتا ہے۔“

”رضوان اسے شک ہو گیا ہے کہ مجھے معلوم ہو گیا ہے اسے یقین نہیں ہے۔فی الحال بھاڑ میں ڈالو اسے اور مجھے اماں کے پاس لے چلو۔“

پھر اسی وقت وہ سب اماں کے پاس پہنچے تو عائشہ نے جلدی سے اماں کے پاؤں پکڑ لیے۔

”اماں مجھے معاف کر دیں میں پاگل ہو گئی تھی اس شیطان کے سحر سے۔اب میں آزاد ہو گئی ہوں مجھے معاف کر دیں۔اماں آپ میری ماں ہیں

ماؤں کے ظرف تو سمندر سے بھی بڑے اور گہرے ہوتے ہیں۔" وہ بری طرح روتے ہوئے معافی مانگ رہی تھی۔اماں نے اٹھا کر ساتھ لگا لیا۔

"شکر ہے تیرا میرے مولا۔میرے اللہ پاک۔میری بچی تیری پاک ذات نے مجھے لوٹا دی میں نے دن رات دعائیں مانگی ہیں۔تمہاری واپسی کی میری بچی۔"

اماں نے عائشہ کو ساتھ لگا کر پیار کیا تو عجیب طرح کا سکون عائشہ کے اندر اترتا چلا گیا۔

❤ ...... ❤ ...... ❤

زبیر اس بات سے قطعی لاعلم تھا کہ اس کا راز فاش ہو چکا ہے۔عائشہ نے بھی کچھ ظاہر نہیں ہونے دیا تھا۔عائشہ پہلے سے زیادہ اس کا خیال رکھنے لگی تھی۔شہباز اور رضوان ثبوت جمع کر رہے تھے تاکہ وہ کہیں بھاگ نہ سکے ...... اس وقت بھی وہ اظہر سے بات کر رہا تھا۔عائشہ ...... دانستہ طور پر باہر چلی گئی۔زبیر فون کرنے لگا۔

"ہاں یار ڈراپ سین ہو ہی گیا لیکن خیر ایسی بھی بات نہیں میں دست بردار تو نہیں ہوں گا۔دیبا کو اس کی جائیداد سمیت حاصل کر کے رہوں گا۔"

زبیر کے اندر زہر گھل رہا تھا۔

"ایسا نہ ہو انگور اتنے کھٹے ہوں کہ تمہارے دانت بے کار ہو کر رہ جائیں۔دیبا بچی ضرور ہے مگر لگتا نہیں کہ تمہارے دام میں آ جائے۔"

"چیلنج نہ کرو اظہر یہ لڑکی میری ضد بن گئی ہے تم اچھی طرح جانتے ہو مجھے ...... جب اس کی خالہ جیسی پکی عمر کی عورت میری محبت میں گرفتار ہو سکتی ہے تو یہ پھر کچی عمر کی لڑکی ہے ...... مانتا ہوں کہ ذرا وقت لگے گا مگر ......"

اس سے زیادہ عائشہ برداشت نہیں کر سکتی تھی۔وہ دھڑ سے دروازہ کھول کر اندر آ گئی اور زبیر کو گریبان سے پکڑ لیا۔

"تو یہ ہے تمہاری اصلیت شیطان آدمی مجھ جیسی پکی عمر کی عورت کو اگر تم نے بے وقوف بنا ہی لیا تھا تو میرے خدا نے بچا بھی لیا ہے تم جیسے گھٹیا آدمی کو میں نے بہت کچھ کھو کر پہچانا ہے ...... قریشی بھائی جیسے باپ کو کھو کر اپنی بچی کو اذیت دے کر' اپنے وفادار پیاروں کو ٹھکرا کر پہچانا ہے ...... لیکن میرے خدا نے مجھے سیدھے راستے پر ڈال دیا ہے ...... اب نہیں زبیر صاحب اب میں تمہیں چھوڑوں گی نہیں۔"

عائشہ نے س پر تھپڑوں کی بارش کر دی۔زبیر نے اسے مضبوطی سے پکڑ لیا۔

"تم ......تم حاسد عورت میری ہوا کو بھی نہیں چھو سکتیں اگر تمہیں پتا چل ہی گیا ہے تو ......تو میری محبت نے تمہیں اتنا نقصان نہیں پہنچایا جتنا میری نفرت تمہیں نقصان پہنچائے گی۔ابھی میں اپنی محبت اور دوستی تمہیں آفر کرتا ہوں کیونکہ بھلائی اسی میں ہے۔"

زبیر اندر سے تو دہل کر رہ گیا تھا راز فاش ہو جانے پر اسے تو اپنے سارے پلان خاک میں ملتے نظر آ رہے تھے۔اس نے دانت پیستے ہوئے اپنی طاقت کا دباؤ ڈالتے ہوئے اسے ایک بار پھر ٹریپ کرنا چاہا۔

"میں لعنت بھیجتی ہوں تم پر ...... تمہیں جو کرنا ہے کرو میں ایک لمحہ بھی اب

تمہیں برداشت نہیں کر سکتی۔"

عائشہ نے ایک جھٹکے سے خود کو اس کی گرفت سے آزاد کرایا تو وہ جواباً بل کھایا ہوا ناگ بن گیا تھا پھر اس جھپٹا۔

"اچھا تو پھر اب میری دشمنی بھی دیکھ لو۔"

پھر وہ عائشہ کو گھسیٹتا ہوا پورچ میں لایا اور گاڑی میں پھینکا اس سے پہلے کہ دیبا اور گھر کے ملازم آتے۔وہ گاڑی اڑاتا ہوا لے گیا۔دیبا تڑپتی مچلتی رہ گئی اس نے فوراً شہباز کو فون کر دیا۔رضوان اور شہباز دونوں آ گئے وہ نکل ہی رہے تھے کہ فون کی بیل ہوئی۔

"ہیلو...... میں اظہر بات کر رہا ہوں زبیر اور عائشہ کا زبردست ایکسیڈنٹ ہو گیا ہے زبیر شدید زخمی ہے جبکہ عائشہ زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے موقع پر ہی دم توڑ گئیں۔"

عائشہ کی بے وقت حادثاتی موت نے سب کو نیم جان کر دیا تھا۔دیبا تو پاگل ہو گئی تھی یہ اس کی زندگی کا سب سے بڑا صدمہ تھا۔وہ بار بار بے ہوش ہو جاتی۔

"دیبا میری بچی ہوش کر۔"

اماں سکینہ دیبا کو چمٹائے خود بھی رو رہی تھیں۔

"نہیں اماں میری خالہ جانی نہیں مر سکتیں ...... انہوں نے ہی مرنا تھا وہ جو گاڑی ڈرائیو کر رہا تھا وہ زندہ بچ گیا ...... کیوں مر گئیں میری خالہ جانی۔اب میں زندہ رہ کر کیا کروں گی میں بھی مر جانا چاہتی ہوں۔"

دیبا نے زور سے سر دیوار پر مارا مگر شہباز نے جلدی سے ہاتھ رکھ دیا جب زبردست چوٹ شہباز کے ہاتھ پر لگی تب اسے اندازہ ہوا کہ اگر وہ ہاتھ نہ رکھتا

تو یقیناً اس کا سر شدید زخمی ہو جاتا۔

اس نے شدتِ غم سے بے حال دیبا کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا۔

"میرا تمہارا کوئی اور رشتہ ہو نہ ہو مگر درد کا رشتہ ضرور ہے۔"

شہباز کے حلق میں آنسوؤں کا گولہ اٹک گیا۔وہ خود جذباتی ہو رہا تھا تو اس کو کیسے حوصلہ دیتا۔دیبا نے آنسوؤں کی برسات میں اسے دیکھا۔اس دنیا میں یہ ہی تو ایک اپنا رہ گیا تھا۔

"شہباز میری خالہ جانی کیوں مر گئیں۔وہ تو میرے بغیر ایک پل بھی نہیں رہ سکتی تھیں پھر اس طرح مجھے تنہا کیوں چھوڑ گئیں۔" وہ بے بس سی ہو کر شہباز کے شانے سے سر ٹیک کر شدت سے رو پڑی تو وہ بھی ضبط نہ کر سکا۔کتنے دکھی اور تنہا ہو رہے تھے دونوں۔یہ کوئی ان کے دل سے پوچھتا۔

"شہباز ٹھیک ہے یہ صدمہ بہت بڑا ہے مگر ابھی بہت سے مسائل ہیں۔زبیر زخمی ہے اور ہمیں اس کو بھی دیکھنا ہے۔" رضوان نے بڑھ کر دونوں کو تسلی دی۔

"گولی ماریں رضوان بھائی اس کو یہ منحوس جب سے خالہ کی زندگی میں آیا تھا۔میری خالہ مجھ سے چھن گئی تھیں' میرے لیے تو وہ اسی روز مر گئی تھیں جب انہوں نے اس کمینے آدمی سے شادی کی تھی۔"

دیبا کے بس میں ہوتا تو وہ ہاسپٹل جا کر زبیر کو خود شوٹ کر دیتی۔

"ٹھیک ہے دیبا اس وقت تم بہت جذباتی ہو رہی ہو مگر معاملہ بڑا سنگین ہے اور کوئی بات بھی سب کے لیے نقصان دہ ثابت ہو سکتی ہے۔وہ شخص جیسا بھی ہے اس کا تعلق عائشہ باجی سے آخری وقت تک رہا یا تو یہ ہوتا کہ طلاق ہو

چکی ہوتی یا عائشہ باجی اپنی زندگی میں اسے بے دخل کر چکی ہوتیں تو بات آسان ہو جاتی مگر اب معاملہ خاصا پیچیدہ ہو گیا ہے۔اماں آپ دیبا کا خیال رکھیں اور ہو سکے تو کچھ کھلائیں بھی۔"

"شہباز تم میرے پاس آؤ۔"

رضوان نے اماں کو دیبا کے بارے میں ہدایت دیں اور خود شہباز کو شانے پر بازو رکھ کر باہر لے آیا۔

"کیا بات ہے رضوان" شہباز نے ٹشو سے چہرہ صاف کر کے رضوان کو دیکھا جس کے چہرے پر تفکرات کے ساتھ عجیب سی الجھن تھی۔

"بات یہ ہے شہباز ڈیڈ باڈی اس طرح مسخ ہو چکی ہے کہ پہچان مشکل ہے چہرہ تو بری طرح جھلسا ہوا ہے۔یوں لگتا ہے جیسے بری طرح تشدد کر کے مارا گیا ہے۔کم از کم یہ موت ایکسیڈنٹ سے نہیں ہوئی۔"

رضوان ڈاکٹر تھا عائشہ کی لاش جو ایکسیڈنٹ میں کچلی ہوئی ہونے کے بجائے جھلسی ہوئی تھی۔یوں جیسے اس کو جلایا گیا ہو۔

"شبہات تو مجھے بھی بہت ہیں مگر میں سوچتا ہوں کہ منہ سے ذرا سی بات نکل گئی تو ایک تو لاش کی بے حرمتی ہو گی۔پوسٹ مارٹم کیا جائے گا اور زبیر کی گندی خصلت تو تم جانتے ہو۔نجانے کیا بات کہہ ڈالے۔دیبا کے بارے میں کچھ بک گیا تو ہم کیا کر سکتے ہیں۔اس لیے ہمیں اب چپ رہنا ہے اور سنو دیبا کو شک بھی نہ ہو' وہ ڈیڈ باڈی دیکھنے کی ضد کر رہی ہے مگر ...... تم ڈاکٹر ہو۔تمہاری بات پر وہ یقین کر لے گی۔اس کو سمجھا دو کہ نعش دیکھنے کے قابل نہیں تھی ورنہ اس کو سنبھالنا میرے اور اماں کے لیے دشوار ہو جائے گا۔"

"چلو ٹھیک ہے تم جاؤ دیبا کے پاس اتنی سی عمر میں کیسے کیسے روپ اور حالات دیکھے ہیں۔اس نے اللہ تعالیٰ اس کو صبر جمیل عطا فرمائے۔"
رضوان نے دکھ سے شہباز کا شانہ تھپتھپایا اور باہر نکل گیا۔

♥ ...... ♥ ...... ♥

زبیر بڑا عیار آدمی تھا وہ اتنی آسانی سے ہار مان جانے والوں میں سے نہیں تھا۔ہاسپٹل سے فارغ ہو کر گھر آیا تو واویلا مچانے لگا۔

"ہائے میں لٹ گیا برباد ہو گیا میری بیوی' میری جیون ساتھی میرے دکھ سکھ کی ساتھی چھوڑ گئی ...... میں کیسے جیوں گا کیوں کر جی پاؤں گا عائشہ تمہارے بغیر۔"

زبیر فل فارم میں تھا۔رو رو کر اس نے برا حال کر لیا تھا۔مظہر اس کا دوست اسے تسلیاں دے رہا تھا جبکہ دیبا سمیت وہ لوگ خاموش تماشائی بنے یوں دیکھ رہے تھے جیسے کوئی اداکار اپنے فن کا مظاہرہ کر کے داد وصول کرنا چاہ رہا ہو۔

"زبیر میرے یار خود کو سنبھالو۔اتنے گہرے زخم آئے ہیں تمہیں دیکھو اس طرح کرنے سے پھر خون رسنے لگا ہے ...... میں جانتا ہوں تمہاری تو دنیا ہی اجڑ گئی ہے مگر اب کیا کیا جائے جو اللہ کا حکم۔حوصلہ کرو صبر کرو ......"

"کہاں سے حوصلہ لاؤں صبر کی سل اپنے زخمی دل پر کیسے رکھوں مظہر میرا تو سب کچھ لٹ گیا ...... ارے میں تو ہوں ہی بدبخت' بدنصیب جس کو چاہتا

ہوں بچھڑ جاتا ہے۔ہائے میری عائشہ میں کیسے جی پاؤں گا ...... کیسے کیسے ......"
اب وہ باقاعدہ دیوار سے سر ٹکرانے لگا تھا۔مظہر نے پھر پکڑ لیا۔رضوان اور شہباز نے معنی خیز نظروں سے ایک دوسرے کو دیکھا۔

"زبیر مت کرو ایسے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو کہ اتنے بڑے حادثے میں تمہیں بچا لیا۔اب تم ہی کو تو یہ سب سنبھالنا ہے' یہ جائیدار کے سلسلے اب تم ہی......"

"ارے آگ لگا دو تمام جائیدار کو بھاڑ میں جھونک دو۔میری عائشہ نہیں رہی تو کچھ نہیں چاہیے مجھے۔"

"چلو جائیدار کو تو بھاڑ میں جھونک دیا مگر دیبا ...... دیبا کی حیثیت تو تم جانتے ہو۔عائشہ کے لیے دیبا کیا تھی۔اب تم کو دیبا کے لیے جینا ہے۔"

"دیبا ...... ہاں دیبا ...... دیبا بچی ...... میری جان یہاں آؤ میرے سینے سے لگ جاؤ میری بچی۔اب میں اور تم ہی تو ایک دوسرے کے اپنے رہ گئے ہیں آؤ میرے پاس آؤ۔"

زبیر لڑکھڑاتا ہوا دیبا کی طرف بڑھا مگر شہباز جھٹ سے درمیان میں آ گیا۔

"بس بس زبیر صاحب اتنا ہی کافی ہے۔"

ماحول پر ایک دم سناٹا چھا گیا۔شہباز کی اس جرأت پر سناٹا چھا گیا' زبیر نے شہباز کو دیکھا جی میں تو آیا اس گستاخی پر اس کا سر تن سے جدا کر دے مگر شاید ابھی ڈرامے کا ڈراپ سین کا وقت نہیں آیا تھا۔وہ جو دیبا کی طرف بڑھا ہوا تھا۔اب ہاتھ شہباز کے شانے پر رکھ کر پھر رونے لگا تھا۔

"ہاں شہباز میاں بول سکتے ہو حق رکھتے ہو۔ارے میرے سارے حقوق تو میری عائشہ ختم کر گئی۔میری بادشاہت ختم ہو گئی۔"

"زبیر حوصلہ کرو اللہ کو یہی منظور تھا۔کسی انسان کا کیا اختیار ہے اب خود سنبھالو اور دیکھو۔تمہارے زخموں سے خون رسنے لگا ہے۔" اظہر نے آگے بڑھ کر اسے سہارا دے کر بیڈ پر بٹھایا۔

"ارے اب تو یہ زخم سدا ہی رستے رہیں گے۔میں کیوں زندہ بچ گیا میری عائشہ مجھ سے جدا ہو گئی۔"

پھر وہ واویلا مچاتا رہا اور اظہر اس کو تسلیاں دیتا رہا۔شہباز' رضوان اور اماں دیبا کو لے کر دوسرے کمرے میں آ گئے۔

"ذلیل کمینہ ڈرامے بازی کر رہا ہے۔اس نے مارا ہے میری پیاری خالہ جانی کو یہ ہی قاتل ہے ان کا۔" دیبا پھر بلک بلک کر رونے لگی۔رضوان کمزور دل تھا اس سے دیبا کی تڑپ دیکھی نہیں گئی۔وہ کمرے سے نکل گیا اور جاتے ہوئے شہباز کو اشارہ کر گیا کہ دیبا کو منع کرو وہ غلط کہہ رہی ہے۔

"اماں بی پانی لائیے گا" اماں نے پانی کا گلاس شہباز کے ہاتھ میں دے دیا تو وہ دیبا کے قریب آ گیا۔

"دیبا دیکھو تمہارے دل پر گہرے زخم آئے ہیں۔میں تم کو صبر کرنے کا چپ ہو جانے کا بودا مشورہ نہیں دوں گا۔اس لیے کہ دکھوں کا لہو جب تک آنکھوں سے نہ ٹپکے سکون نہیں ملتا مگر پلیز ایسی کوئی بات بھی نہ کرو جس سے معاملہ اس حد تک بگڑ جائے کہ سنبھل نہ سکے۔ہمارے لیے بہتر یہی ہے۔یہ غلط آدمی آخری وقت تک عائشہ باجی کا شوہر رہا ہے اگر ہم نے کوئی پیش رفت کی

تو یہ تمہارے اور میرے حوالے سے کوئی بھی الزام لگا کر جیت سکتا ہے اور ہم دونوں اس پوزیشن میں نہیں کہ ...... بہرحال جہاں تک ممکن ہو۔اس کیچڑ سے اپنا دامن بچا کر رکھو۔سمجھو کہ ہماری قسمت خراب تھی کہ یہ ہماری زندگی میں آ گیا اور عائشہ باجی۔" اس کی آواز بھرا گئی تو وہ باہر نکل گیا۔

یہ مصلحت بھی کیا بری چیز ہے کہ بڑے بڑے گھاؤ چھپا دینے پر مجبور کر دیتی ہے۔دیبا کی تو دنیا ہی اجڑ گئی تھی۔وہ تو سہمی ہوئی چڑیا کی طرح اماں بی کے ساتھ چمٹی رہتی۔اسے اپنے سائے سے بھی خوف آنے لگا تھا۔وہ اماں کو اپنے کمرے میں ہی رکھتی اور اسے بھی کھڑکا ہوتا تو وہ خوف زدہ ہو کر اماں سے لپٹ جاتی۔

اس وقت بھی اماں بی اس کے پاس بیٹھی تھیں۔دروازے پر دستک ہوئی اور ساتھ ہی لاٹھی ٹیکتے ہوئے زبیر اندر آ گیا۔دیبا نے خوف زدہ نظروں سے اسے دیکھا اور اماں سے لپٹ گئی' زبیر نے ایک زہر آلود نگاہ اماں پر ڈالی۔

"اماں بی تم کیا ہر وقت بچی کے ساتھ چمٹی رہتی ہو تم ملازمہ ہو اس گھر کی۔مالکہ بننے کی کوشش نہ کرو۔کوئی کام کاج نہیں ہے گھر میں تو اپنے کوارٹر میں پڑی رہا کرو ہٹو یہاں سے۔"

زبیر نے ڈپٹ کر اماں کے شانے پر چھڑی ماری تو اماں نے احتجاجی نظروں سے اسے دیکھا مگر بولیں کچھ نہیں وہ اس کی سازشوں سے بہت پہلے باخبر ہو چکی تھیں۔دکھ تو اس بات کا تھا کہ جب عائشہ اسے پہچان پائی تو موت نے آ لیا' انہوں نے آہستگی سے اٹھنا چاہا مگر دیبا نے اس مضبوطی سے بازو پکڑا تھا کہ وہ بیٹھ نہ جاتیں تو گر جاتیں۔زبیر بھی یہ منظر دیکھ رہا تھا۔راکھ ہو گیا تھا

دیبا کی اس حرکت پر مگر اداکاری تو اس پر ختم تھی وہ آگے بڑھا اور بیڈ پر دیبا کے قریب ہی بیٹھ گیا۔دیبا برق رفتاری سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

"اماں بی چلیں یہاں سے آپ کے کوارٹر میں چلتے ہیں۔"

دیبا میں تمہارے لیے' تمہارا دل بہلانے کے لیے تمہارے پاس آیا ہوں اور تم جا رہی ہو۔یہ اچھی بات تو نہیں ہے۔" زبیر نے مضبوطی سے اس کا ہاتھ پکڑا تو وہ تیور کر مڑی جی تو چاہتا تھا ایک زناٹے دار تھپڑ رسید کر کے اسے آئندہ کے لیے منع کر دے مگر دوسرا ہاتھ اماں کی گرفت میں تھا۔جس پر اماں کا دباؤ اسے اس حرکت سے روک رہا تھا پھر بھی اس نے جھٹکے سے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ سے الگ کیا اور کھڑکی کے قریب جا کھڑی ہوئی۔زبیر اب بغیر چھڑی کے ٹھیک چلتا ہوا دیبا کے قریب گیا تو اماں اس مکار انسان کی پشت کو گھورتی رہ گئیں۔

"دیبا بے بی ہم دونوں کا دکھ مشترکہ ہے اگر اسی طرح خفا ہو گی تو دکھ کا یہ سفر کیسے کٹ پائے گا بھلا۔"

"مسٹر زبیر یہ دکھ صرف میرا دکھ ہے مجھے اس دکھ کے ساتھ جینے دو پلیز لیومی الون۔"

وہ اس بری طرح دھاڑی کہ گھر کا سناٹا جھنجھنا اٹھا۔وہ بل کھا کر رہ گیا مگر کمال ضبط پایا تھا اس نے بھی' یا شاید اپنے مقاصد کے حصول تک ایسے ہی ضبط کا مظاہرہ کرنا اس کی مجبوری تھا۔

"چلاؤ مت بے بی میں جاتا ہوں مگر یہ نہ کہو کہ یہ صرف تمہارا دکھ ہے۔جان یہ ہم دونوں کا مشترکہ دکھ ہے میں تمہاری خوشی کے لیے سب کچھ

کرنے کو تیار ہوں تم آرام کرو میں چلتا ہوں۔"

وہ نرمی سے بولتا ہوا دروازے کی جانب بڑھا پھر شاید چھڑی کا خیال آ گیا۔چہرے پر تکلیف طاری کر کے اس نے نیچے گری ہوئی چھڑی اٹھانے کی کوشش کی مگر یہ بھی ظاہر کیا کہ اسے اتنی تکلیف ہے کہ اٹھا نہیں سکتا۔وہ اٹھا اور اماں بی کی طرف دیکھنے لگا۔

"اماں بی ذرا چھڑی تو اٹھا دینا' کمبخت درد تو لگتا ہے جوڑوں میں بیٹھ گیا ہے۔"

اماں بی نے آگے بڑھ کر چھڑی اٹھا دی۔

"مہربانی اماں بی اور دیبا کو تمہاری بہت ضرورت ہے اچھا اب تم دونوں آرام کرو۔"

وہ چلا گیا تو اماں اور دیبا حیرانی سے ایک دوسرے کو دیکھ کر رہ گئیں۔مگر گرگٹ کی طرح رنگ بدلنے والے اس شخص کو آسانی سے سمجھ لینا آسان نہیں تھا۔

زبیر اب کافی حد تک بے فکر ہو چکا تھا کہ اب تک عائشہ کے بعد بھی اس کی حیثیت کو کسی نے چیلنج نہیں کیا تھا بلکہ اس نے محسوس کیا تھا کہ دیبا اور اماں تو اب اس سے دبنے لگی تھیں۔وہ بھی جی جان سے دونوں کا خیال رکھتا تھا۔اس وقت ناشتے کی میز پر بیٹھا سلائس پر مکھن لگاتے ہوئے مستقل دیبا کو دیکھے جا رہا تھا۔رت جگے اور رونے سے اس کا چہرہ سرخ اور آنکھیں سوجی ہوئی تھیں اور چائے کا کپ سامنے رکھے وہ تھوڑی کے نیچے ہاتھ رکھے بس اٹھتے ہوئے دھوئیں کو دیکھتی جا رہی تھی کہ خاموش فضا کے سکوت کو زبیر کی آواز نے توڑا۔

"دیبا!"

دیبا نے اسے ایک نظر دیکھا پھر نظریں جھکا لیں مگر جواب کوئی نہیں دیا۔

"دیبا بے بی!"

"مجھے بے بی مت کہا کریں یہ کہنے کا حق صرف میری خالہ جانی کو تھا۔"

وہ اپنے فطری اکھڑ پن سے بولی تو وہ برا سا منہ بنا کر رہ گیا۔یہ لڑکی تو کڑوا بادام تھی اس کے لیے مگر ہمت وہ بھی ہارنے والوں میں سے نہیں تھا پھر لہجے میں دنیا جہان کی شیرینی سمو کر کہا۔

"آل رائٹ جو بات تمہیں پسند نہیں وہ ہم کبھی نہیں کریں گے' یہ بتاؤ تم کالج کیوں نہیں جاتیں' جایا کرو اپنی تعلیم مکمل کرو۔"

"مجھے کیا کرنا ہے اور کیا نہیں' میں بہتر جانتی ہوں اپنے کام سے کام رکھو۔"

وہ ناشتہ کیے بغیر کرسی کھسکا کر اٹھ کھڑی ہوئی اور پیچھے کھڑی اماں سے کہنے لگی۔

"اماں! میں باہر جانا چاہتی ہوں صفدر بابا سے کہہ دیں گاڑی نکالیں اور ان سے کہیے میں خالہ جانی کی گاڑی استعمال کرنا چاہتی ہوں۔"

اس کے لہجے کا اعتماد چہرے کی رعونت زبیر کا حوصلہ پست کر رہی تھی مگر وہ کمال کا ڈھیٹ تھا۔

♥......♥......♥

"مان گیا ہوں یار زبیر میں تمہیں تم سے بڑا ایکٹر اور کوئی نہیں ہو سکتا مگر بیٹا یہ لڑکی جو دیبا ہے ناں عام یا معمولی لڑکی نہیں ہے۔لوہے کا چنا ہے لوہے

کا۔"

" تو تم بھی دیکھتے رہنا اظہر میاں یہ چنا تمہیں میں ہضم کر کے دکھاؤں گا۔" زبیر نے کمال اعتماد کے ساتھ کہا۔

" بھئی دیکھو دھندے میں ...... کسی قسم کی دھاندلی نہیں ہونی چاہیے دیبا تمہارا مسئلہ ہے جیسے چاہو نمٹو مگر باقی ہر چیز میں میرا برابر کا حصہ ہوگا۔"

" ہوگا ...... بابا ہوگا اتنے بے صبرے نہ بنو۔ ابھی تو میں کڑیاں ملا رہا ہوں میں کافی حد تک اپنا کام کر چکا ہوں یہ کوٹھی اب جلد ہی میں اپنے نام کروا لوں گا اور انڈسٹریل ایریا والی زمین بھی وہ میرے نام کر چکی ہے۔ ابھی کچھ اور بھی جائیدار ہے ذرا وہ قابو میں آ جانے دو میں کاغذات تیار کروا رہا ہوں جس روز میں مالک بن گیا ناں۔"

" اور مجھے کیا ملے گا۔"

" تمہیں ملے گا زہر! ...... زبیر بڑا خوفناک انداز میں اس کی طرف بڑھا تو اظہر خوف زدہ ہو کر پیچھے ہٹ گیا۔

" کیا مطلب؟" وہ کھکھیا کر رہ گیا تو زبیر کا فلک شگاف قہقہہ فضا میں گونج گیا۔

" چھوڑ یار میرا یار ہو کے بھی گیدڑ ہی رہا۔ ارے جب اوکھلی میں سر دیا ہے تو اب موسلوں سے کیوں گھبرا رہے ہو۔ سڑومت برابر کا حصہ دوں گا تمہیں اچھا اوکے چلتا ہوں۔"

" یار ویسے مجھے اس بچی پر بڑا ترس آتا ہے کیسے سرسوں کے پھول کی طرح زدہ ہو گئی ہے۔" اظہر کی نگاہوں میں دیبا کا معصوم بھیگا چہرہ گھوم گیا تو

زبیر کا ایک اور فلک شگاف قہقہہ فضا کو چیر گیا۔

" اچھا بچی کے ماما جی ...... خیر وہ بچی پوری ہے مجال ہے جو کوئی ٹیڑھی نظر بھی اس پر ڈال جائے ...... اچھا اوکے بائے۔"

وہ گاڑی کی طرف بڑھ گیا اظہر اسے خدا حافظ کہتے ہوئے پلٹ آیا۔

♥ ...... ♥ ...... ♥

اماں بی کو ہر وقت دیبا کی فکر لاحق رہتی۔ اس وقت بھی عصر کی نماز کے بعد اللہ کے حضور دعائیں مانگ رہی تھیں وہ زبیر کی نیت کو اچھی طرح سمجھتی تھیں اور چاہتی تھیں کہ ان کی زندگی میں کوئی مخلص بندہ مل جائے جس سے وہ دیبا کا نکاح کر کے مطمئن ہو جائیں۔

" اماں بی آپ کیوں رو رہی ہیں؟ جب آپ روتی ہیں تو مجھے گھبراہٹ ہونے لگتی ہے۔" دیبا اماں بی کے قریب آ کر بیٹھ گئی تو انہوں نے اس کا چہرہ ہاتھوں میں تھام لیا۔

" چندا اب زندگی میں آنسوؤں کے سوا ہے ہی کیا عائشہ تھی تو کسی بات کی فکر ہی نہیں تھی مجھے اب تو سوچوں کے جال میں الجھ گئی ہوں۔"

" اماں بی وہ تو شادی نہیں کرنا چاہتی تھیں۔ آپ نے ہی ان کو شادی کرنے پر زور دیا اور یہ ذلیل آدمی ان کی زندگی میں شوہر کی حیثیت سے آ گیا۔"

" ارے بیٹی میں تو تمہاری نانی نانا سے کیا ہوا عہد پورا کرنا چاہتی تھی۔ کیا

خبر تھی کہ شادی کے یہ شادیانے میری بچی کی بربادی اور موت کا نقارہ ثابت ہوں گے ...... بدنصیبی کو دیکھو اس پر اس آدمی کی عیاری کا راز کھلا تو خود ختم ہو گئی۔اب خدا معلوم کمبخت نے کیا کچھ اپنے قبضے میں کیا ہوا ہے۔کتنی جائیداد اپنے نام کروالی ہے۔"

"دیبا بیٹی ! شہباز میاں اور رضوان میاں آئے ہیں۔" ملازم نے آ کر کہا۔

"اچھا" وہ ایک دم خوش ہو کر پلٹی۔اب شہباز کی آمد سے اسے عجیب سی خوشی اور تحفظ کا احساس ہوتا تھا اور حالات کے اس پھیر اور اپنی کیفیت پر وہ خود بھی حیران سی تھی۔

"بابا آپ ان لوگوں کو ڈرائینگ روم میں بٹھایئے میں اور اماں ابھی آتے ہیں۔"

پھر کچھ دیر بعد وہ دونوں جب ڈرائینگ روم میں جا رہی تھیں۔زبیر جو کہ ریڈور سے گزر رہا تھا ایک کڑی نگاہ دونوں پر ڈال کر جاتے جاتے حکم صادر فرما گیا۔

"دیبا اول تو مجھے ان کا آنا پسند نہیں اگر آ جاتے ہیں تو جلدی فارغ کر دیا کرو ...... دشمن مر گئے۔باقیات چھوڑ گئے۔" پھر وہ بڑبڑاتا ہوا آگے بڑھ گیا تو دیبا کا دل چاہا اسٹینڈ پر رکھا گملا اس کے سر پر دے مارے۔وہ اندر آئی تو دونوں کھڑے ہو گئے۔

"ارے آپ لوگ بیٹھیے ناں کھڑے کیوں ہیں۔"

"کوشش کے باوجود آنکھوں کے کنارے بھیگ گئے تو شہباز کا جی چاہا اس

ای کو دل میں چھپا لے اور کوئی مزید دکھ یا پریشانی اس کے قریب نہ آنے دے۔"

"کیسی ہو دیبا؟" یہ سادہ سا جملہ سن کر اس کا جی چاہا۔اس کے شانے پر سر رکھ کر اپنا آپ اس کے حوالے کر دے۔

"جی ٹھیک ہوں آپ لوگوں نے اتنے دنوں میں چکر لگایا۔"

کوئی اور وقت ہوتا تو وہ ہرگز یہ جملہ نہ کہتی مگر اس وقت اسے شہباز ہی سہارا نظر آ رہا تھا۔

"بس مصروف رہا ابو کی برسی ہے ناں تو۔" شہباز بات ادھوری چھوڑ کر کھڑکی کی طرف منہ کر کے کھڑا ہو گیا۔

"برسی مگر یہاں تو لگتا ہے صدیاں بھی بیت گئی ہیں ہمارے پیاروں کو ہم سے بچھڑے ہوئے ایک ایک لمحہ ایک ایک صدی بن کر گزر رہا ہے ہم پر تو۔"

قریشی صاحب کی برسی کی آڑ لے کر بے شمار آنسو دیبا کے رخساروں سے پھسلتے ہوئے گریبان میں جذب ہو گئے۔

"دیبا دراصل میں اور شہباز یہ چاہتے ہیں۔تم اور اماں کچھ دونوں کے لیے وہاں آ جاؤ۔برسی کے انتظامات بھی کر لیتا اور کچھ دل بھی بہل جائے گا تم دونوں کا۔"

رضوان کی بات ابھی پوری بھی نہیں ہوئی تھی کہ زبیر اندر آ گیا۔وہ اس کی بات سن چکا تھا۔

"کون کہاں جا رہا ہے بھئی؟" زبیر کمال ڈھٹائی سے دیبا کے برابر بیٹھ گیا۔وہ اسی برق رفتاری سے اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔شہباز نے پلٹ کر رضوان کی

بات دہرا دی تو زبیر جو دیبا کے یوں کترا کر اٹھ جانے پر راکھ ہو گیا تھا۔ شہباز کی بات پر بھڑک اٹھا۔

"کیا ؟ تم اپنے حواسوں میں ہو شہباز۔" زبیر نے کاٹ کھانے والے انداز میں پہلے دیبا کو گھورا پھر شہباز کو دیکھنے لگا۔

"جی اس میں حرج کی بات ہی کیا ہے دیبا پہلے بھی وہاں جا کر رہا کرتی تھی۔" شہباز نے اعتماد کے ساتھ اپنے مطالبے کا دفاع کیا۔

"پہلے کی بات اور تھی اب نہ قریشی صاحب ہیں اور نہ ادھر عائشہ۔"

"ان دونوں کے چلے جانے سے میرے اور دیبا کے درمیان اعتماد اور اعتبار کی دیوار گری نہیں مزید مضبوط ہوئی ہے۔اماں آپ بھی تیار ہو جائیے۔پہلی برسی ہے ابو کی اور میں چاہتا ہوں کہ آپ لوگ جا کر قرآن خوانی وغیرہ کا بندوبست کریں۔"

شہباز بڑے اعتماد سے بول رہا تھا۔زبیر کے تن بدن سے غصہ اور حسد کے شعلے نکلنے لگے تھے تاہم وہ ضبط کر گیا۔

"ٹھیک ہے بابا مجھے کسی بات سے انکار نہیں مگر میں اس بات کو مناسب نہیں سمجھتا کہ دیبا وہاں جائے۔"

"میں آپ کی پسند اور ناپسند کی پابند نہیں ہوں۔"

دیبا کے الفاظ کے تیر زبیر کے دل میں پیوست ہو گئے۔اس نے خونی نظروں سے شہباز کو دیکھا مگر مصلحت کا تقاضا کچھ اور تھا۔وہ آہستگی سے چلتے ہوئے دیبا کے قریب آ گیا۔اس کے شانے پر ہاتھ رکھنا چاہتا تھا مگر وہ آگے بڑھ گئی۔

"دیبا میں تمہارا بڑا ہوں اور تم سے بہتر جانتا ہوں۔"

"عمر اور قد میں بڑے کو میں بڑا نہیں سمجھتی' شہباز آپ لوگ چلئے میں اور اماں بی آ جائیں گے۔"

دیبا نے لاپروائی سے کہا تو شہباز پرسکون ہو کر رضوان کے ساتھ باہر نکل گیا۔

"دیکھ لوں گا تمہیں بھی اور تمہارے شہباز کو بھی۔"

زبیر نے زور سے ہاتھ پر مکا مارا اور جب اس نے اپنے کمرے کی کھڑکی میں کھڑے ہوئے شہباز اور دیبا کی گاڑیوں کو آگے پیچھے گیٹ سے نکلتے دیکھا تو اس کے سینے پر سانپ لوٹ گیا۔اسی وقت موبائل پر اس کی انگلیاں اظہر کا نمبر ملانے لگیں۔

"دھیرج زبیر! تحمل سے سکون سے" زبیر اسے مشورہ دے رہا تھا۔

"کوئی تحمل نہیں آگ لگا دو دونوں کی گاڑیوں کو۔"

"اچھا او کے خدا حافظ" اظہر کا فون فوراً بند ہو گیا۔

دیبا اور اماں بی کے آ جانے سے لگتا تھا۔گھر میں بہار آ گئی۔ برسی کے تمام کام دیبا نے خود کیے تھے۔قرآن خوانی کا بہت اچھا انتظام کیا تھا۔سارے گھر کو چمکا کر رکھ دیا اور دیبا اپنے آپ پر حیران تھی کہ اس گھر میں آ کر تمام کام کر کے اسے کتنی خوشی ہو رہی تھی ایک عجیب سا سکون تھا۔وہ سفید لباس میں تمام خواتین کے ساتھ سپارہ پڑھتے ہوئے وہ مستقل عائشہ کے بارے میں سوچ رہی تھی۔عائشہ کی یاد دل میں درد بن کر ابھر رہی تھی اور آنسوؤں کی دھند میں عائشہ کی شبیہ آنکھوں میں ٹھہرے پانی پر تھرا رہی تھی۔دیبا سپارہ آنکھوں سے لگا کر شدت سے رو پڑی...... پھر جب دل کا غبار کم ہوا تو پھر پڑھنے لگی اور شہباز جو کوئی ضروری بات اس سے پوچھنے آیا تھا۔اسے دیکھتا رہ گیا آنسوؤں سے دھلا چہرہ پلکوں پر پانی کے چمکتے قطرے وہ کس قدر پیاری لگ رہی

تھی۔دیبا کو پا لینے کی تمنا اس کے دکھ سمیٹ لینے کی خواہش شدید تر ہو گئی۔

پھر تمام کام نمٹ گئے برسی ہو گئی اس وقت دیبا واپس گھر جانے کا سوچ رہی تھی کہ شہباز کھلے دروازے پر ہلکی سی دستک دے کر اندر آ گیا۔

"آیئے وہ سیدھی ہو کر بیٹھ گئی۔" شہباز نے محسوس کیا اس کے چہرے پر سوچوں کا جال بچھا ہے۔

"دیبا میں تم سے کچھ ضروری باتیں کرنا چاہتا ہوں۔"

دیبا نے سر اٹھا کر شہباز کو دیکھا کبھی ناپسند ہونے والا یہ شخص کتنا اپنا اور اچھا لگنے لگا تھا۔

"مجھے بھی آپ سے کچھ مشورہ کرنا ہے آپ اپنی بات کہیے۔"

اس نے نرمی سے کہا تو ایک لمحے کے لیے وہ چپ سا رہ گیا۔

وہ ابھی الفاظ کی تلاش میں سرگرداں تھا کہ اماں گھبرائی ہوئی آ گئیں۔

"دیبا بیٹی وہ منحوس مارا زبیر آیا ہے اور شہباز بیٹے! وہ کچھ فائلیں ساتھ لایا ہے کہہ رہا ہے تم سے بات کرنی ہے۔"

شہباز اس مداخلت پر کھول کر رہ گیا پھر دونوں ساتھ چلتے لان میں آ گئے جہاں زبیر بیٹھا تھا۔

"کیسی ہو دیبا؟" شہباز سے ہاتھ ملاتے ہوئے زبیر نے دیبا کو دیکھا وہ جواب دیے بغیر کرسی پر ٹک گئی۔

"جی زبیر صاحب آپ کچھ بات کرنا چاہتے ہیں۔" شہباز نے اس کا دھیان اپنی طرف کیا۔

"ہاں یہ فائلیں ہیں تم بھی دیکھ لو عائشہ نے اپنے ہوش و حواس میں یہ کوٹھی

جس میں ہم رہ رہے ہیں میرے نام کی تھی دیبا بھی دستخط کر دے۔''

'' ناممکن پہلی بات تو یہ کہ خالہ جانی آپ سے شادی کے بعد ہوش وحواس میں ہی کب تھیں۔ دوسری بات یہ کہ یہ کوٹھی میری بھی ہے میں سائن نہیں کروں گی۔''

دیبا نے فائل میز پر پٹخ دی تو شہباز فائل اٹھا کر دیکھنے لگا واقعی تحریر بھی عائشہ کی تھی اور سائن بھی۔ جس میں اس نے زبیر کو سیاہ سفید کا مختار مقرر کیا تھا اور یہ کوٹھی بھی زبیر کے نام کر دی تھی۔ شہباز سر تھام کر رہ گیا عائشہ نے دیبا کی حیثیت ہی کو ختم کر دیا تھا۔ اس نے دکھی نظروں سے دیبا کو دیکھا جو بڑے اعتماد کے ساتھ آنسو ضبط کیے بیٹھی تھی۔

'' دیکھو ...... مجھے اس دولت جائیداد سے کوئی غرض نہیں میری تو اپنی جائیداد اتنی ہے یہ تو عائشہ کی اپنی محبت تھی کہ اپنا سب کچھ میرے نام کر دیا۔ یوں تو مجھے تمہارے سائن کی ضرورت نہیں بس اخلاقی طور پر تم سے سائن لینا چاہتا ہوں۔''

زبیر دیبا کے برہم روپ کو گہری نظروں سے دیکھتے ہوئے کہہ رہا تھا وہ جل کر رہ گئی۔

'' اچھا اخلاقیات کا کوئی سبق آپ نے بھی پڑھ رکھا ہے اگر میرے سائن اتنے ہی بے وقعت تھے تو کیوں آئے ہیں یہاں۔''

وہ جانے لگی تو زبیر نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا' شہباز کو تاؤ آ گیا دیبا بھی تیورا کر مڑی۔

'' تم کیا سمجھتی ہو دیبا مجھے یہ سب بہت عزیز ہے میں لالچی آدمی ہوں ہرگز

نہیں مجھے کچھ نہیں چاہیے لو دیکھو اپنا مختار نامہ میں تمہارے سامنے پھاڑتا ہوں۔'' اور پھر شہباز اور دیبا نے دیکھا اس نے فائل کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے فضا میں اچھال دی مگر دیبا اس کی کسی چال میں آنے والی نہیں تھی۔ وہ متاثر ہوئے بغیر اندر کی طرف بڑھ گئی۔

♥......♥......♥

رضوان کچھ عرصے کے لیے امریکہ جا رہا تھا۔ اس کا اصرار تھا کہ اس کی موجودگی میں دیبا اور شہباز کی شادی ہو جائے۔

شہباز نے الماری سے دیبا کے والد وہاب صاحب کا وہ خط نکالا جس میں انہوں نے دیبا اور شہباز کی شادی کی خواہش ظاہر کی تھی اور دیبا کی طرف چل دیا۔ شہباز پہنچا تو پتا چلا کہ زبیر گھر پر نہیں ہے وہ دیبا کے کمرے تک آ گیا۔ دروازہ پر دستک کے لیے ہاتھ اٹھایا تو اندر سے دیبا کے رونے اور تیز تیز بولنے کی آواز نے اس کے قدم روک دیئے۔

'' اماں بی! آج تو آپ نے شادی کا کہہ دیا ہے۔ آئندہ مت کہیے گا اگر آپ بھی مجھ سے تنگ آ گئی ہیں تو چھوڑ دیں آپ بھی مجھے۔ چلی جائیں آپ بھی۔'' وہ بری طرح رو رہی تھی۔

'' دیبا میری جان ایسا کیوں سوچتی ہو کہ میں تم سے تنگ آ گئی ہوں۔ ارے میرا دنیا میں اور ہے کون تمہارے سوا۔ میں تو صرف اس لیے کہتی ہوں کہ زندگی کا کچھ بھروسا نہیں ہوتا۔ نجانے کب عمر کی نقدی ختم ہو جائے۔ میں چاہتی ہوں

کہ تم کسی محفوظ پناہ گاہ میں چلی جاؤ کسی اچھے مرد سے شادی کر لو۔"

"اماں بی! خدا کے سوا کوئی انسان کا محافظ اور نگہبان نہیں ہوتا اور شادی تو مجھے کسی صورت نہیں کرنی۔ کیا دیتی ہے شادی عورت کو؟ عمر بھر کے آنسو نہ بھرنے والے زخم اور موت' زبیر جیسا شوہر' نہیں ہرگز نہیں۔"

"بیٹا! عائشہ کی قسمت خراب تھی کہ زبیر جیسا ذلیل شوہر ملا ورنہ سب کی قسمت ایسی تھوڑی ہوتی ہے۔ کہیں ہزاروں میں ایک بچی کی قسمت خراب ہو جائے تو اس کا یہ مطلب تو نہیں کہ سنت رسولؐ پوری نہ کی جائے۔"

"اماں ان ہزاروں میں سے ایک میری ہی خالہ جانی تھیں...... نہیں اماں مجھے شادی کرنا ہی نہیں خواہ وہ کوئی ہی ہو۔ بس آئندہ آپ اس موضوع پر بات نہ کریں۔"

باہر کھڑے شہباز کی دھڑکنیں جیسے منجمد سی ہو گئیں۔ وہ تو خوابوں کی راہ گزر پر اڑتا ہوا آیا تھا۔ وہ بے جان قدموں اور پائمال خوابوں کے ساتھ پلٹ آیا اور وہ خط اسی طرح الماری میں لاک کر دیا۔ رضوان کا اصرار تھا کہ وہ خود دیبا یا اماں بی سے بات کرے۔

"نہیں ہرگز نہیں اگر تم نے ایسا کہا تو میں تمام عمر تم سے بات نہیں کروں گا۔ مجھے اس کی محبت کی بھیک نہیں چاہیے اگر اس کے دل میں کوئی نرم گوشہ میرے لیے ہوتا تو وہ یوں نہ کہتی کہ خواہ کوئی بھی ہو۔ وہ شادی نہیں کرے گی اس نے میری خاموش محبت پر اعتبار نہیں کیا تو میں بھی اس کے آگے کشکول نہیں رکھوں گا اور اگر تم نے بات کی تو تو میں تم سے کہہ رہا ہوں رضوان کہ میں کچھ کر بیٹھوں گا۔" وہ اس وقت بہت جذباتی ہو رہا تھا۔

"اوکے یار! جیسا تم کہو گے ویسا ہی ہو گا مجھے بھی تمہاری عزت پیاری ہے اگر دیبا ایسا نہیں چاہتی تو نہ سہی۔"

"رضوان! میں بھی تمہارے ساتھ امریکہ جاؤں گا۔" اس اطلاع اور اچانک فیصلے پر رضوان حیران رہ گیا۔

"یہاں کسی کو میری ضرورت نہیں میں یہاں رہ کر کیا کروں گا۔"

شہباز ضدی بچے کی طرح ضدی اور حتمی انداز میں بولا تو رضوان کو اس پر پیار کے ساتھ ترس آ گیا۔ اس نے بڑھ کر اسے ساتھ لگایا۔

"اوکے جیسا تم کہو گے ویسا ہی ہو گا۔"

شہباز کے امریکہ جانے کی خبر بجلی بن کر دیبا کے حواسوں پر گری تھی۔نجانے کیوں دل خالی خالی سا ہو گیا تھا۔وہ اپنے کمرے میں تکیے میں منہ چھپا کر شدت سے رو دی۔اماں تھیں کہ مستقل بولے جا رہی تھیں۔

"ارے کوئی تک ہے نہ بات نہ چیت نہ مشورہ اور چل دیے پرائے دیس بیٹی تم فون تو ملاؤ میں خبر لوں اس شہباز کی حد ہو گئی ہم یہاں کیا کریں گے۔اماں تو سخت غصے میں تھیں فون اٹھا لائیں اس کے پاس۔"

"نہیں اماں! ہمارا کیا حق ہے ان پر ان کی مرضی ہے جہاں چاہیں جائیں آئیں۔ان کی اپنی زندگی ہے جیسے چاہیں گزاریں اماں آپ ہرگز ان کو کچھ نہیں کہیں گی۔ان کو ہمارا خیال ہوتا تو ہمیں یوں بیچ منجدھار چھوڑ کر جاتے۔"

دل کا درد آنسوؤں میں ڈھل کر گریبان میں جذب ہو رہا تھا۔

"ارے واہ مذاق ہے کوئی اگر اسے خود خیال نہیں دلاتا تو ہے۔"

"نہیں اماں جب ان کو خود ہی احساس نہیں ہے تو کیا فائدہ اللہ ہمارا محافظ ہے ہمارا نگہبان۔" اماں سے زیادہ وہ خود کو تسلیاں دیتی اٹھ کھڑی ہوئی۔اسی وقت صفدر بابا نے اطلاع دی کہ شہباز اور رضوان ملنے آئے ہیں۔

دیبا کے چہرے پر سدا کی اجنبیت اور لہجے میں ہمیشہ والی کاٹ تھی جس نے شہباز کے احساس کو مار ڈالا۔اب تو جی چاہ رہا تھا امریکہ کے بجائے ایسی جگہ جائے جہاں سے دیبا کو اس کی کوئی خبر تک نہ آئے۔پھر دیبا خلاف معمول بڑی چہکتی رہی۔ہنستی رہی اسے خود اپنے کھوکھلے پن کا احساس ہو رہا تھا مگر وہ شہباز پر کوئی کمزوری ظاہر نہیں کرنا چاہتی تھی۔جبکہ شہباز پر کوئی ایک معمولی سا کمزور سا تاثر ہی ڈھونڈتا رہا جو نہ جانے کا جواز بن جاتا لیکن وہ تو ایسے خوش تھی گویا برسوں کی خواہش پوری ہو گئی ہو۔اماں بھی چپ چاپ بیٹھی تھیں انہوں نے بھی کوئی بات نہیں کی۔

"اچھا جی اب اجازت دیں کچھ تیاری کرنا ہو گی۔"

شہباز کا دم گھٹ رہا تھا وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

"دیبا! ہماری رہائش نیویارک میں ہو گی اور یہ ہمارا ایڈریس ہے کسی بھی وقت آپ کو کوئی کام پڑے اور کوئی ضرورت ہو تو فون کر دیں۔یہ کارڈ اپنے پاس رکھیں۔"

رضوان نے اپنی جیب سے کارڈ نکال کر دیبا کی طرف بڑھایا۔دیبا نے کارڈ دیکھا پڑھا اور پھاڑ دیا پھر ایک تیز نظر شہباز پر ڈالی۔

"ارے نہیں ڈاکٹر صاحب! کشتیاں جلا کر جانے والوں سے ہمیں کیا کام

پڑ سکتا ہے یوں بھی ہمارا نگہبان تو اللہ ہے۔آپ لوگ بے فکر ہو جائے میں اب آپ لوگوں کو کوئی تکلیف نہیں دوں گی۔"

شہباز کے دل میں تو جھکڑ چلنے ہی لگے تھے دیبا کی کج ادائی سے رضوان کا دل بھی دیبا کے رویے سے خراب ہو گیا۔

"اچھا اماں بی! اجازت ہے۔" ٹوٹے دل کے ساتھ شہبازِ اماں بی کے سامنے جھک گیا۔

"ارے چندا! ہمارا کیا حق ہے تم کو روکنے کا اور جازت دینے کا۔جاؤ اللہ کی امان میں میرے بس میں ہوتا تو ...... تو تمہیں کہیں جانے نہ دیتی مگر۔" اماں رو پڑیں۔

"اماں بی! جانے والے کو جانا ہوتا ہے اور جانے دینا چاہیے روک کر اپنا بھرم کبھی نہیں گنوانا چاہیے۔خدا حافظ شہباز! یہ اماں تو بس یوں ہی جذباتی ہو جاتی ہیں۔"

دیبا نے کہا تو مردہ اور تلخ مسکراہٹ شہباز کے لبوں پر آ گئی۔

"مجھے معلوم ہے اماں جذباتی ہو رہی ہیں مگر جذبات سے عاری انسان نہیں پتھر ہوا کرتے ہیں خدا حافظ۔"

مضبوط لہجے میں کہتے ہوئے شہباز نے ایک نظر اسے دیکھا۔اس نے نگاہیں چرا لیں پھر اماں تو گیٹ تک گئیں مگر دیبا اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔شہباز نے ایک دھندلی سی نگاہ اس کی پشت پر ڈالی اور گاڑی میں بیٹھ گیا۔نظریں اب دیبا کے کمرے پر تھیں جس کی کھڑکیوں کے پردے گرے ہوئے تھے مگر وہ شاید نہیں دیکھ پا رہا تھا کہ وہ پردوں کی اوٹ میں دھندلی

آنکھوں سے اسے دیکھتی ہوئی سوچ رہی ہے۔

دکھ نہ تھا بچھڑنے کا فراز اس کو
تو کیوں دیکھتا رہا وہ دور تلک مجھ کو

شہباز نے ایک گہرا سانس لے کر آنکھیں بند کر کے سیٹ کی پشت سے ٹیک لگا لی تو رضوان نے گاڑی آگے بڑھا دی۔

♥ ...... ♥ ...... ♥

شہباز کے چلے جانے سے زبیر کو یوں لگا تھا جیسے اس نے میدان مار لیا ہو۔وہ کسی فاتح کی طرح اکڑ اکڑ کر پھرتا تھا۔وہ اندر ہی اندر اپنی ریشہ دوانیوں کے باعث کافی ساری جائیدار پر قبضہ کر چکا تھا مگر دیبا اپنی نا سمجھی کم عمری کے باوجود اپنا دفاع کر رہی تھی۔اس نے تمام حساب کتاب اپنے پاس رکھ لیا تھا۔تب ہی تو زبیر چڑنے لگا تھا اس سے مگر وہ دیبا کو چاہتا تھا۔اسے اس کی تمام تر جائیدار سمیت حاصل کر لینا چاہتا تھا۔مگر اسے یہاں اپنے داؤ پیچ کام آتے دکھائی نہیں دیتے تھے۔اس وقت بھی وہ اظہر سے باتیں کر رہا تھا۔

"ہوں تو اس کا مطلب ہے کہ شہباز کے میدان چھوڑ دینے کا بھی تمہیں کوئی فائدہ نہیں ہوا۔"

"لگ تو یہ ہی رہا ہے کہ گھی نکالنے کے لیے اب انگلیاں ٹیڑھی کرنی ہی پڑیں گی۔"

"یعنی زبردستی نکاح۔"

"زبردستی کیوں بھئی؟ یہ رضا ایسی چال چلوں گا کہ محترمہ خود ہی تیار ہو جائیں گی۔"

ہونہہ زبیر صاحب یہیں آ کر تو تمہاری چالیں دم توڑ دیتی ہیں دیبا ایک سمجھدار لڑکی ہے کم سن ضرور ہے مگر اپنی خالہ کی طرح بے وقوف اور ناسمجھ نہیں کہ تمہاری چالوں کے جال میں پھنس جائے۔"

"شرط لگاتے ہو!" زبیر کے شیطانی ذہن میں نجانے کیا تھا کہ اتنے یقین سے کہہ رہا تھا۔"

"ہاں لگاتا ہوں اگر تم دیبا سے نکاح کرنے میں کامیاب ہو جاؤ تو میں تمہارے نام سب کچھ کر دوں گا۔اس کھیل میں اپنے ہر فائدے سے دست بردار ہو جاؤں گا۔"

"پکی بات ہے" زبیر نے عیاری سے اظہر کو دیکھا۔

"بالکل پکی بات ہے۔"

"او کے آئندہ چند دنوں میں تم دیبا زبیر سے ملاقات کرو گے خدا حافظ۔"

♥ ...... ♥ ...... ♥

"**خدا** کی قسم اماں بی میں سچ کہہ رہا ہوں میں اس زبیر کی رگ رگ سے واقف ہوں یہ تمام باتیں میں نے اپنے کانوں سے سنی ہیں۔"

کامی زبیر کے ہاتھوں اپنی مجبوریوں کے عوض بکنے والا مجبور لڑکا تھا جو اپنی مجبوریوں کی وجہ سے اس کے اشاروں پر ناچتا رہا تھا مگر اب دیبا کے معاملے

میں وہ چپ نہ رہ سکا۔

"اس خبیث انسان کی جرات کہ میرے بارے میں ایسی بات سوچے میں زندہ نہیں چھوڑوں گی اس شیطان کو۔"

دیبا کے اختیار میں ہوتا تو اسی وقت زبیر کو شوٹ کر دیتی۔

"ارے خدا جہنم رسید کرے اس شیطان کو جب سے ہماری زندگی میں آیا ہے سکون کا ایک لمحہ بھی نصیب نہیں ہوا۔ارے میں تو پہلے روز ہی اس کمبخت کی نیت پہچان گئی تھی۔اس کی نظر عائشہ کی دولت پر ہے مگر نجانے کیا گھول کر پلا دیا اس بے ہدایت نے عائشہ کو کہ اسے بھی کچھ نظر نہیں آتا تھا...... میرے مولا! میری بچی کی حفاظت فرما۔"

اماں بی نے تو باقاعدہ رونا شروع کر دیا تھا۔

"یہ تو میں بعد میں سوچوں گی کہ مجھے کیا کرنا ہے تم یہ بتاؤ۔تم اس جیسے ذلیل آدمی کے ہاتھ لگے کیسے۔" دیبا نے کامی سے پوچھا۔

"مجبوری انسان سے سب کچھ کرا دیتی ہے بی بی! بیمار اور نشہ زدہ باپ کے علاج اور مسائل میں گھری ماں اور چار بہنوں کی آبرو کے لیے اس آدمی کے پاس پھنس کر میں نے اپنا ضمیر بیچ دیا مگر آپ مجھے اپنی چھوٹی بہن لگتی ہیں۔میں آپ کو مزید کسی پریشانی میں گرفتار نہیں ہونے دوں گا۔اس کا گھناؤنا منصوبہ میں بتا نہیں سکتا۔آپ جتنی جلدی ہو کسی رشتے دار کے ہاں نکل جائیں۔"

کامی نے اسے مشورہ دیا تو کسی اپنے کے نام پر ایک ٹیس اسے شہباز کی یاد دلا گئی۔پلکیں نم ہو گئیں۔

"اونہہ اپنا تو اس بھری دنیا میں ایک ہی تھا وہ بھی جان چھڑا کر امریکہ [illegible] گیا ہے۔"

"اب تمہیں ایک اور کام کرنا پڑے گا۔" دیبا کچھ سوچتے ہوئے بولی۔

"دیبا بی بی جان بھی حاضر ہے آپ کے لیے۔" کامی نے نثارانہ انداز میں کہا۔

"یہ پیسے رکھو اور آج رات یا کل کی اسلام آباد کی فلائیٹ کے دو ٹکٹ لا دو۔دیکھو کسی کو خبر نہیں ہونی چاہیے۔"

دیبا نے پرس سے پیسے نکال کر کامی کو دیے۔

"دیبا بی بی آپ فکر ہی نہ کریں انشاء اللہ کل کی سیٹ کنفرم کروا دوں گا۔آج تو مشکل ہو جائے گی۔"

"اچھا چلو ٹھیک ہے تم ابھی جاؤ اور رات کو مجھ سے مل کر جانا۔"

"جی بہتر" ...... کامی باہر نکل گیا تو اماں حیرت سے اسے دیکھنے لگیں۔

"بیٹا! اسلام آباد کہاں جائیں گے ہم۔"

"اماں وہ لبنیٰ آنٹی ہیں ناں ان ہی کے پاس۔"

"مگر بیٹا وہ تو کسی دوسرے ملک۔"

"اول تو یہ کہ وہ واپس آ گئی ہوں گی نہ بھی ہوئیں تو ان کا گھر ہے۔ملازم ہوں گے ہمیں جانتے ہیں ہم وہاں جا کر لبنیٰ آنٹی کو اطلاع کر دیں گے کم از کم یہاں سے زیادہ محفوظ ہوں گے۔آپ اپنی تیاری کر لیں۔"اس خبیث انسان کو شک بھی نہیں گزرنا چاہیے۔"

"ہاں یہ ٹھیک ہے تمام ضروری کاغذات اور فائلیں بھی رکھ لو۔"

زبیر نجانے کہاں گیا ہوا تھا دونوں نے اپنی کاروائی مکمل کر لی تھی۔دیبا کا دل خون کے آنسو رو رہا تھا کتنی یادیں وابستہ تھیں اس خوب صورت گھر سے آج جس کو وہ ایسے چھوڑ دینے پر مجبور تھی۔اس وقت وہ عائشہ کی ذاتی الماری کھولے کھڑی تھی اس کے لباس' ساڑھیاں' جوتے' نازک نازک سینڈل جن میں عائشہ کے خوب صورت پاؤں کتنے حسین لگا کرتے تھے۔وہ اکثر خالہ جانی کے پاؤں پر ہاتھ پھیرا کرتی تھی وہ کتنی ہی دیر عائشہ کو یاد کر کے روتی رہی۔پھر اس نے عائشہ کی ذاتی چیزیں جمع کیں اور ساتھ رکھ لیں' زیورات وغیرہ ڈھونڈتی رہی مگر نجانے زبیر نے کہاں رکھ چھوڑا تھا۔وہ واپسی کا سوچ کر الماری کے دروازے بند کر رہی تھی کہ پیچھے سے کمرے کا دروازہ بند ہونے کی آواز آئی۔وہ چونک کر پلٹی تو زبیر دروازے سے ٹیک لگائے بڑی وارفتہ نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔اس کی تو جان ہی نکل گئی دم خشک ہو گیا۔

"اوہ تم یہاں میرے کمرے میں ...... میں بھی تو یہ ہی چاہتا ہوں۔"

وہ آہستگی سے چلتا اس کے قریب آ رہا تھا۔اس کی جان نکل گئی دل دھڑکنا بھول گیا۔

"میں ...... میں وہ خالہ جانی کی چیزیں' تصویریں دیکھنے آئی تھی چلتی ہوں۔"اس نے خشک لبوں پر زبان پھیر کر کہا اور دروازے کی طرف بڑھی۔

"ہاں ...... ہاں دیکھو ناں بیٹھو تو سہی میں بھی تو یہ ہی چاہتا ہوں کہ تم ...... تمہارا۔" اس نے اس کے رخساروں پر ہاتھ لگایا تو اس نے گلدان اٹھا لیا۔

"دیبا جان میں بھی تو یہ ہی چاہتا ہوں کہ تم عائشہ کی جگہ لے لو اس کی ہر چیز کی اصل حقدار تو تم ہی ہو۔قسم سے اس دل میں کتنی محبت' کتنی چاہت ہے

تمہاری ایک بار دیکھو تو سہی۔"

وہ اس کے قریب آ گیا تو وہ حواس کھو بیٹھی۔

"تم شیطان" اس کا ہاتھ ہوا میں بلند ہوا اور پیتل کا گلدان اس کے سر پر دے مارا گویا خون کا پھوارہ پھوٹ پڑا اور ......قالین پر گر کر تڑپنے لگا اور وہ خوف زدہ سی ہو کر وہاں سے بھاگ کر اپنے کمرے میں آ گئی۔

"اماں بی میں نے اس شیطان کو گلدان مار دیا ہے۔خون نکلنے لگا اور وہ گر پڑا اب کیا ہو گا اماں بی۔" وہ اماں کی گود میں چھپ کر ساری بات بتانے لگی۔

"ارے اس خبیث کو کچھ نہیں ہو گا تم اپنا سامان اٹھاؤ اور میرے ساتھ آؤ۔"

"دیبا" وہ دونوں چونک کر مڑیں۔

اسلام آباد ائیرپورٹ پر اتر کر دیبا بکھر بکھر گئی۔وہ بارہا اس ائیرپورٹ پر آئی گئی تھی عائشہ کے ساتھ دونوں کتنا خوش ہوتی تھیں۔انجوائے کرتی تھیں مگر آج وہ لٹی پٹی تہی دامن کھڑی تھی۔یادوں کے سوا اس کے پاس کچھ نہیں رہا تھا۔شہباز کے نام کی اک ٹیس سی دل میں اٹھی وہ تڑپ گئی کتنا مان تھا اسے شہباز پر مگر وقت پڑا تو وہ بھی ساتھ چھوڑ گیا۔پھر دونوں اپنا مختصر سا سامان لیے ائیرپورٹ سے باہر آ گئیں۔موسم ابرآلود ہو رہا تھا گھنے بادلوں نے گہری شام کا سا اندھیرا پھیلا دیا تھا۔ایک ٹیکسی والے کو پتہ بتا کر دونوں بیٹھ گئیں۔دونوں کے دل الگ الگ' خدشات سے دھڑک رہے تھے۔اماں کو تو یہ ہی خدشہ تھا کہ کہیں زبیر ان کا پیچھا کرتا ہوا نہ پہنچ جائے۔دیبا کو ایک تو عائشہ کی جدائی کا دکھ' دوسرے شہباز کے چلے جانے کا غم نڈھال کر رہا تھا۔

"ساجد صاحب گھر پر ہیں؟" لبنیٰ کے گھر کے سامنے کھڑی دیبا چوکیدار سے پوچھ رہی تھی۔

"بی بی صاحب تو ملک سے باہر گئے ہیں۔"

"اوہ تو اماں بی اب کیا ہو گا" دیبا گھبرا گئی۔

"باقی سب تو گھر پر ہیں بیگم صاحبہ' بچے کل رات ہی کو واپس آئے ہیں۔ایک عرصے کے بعد' آپ لوگ لگتا ہے دور سے آئے ہو۔" چوکیدار نے دیبا کو پریشان دیکھ کر کہا' سامان دیکھ کر سمجھ گیا کہ دور سے آئی ہیں۔

"ارے آنٹی لبنیٰ گھر پر ہیں فرحین اور عدنان بھی ہیں تو پھر اور کیا چاہیے۔شکریہ بابا آئیں اماں۔" دیبا اس نوید کے ملتے ہی خوش ہو گئی اور اپنا سامان گیٹ ہی پر چھوڑ کر اندر کی طرف بڑھی' سامنے سے لبنیٰ آ رہی تھی۔دیبا کو یوں بدحال سا اچانک اپنے سامنے دیکھ کر بوکھلا سی گئی۔

"دیبا تم یہاں اس وقت بغیر اطلاع کے اور ...... اور عائشہ کہاں ہے؟" لبنیٰ نے آگے بڑھ کر بے ہوش ہوتی دیبا کو ساتھ لگا لیا۔اماں بی بھی اس کے ساتھ لگ کر رو پڑیں تو لبنیٰ چیخ پڑی۔

"اماں کیا ہوا ہے عائشہ کہاں ہے۔"

"لبنیٰ بیٹی عائشہ ہوتی تو ہم یوں گھر سے بے گھر ہوتے۔"

"کیا ہوا عائشہ کو میری پیاری عائشہ کو" لبنیٰ کے ہاتھ پیر سرد ہونے لگے۔

♥ ...... ♥ ...... ♥

عائشہ کی موت کی خبر غیر معمولی اور اچانک تھی۔لبنیٰ تڑپ تڑپ کر روئی' دیبا بھی بے حال ہوتی رہی۔

"امی جان آپ خود اتنی کمزور پڑ رہی ہیں تو دیبا کو کیسے حوصلہ دیں گی۔وہ تو آپ کے پاس آئی ہے آپ حوصلہ کریں اور اس کو بھی تسلی دیں دیکھیں تو کتنی نڈھال اور اکیلی سی ہو رہی ہے۔" فرحین نے سمجھایا تو وہ کتنی ہی دیر دیبا کو ساتھ لگائے بیٹھی رہیں۔

"دیبا میری جان تم اکیلی نہیں ہو تم میری عائشہ کی نشانی ہو میرے پاس' اف توبہ کس قدر شیطان آدمی تھا یہ زبیر دیکھنے میں کتنا اچھا اور اندر سے کتنا بھیانک اس سے تو بہتر تھا۔عائشہ شادی ہی نہ کرتی کیسے کیسے بے وقوف بناتا رہا وہ عائشہ کو۔" لبنیٰ کو تو رہ رہ کر زبیر پر تاؤ آ رہا تھا۔اماں بی نے تو ساری داستان سنا دی تھی۔

"ارے وہ بدنصیب شادی کے لئے تیار کہاں ہوتی تھی۔میں کمبخت ہی اس کے پیچھے لگی رہتی تھی۔مجھے خبر ہوتی کہ ایسی شادی اسے برباد کر کے رکھ دے گی تو ہرگز اسے مجبور نہ کرتی۔یہ مجھ کرموں جلی کا دباؤ تھا کہ میری بچی مجبور ہو گئی شادی کے لئے۔"

"اتنا کچھ ہوتا رہا اماں بی اور کسی کو اتنی توفیق نہ ہوئی کہ مجھے خبر ہی کر دیتے اور قریشی صاحب کا لڑکا بھی تو تھا اس نے کوئی ساتھ نہ دیا آپ لوگوں کا۔"

"آنٹی میں نے تو کئی بار سوچا' فون کرتی رہتی تھی۔مگر آپ تو کینیڈا چلی گئی تھیں اور رہی بات انکل قریشی اور شہباز کی تو انہوں نے جان دینے کی حد تک

ہمارا ساتھ دیا۔انکل تو ہارٹ پیشنٹ تھے۔زبیر نے ایک روز ان کو فون کیا کہ شہباز قتل کر دیا گیا ہے تو ان کو اسی وقت ہارٹ اٹیک ہو گیا اور وہ اللہ کو پیارے ہو گئے اور شہباز نے بھی جہاں تک ساتھ دے سکتا تھا دیا مگر آنٹی ہر ایک کی اپنی زندگی ہوتی ہے۔ہم کسی کو اپنا پابند تو نہیں کر سکتے ناں۔'' شہباز کی بے اعتنائی کا دیبا کو بہت دکھ تھا وہ جانے کیوں شہباز سے امیدیں وابستہ کر چکی تھی۔

♥ ...... ♥ ...... ♥
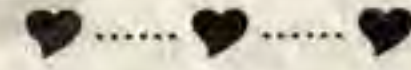
دیبا نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ وہ زندگی میں اتنی اکیلی بھی ہو جائے گی۔لبنیٰ اور اس کے بچے فرحین اور عدنان دیبا کا بے حد خیال رکھتے۔فرحین اس کی ہم عمر تھی۔عدنان کچھ بڑا تھا اس نے بھی اپنی تمام مصروفیات ترک کر دی تھیں۔اس وقت بھی وہ تنہا بیٹھی تھی کہ فرحین اور عدنان آندھی طوفان کی طرح اندر آئے۔

'' دیبا یہ کیا تم ہر وقت اندر پڑی رہتی ہو۔چلو آج ہم نے گھومنے پھرنے اور شاپنگ کا پروگرام بنایا ہے چلو اٹھو۔'' فرحین نے افسردہ بیٹھی دیبا کا بازو پکڑ کر اٹھانا چاہا مگر وہ مجروح دل لیے بیٹھی رہی۔

''نہیں فرحین تم لوگ جاؤ میرا دل نہیں چاہ رہا۔''

'' ارے بھئی بڑا ہی بور دل ہے تمہارا چلو آؤ ہم تمہیں نیا دل دلا دیتے ہیں۔'' عدنان بڑے خلوص سے بولتا ہوا اس کے قریب آن بیٹھا تو وہ فوراً اٹھ

کھڑی ہوئی۔

'' آپ لوگوں کا بہت شکریہ عدنان کہ میری دل جوئی کے لئے اتنا کچھ کرتے ہیں لیکن میں مجبور ہوں تم لوگ جاؤ نا میری وجہ سے تم لوگ بھی بور ہوتے ہو۔''

'' سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ تم اکیلی بور ہو' ارے جو کام باجماعت کیا جاتا ہے ناں اس کا لطف ہی اور ہوتا ہے خواہ وہ بور ہونے کا کام ہی کیوں نہ ہو' فری چلو تم دیبا کے لئے اچھا سا پارٹی ڈریس تیار کرو' دیبا تم واش روم میں جاؤ اور چہرے سے بوریت کی گرد اتار کر آؤ۔''

'' او کے ابھی لیجئے'' فری دیبا کی وارڈ روب کی طرف بڑھ گئی۔

'' چلو لڑکی تیار ہو جاؤ اور یہ جو تم شکل پر بارہ تیرہ بجائے رکھتی ہو ناں اپنے اس چوکھٹے کو ٹھیک کرو چلو شاباش۔'' عدنان اسے واش روم کی طرف دھکیل رہا تھا جب کہ اس کے دل میں آج شہباز کی بے وفائی کا درد پھر اٹھا ہوا تھا۔

''عدنان پلیز پھر کبھی سہی'' اس نے پلٹ کر منت بھری نظروں سے عدنان کو دیکھا۔

'' ہرگز نہیں' تم جاؤ اور فریش ہو کر آجاؤ ہمارا گروپ زندہ دل لوگوں کا ہے تم کو دیکھ کر کیا سوچیں گے میرے دوست' کہ کیسی کور ذوق کزن پائی ہے عدنان نے۔ایک سے ایک لڑکی ہے ہمارے گروپ میں ہے مگر مجال ہے جو میں کسی کو لفٹ کرا جاؤں۔'' عدنان نے اترا کر کالر کھڑا کیا فری نے مسکرا کر بھائی کو دیکھا۔

"اس لیئے کہ وہ سب ان کو عدنان بھائی کہتی ہیں۔"

"فری کی بچی لگتا ہے یہ ننھی سی جان' بوجھ ہو گئی ہے تم پر۔" ان دونوں بہن بھائی میں خوشگوار سی لڑائی چھڑ گئی تو ایک طرف کھڑی دیبا ان کو دیکھے گئی۔

"اے لڑکی یہاں کوئی تماشا نہیں ہو رہا کہ آپ بنا ٹکٹ کے نظارہ کریں' جایئے جلدی سے تیار ہو کر آیئے۔" اور پھر فری نے اپنی پسند سے تیار کیا ہوا سوٹ اس کے ہاتھ میں دیا اور دونوں نے اسے واش روم میں دھکیل دیا۔

"اب خوش! ہو گئی ہوں تیار" وہ تیار ہو کر اپنے کمرے سے نیچے لاؤنج میں آئی تو عدنان اسے دیکھتا رہ گیا۔ کتنا سادہ کتنا دلکش روپ تھا اس لڑکی کا۔

"ہرگز نہیں تمہاری تیاری ابھی ادھوری ہے چلو میرے ساتھ آؤ لڑکی! اتنی اچھی گیدرنگ میں یوں پھیکا روپ لے کر چلے جاؤ تو لوگ اچھا نہیں سمجھتے۔ کسی کی خوشی میں اچھے طریقے سے شریک ہونا چاہیے۔" فرحین نے اسے اپنے ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے بٹھایا اور میک اپ کرنے کو کہا تو دیبا چیخ پڑی۔

"فرحین کیا مطلب ہے تمہارا ہم کہاں جا رہے ہیں پہلے اتنے شوخ کپڑے پہنا دیئے میں چپ رہی کہ تمہاری دل آزادی نہ ہو اب یہ میک اپ۔"

"خبردار جو ذرا سی بھی جنبش کی، ہو تو آئی لائینر لگانا بھی ایک فن ہے میڈم اور آج آپ ہمارا فن آزمائیں۔ ہائے کتنی حسین لگ رہی ہیں تمہاری

آنکھیں اب تمہارے ہونٹوں کی باری ہے تم نے پہنے ہیں میرون کپڑے' اس کی میچنگ لپ لائنر اور لپ اسٹک کہاں گئی بھئی۔" وہ اس کی اکتاہٹ کو نظر انداز کرتی بولے بھی جا رہی تھی اور ساتھ اپنی کاروائی بھی کرتی جا رہی تھی۔ اس وقت جب اس نے اس کے سوٹ کی ہم رنگ لپ اسٹک نکالی تو دیبا نے اس کا ہاتھ روک لیا۔ یہ بات نہیں تھی کہ اس نے کبھی میک اپ نہیں کیا تھا بلکہ وہ تو عائشہ کے منع کرنے کے باوجود شوخ میک اپ کر لیا کرتی تھی۔ اس کی نظروں میں وہ منظر گھوم گیا جب اسکول کے ایک فنکشن میں اسی طرح کے میرون سوٹ پر اس نے شوخ میک اپ کیا تھا تو عائشہ نے کتنا غصہ کیا تھا۔

"دیبا جان ٹھیک ہے سنگھار عورت کا حق ہے مگر ہر چیز وقت پر اچھی لگتی ہے۔ کم سنی میں میک اپ سے نہ صرف معصومیت ماری جاتی ہے بلکہ اسکن بھی خراب ہو جاتی ہے۔ اف اتنی ڈارک میرون لپ اسٹک جاؤ ابھی منہ دھو کر آؤ۔"

"خالہ جانی آئندہ نہیں کروں گی آج رہنے دیں۔" اتنی دیر لگائی تھی اس نے میک اپ میں اور کئی کئی انداز میں اس نے خود کو آئینے میں دیکھا تھا' اس کی فرینڈز کہا کرتی تھیں۔ تمہارے ہونٹ کتنے خوبصورت ہیں' کبھی لپ اسٹک لگا کر دیکھو اور آنکھیں تو بے حد حسین ہیں آج جب اس نے کیا تو عائشہ نے اتار دینے کا حکم دے کر اسے بری طرح بدمزا کر دیا وہ منمنا کر رہ گئی۔

"نو' نو میں بچیوں کے میک اپ کے حق میں ہوں ہی' نہیں جاؤ شاباش

میں جو اپنے کالج کی بچیوں کو منع کرتی ہوں۔اگر میری کسی بچی نے تمہیں یوں دیکھ لیا تو کیا سوچے گی کہ میڈم ہمیں تو منع کرتی ہیں اور ان کی اپنی بیٹی جاؤ جلدی سے منہ دھو کر آؤ۔''

''جاتی ہوں خالہ جانی'' وہ منہ بنا کر چلی گئی تھی۔عائشہ کی وہ ڈانٹ آج چبھتی یاد بن کر آنسوؤں میں ڈھل گئی تھی۔

''ارے' ارے یہ کیا کر رہی ہو' دیبا میری گھنٹے بھر کی محنت کو پانی میں بہانے جا رہی ہو۔'' فرحین جلدی سے ٹشو لے کر اس کی طرف بڑھی۔

''نہیں فری' ڈارک میک اپ خالہ جانی کو پسند نہیں تھا۔'' وہ سسک پڑی تو فرحین نے نرمی سے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔

''دیکھو دیبا میں جانتی ہوں آنٹی عائشہ تمہاری زندگی کی اہم ترین ہستی تھیں اور ان کی ناگہانی موت اور جدائی تمہاری زندگی کا سب سے بڑا دکھ ہے۔میں تمہیں اس دکھ کو دل سے نکال دینے یا بھول جانے کا برا مشورہ ہرگز نہیں دوں گی مگر دیبا یہ زندگی اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے اور اس نعمت کو یوں ضائع کرنا بھی تو ناشکری ہے۔مرنے والوں کے ساتھ مرا تو نہیں جاتا ناں اس لیے کہ ہماری زندگی پر ہمارا ہی حق نہیں ہوتا' ان لوگوں کا بھی حق ہوتا ہے جو ہم سے پیار کرتے ہیں اور ہم بھی تو تمہیں بے حد چاہتے ہیں کیا تم ہماری خاطر دوبارہ زندگی کی طرف نہیں لوٹ سکتیں۔؟'' فرحین کے محبتوں میں ڈھلے الفاظ نرم پھوار کی طرح اس کے احساس پر پڑے تو وہ فرحین کو دیکھنے لگی۔لبنیٰ اور یہ دونوں کتنا خیال رکھتے

تھے اس کا۔ہر وقت اس کی دل جوئی میں لگے رہتے تھے تو اس کا بھی فرض تھا کہ ان کا مان رکھے۔اس نے خود پر قابو پایا اور اٹھ کر فرحین کا ہاتھ پکڑ لیا۔

''اوکے چلو چلتے ہیں عدنان انتظار کر رہا ہوگا۔''

''یہ ہوئی ناں بات'' فرحین خوش ہوگئی وہ دونوں نیچے آئیں تو عدنان دیبا کو دیکھتا رہ گیا۔

''یار ایک یہ ہی تو پرابلم ہے تم خواتین کے ساتھ ایک کمرے سے دوسرے کمرے میں بھی جانا ہو تو ایسے تیار ہوتی ہیں گویا کسی کے ولیمے کا ڈنر کھانے جا رہی ہوں۔قسم سے تم لوگ جتنی دیر میں میک اپ کرتی ہو اتنی دیر میں تو کوئی علاقہ بھی فتح ہوسکتا ہے۔''

''ارے واہ آپ اتنے بڑے فاتح ہیں یہ ہمیں آج پتا چلا ہے۔''

''جی اب زیادہ طنز فرمانے کی ضرورت نہیں چلو اب دیر ہو رہی ہے۔'' وہ دونوں پورچ کی طرف بڑھے مگر دیبا لوٹ کر اندر جانے لگی تو عدنان نے بے تکلفی سے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔دیبا نے اس حرکت پر ناپسندیدگی کا تاثر دیتی نظروں سے اسے دیکھا تو اس نے جھٹ ہاتھ چھوڑ دیا۔

''اب کہاں جا رہی ہو؟''

''اماں بی کو بتانے جا رہی ہوں'' نظروں کی ناپسندیدگی کا تاثر اس کے لہجے میں گھل گیا۔

''دیبا امی کو پتا ہے تو وہ اماں بی کو بھی بتا دیں گی۔چلو وہ دونوں خود ہی آ گئیں۔'' فرحین نے کہا تو وہ پلٹ کر دیکھنے لگی۔اماں بی اسے یوں تیار دیکھ کر

اس کے قریب آگئیں تو دیبا کچھ نادم سی ہوگئی۔

''اماں وہ دراصل یہ فرحین نے تیار کر دیا اور نجانے کہاں لے جا رہے ہیں۔''

''ارے تو جہاں لے جاتے ہیں جاؤ کھیلو کودو یہ ہی تو تمہارے دن ہیں۔ ارے چندا میں تو یہ ہی چاہتی ہوں کہ تم پھر زندگی کی طرف لوٹ آؤ۔ میں بہت خوش ہوں میرا مولا تمہیں میری زندگی میں اچھے لوگوں میں سیٹ کر دے۔''

''کم آن دیبا ہم لیٹ ہو رہے ہیں کیوں ان لوگوں کے ہاتھوں ہمارا قیمہ بنوانا چاہتی ہو۔''

''جاؤ دیبا خوش رہو'' لبنیٰ نے آگے بڑھ کر محبت سے کہا تو وہ جلدی سے آ گئی۔

❤

چاروں طرف بیٹالے بادلوں سے آسمان گھرا ہوا تھا۔ ہوا بھی قدرے تیز تھی جس کی وجہ سے خنکی میں بھی اضافہ ہو رہا تھا اس وقت وادی کا سارا حسن شکر پڑیاں میں سمٹ آیا تھا۔ بلندی پر کھڑے ہو کر دیبا نے وادی میں دیکھا تو اسے قدرتی نظارے بھی خدا کی حمد و ثنا میں مصروف نظر آئے۔ وہ بھی سبحان اللہ کہہ کر پلٹی تو عدنان کے دوست جن میں دو لڑکیاں اور تین لڑکے تھے آتے نظر آئے۔

''یار عدنان یہ کیا خوب ادا ہے کہ میزبان غائب اور مہمان حاضر۔'' ایک لڑکا عدنان سے شکایت کر رہا تھا۔

''سوری یار مگر یہ لڑکیاں خیر ان سے ملو میری کزن ہیں دیبا وہاب۔''

''اوہ ہیلو'' لڑکے اور لڑکیاں گرم جوشی سے اسے ویلکم کہہ رہے تھے۔

"ہیلو" اس نے بھی دھیمی سی مسکراہٹ کے ساتھ جواب دیا۔

"کم آن عدنان" اس سے پہلے کہ یہ برہم گھٹا برسنے لگے کیک کاٹو۔"

"اوکے' اوکے" اور پھر عدنان اور فرحین نے برقی انداز میں لمحوں میں کیک وغیرہ نکال کر رکھا تو دیا حیرت سے دیکھے گئی۔ کتنے چالاک ہیں یہ دونوں کہ اسے گمان تک نہیں ہونے دیا کہ وہ کیا کرنے جا رہے ہیں' سب دوستوں نے گفٹ پیکٹ عدنان کو دیئے تو وہ شرمندہ سی ہو کر دیکھتی رہی۔ پھر شوخ جملوں کے ساتھ اس نے کیک کاٹا' فرحین اپنی دوستوں کے ساتھ میزبانی کے فرائض انجام دے رہی تھی۔ دیا کو اپنا وجود بے معنی سا لگ رہا تھا۔

"دیا ......" عدنان اپنے ہاتھ میں کیک کا ٹکڑا لیے اس کی طرف بڑھا رہا تھا۔

"نو تھینکس" دیا نے خفگی سے منہ دوسری طرف کر لیا۔

"ارے کیوں بھئی خفا ہو' کوئی غلطی ہوئی۔"

"غلطی نہیں بلنڈر' کہو ......" وہ بری طرح خفا تھی۔

"یعنی" عدنان کچھ پریشان سا ہو گیا۔

"یعنی یہ کہ مجھے پہلے کیوں نہیں بتایا کہ تمہاری برتھ ڈے ہے۔"

"اچھا بتا دیتے تو پھر کیا ہو جاتا۔"

"پھر یہ ہوتا کہ میں بھی سب کی طرح تمہارے لئے گفٹ لے کر آتی۔"

"تمہارا یہاں آنا' تمہاری یہاں موجودگی کسی اعزاز کسی گفٹ سے کم نہیں میرے لیے۔"

بات تو بہت گہری تھی عدنان کی مگر دیا اس کی ایسی کسی بات کو اہمیت ہی

نہیں دیتی تھی۔

"اینی وے' آئندہ آپ ایسی کوئی حماقت نہیں کریں گے۔"

"اچھا بابا کان پکڑتا ہوں آئندہ ایسی کوئی حرکت نہیں کروں گا۔" عدنان نے کیک رکھ کر باقاعدہ کان پکڑ لیے تو سب اس کی طرف متوجہ ہو گئے۔

"مس دیا کان پکڑوانے سے کچھ نہیں ہوگا مرغا بنایئے۔"

"آئندہ ایسی حرکت ہوئی تو یہ بھی کرنا پڑے گا۔" دیا نے اس کے دوستوں کو متوجہ دیکھ کر کیک کا بڑا سا ٹکڑا عدنان کے منہ میں ٹھونس دیا تو سب ہنس پڑے۔

♥ ...... ♥ ...... ♥

"**تف** ہے تم پر یار زبیر ایک چھٹانک بھر لڑکی تم سے سنبھل نہیں سکی۔ قابو کرنا تو در کنار الٹا وہ تمہیں زخمی کر کے لاپتا ہو گئی۔" مظہر ابھی زبیر کو پٹی کروا کر لایا تھا اور ساتھ ہی کھری کھری سنا رہا تھا۔ جس کو ایک تو اپنی توہین کا احساس مارے دے رہا تھا۔ دوسرے دیا کا لاپتہ ہو جانا کسی قیامت سے کم نہیں تھا۔

"بند کرو یہ بک بک وہ کوئی لڑکی نہیں چٹان ہے چٹان۔" وہ دھاڑا

"ہونہہ اسی لئے تو سمجھدار لوگ کہتے ہیں کہ چٹان سے ٹکراؤ گے تو پاش پاش ہو جاؤ گے ابھی تو صرف معمولی چوٹ آئی ہے اس سے پہلے کہ واقعی پاش پاش ہو جاؤ جس طرح وہ خود ہی تمہاری زندگی سے نکل گئی ہے تم اسی کو غنیمت جانو۔ اتنی ہوس بھی نقصان دہ ہوتی ہے۔ عائشہ کی جتنی دولت' جائیداد پر تم

قابض ہو چکے ہو اسی کو سمیٹو اور اپنی راہ لو قسمت تو تم پر مہربان ہے۔ راہ کا ایک ہی کانٹا تھا شہباز وہ بھی چلا گیا اب تم بھی یہاں سے کھسکنے کی کرو۔ اس چھوٹی سی بچی کا خیال دل سے نکال دو۔'' گو کہ مظہر بھی کچھ ایسا پاکباز نہیں تھا۔ مگر نجانے کیوں دیبا پر اسے ترس آتا تھا اور وہ یہ بھی چاہتا تھا کہ زبیر بچ کر نکل جائے۔ اسے سمجھاتا تو زبیر کے زخموں پر نمک کا کام کرتی اس کی نصیحت۔

'' اچھا زیادہ بزرگ بننے کی ضرورت نہیں وہ چھٹانک بھر کی لڑکی اب صرف میری ضد بن چکی ہے اور میں اپنی ضد ہر حال میں ہر قسم کے سودوزیاں کا خیال کیے بغیر پوری کرتا ہوں۔'' زبیر دانت پیس کر بولا۔

'' اچھا تو کچھ اندازہ ہے وہ کہاں جا سکتی ہے۔''

'' جہاں بھی گئی ہو زمین نگل گئی ہو' یا آسمان کھا گیا ہو ڈھونڈ نکالوں گا اسے اور اس اماں بی کو تو میں ایسی سزا دوں گا کہ نہ جی سکے گی اور نہ مر سکے گی کامی کامی کہاں مر گئے ہو۔'' زبیر نے غصے اور قوت سے کامی کو آواز دی تو پٹیوں سے خون رسنے لگا۔

'' آرام سے بات کرو زبیر تمہارا زخم کافی گہرا ہے دیکھو پھر خون رسنے لگا ہے۔'' مظہر نے ہاتھ پر دوا رکھ کر اسے دیتے ہوئے کہا۔ اسی وقت کامی بھی اندر آ گیا۔

'' جی سر''

'' او جی سر کے بچے تمہاری موجودگی میں دیبا اور اماں یہاں سے فرار ہو گئیں تم کہاں مر گئے تھے۔'' کامی نے ایک نظر اس شیطان خصلت شخص کو دیکھا' جی تو اس کا چاہا کہ اسے کھری کھری سنا ڈالے' مگر مصلحت کا کچھ اور ہی

کاسا تھا اس لیے وہ چپ رہا۔

'' مجھے کیا معلوم سر! مجھے تو دیبا بی بی سخت ناپسند کرتی تھیں ایک بار بھولے سے ان کے دروازے کے سامنے سے گزر گیا تو انہوں نے اتنا ڈانٹا تھا کہ حد نہیں اور کہا تھا کہ بھولے سے بھی ان کے کمرے کے سامنے سے گزرا تو ٹانگیں توڑ دیں گی۔''

'' ہاں ہاں معلوم ہے مجھے توڑ پھوڑ کے فن میں تو وہ ماہر ہے چھٹانک بھر کی لڑکی اور بڑے بڑے مردوں سے پنجہ آزمائی کرتی ہے چلو یہ بتاؤ تم کہاں تھے جب وہ دونوں گئی ہیں۔'' کامی کی پچھلی وفاداریاں یاد تھیں کہ زبیر کو یقین آ گیا۔

'' میں کیا کہہ سکتا ہوں سر مجھے تو مظہر صاحب نے کسی کام سے بھیجا ہوا تھا۔'' وہ معصومیت سے مظہر کو دیکھتے ہوئے بولا۔

'' او کے او کے جاؤ اب اور سنو اگر ذرا بھی گڑبڑ کرنے کی کوشش کی تو یاد رکھو تمہاری شہ رگ پر میرا ہاتھ ہے۔'' زبیر نے بڑی کمینگی سے کامی کو دیکھا۔

'' کیسی بات کرتے ہیں سر آپ تو میرے محسن ہیں میں احسان فراموشی نہیں کر سکتا۔ آپ کا ہاتھ میری شہ رگ پر نہ بھی ہو تب میں آپ سے بے وفائی نہیں کر سکتا۔''

'' کیسی باتیں کرتے ہو زبیر کامی ہمارا سب سے وفادار نوکر ہے' اس نے آج تک کوئی ایسا کام نہیں کیا جس سے ہم لوگوں کو نقصان ہو۔'' مظہر کی طرف داری سے کامی کو کافی حوصلہ ہوا ورنہ اسے شک ہو رہا تھا کہ جیسے زبیر کو کچھ پتا چل گیا ہے۔ اسے اپنی تو پروا نہیں تھی مگر وہ دیبا کے لئے فکر مند ضرور ہو گیا تھا

اور وہ زبیر کی چالوں کو بھی خوب سمجھتا تھا۔زبیر شطرنج کا وہ کھلاڑی تھا جو انوکھی اور منفرد چالوں سے ہارا ہوا میدان جیت لیا کرتا تھا وہ باہر آ گیا۔

'' آئیڈیا! دیبا اس کے علاوہ تو کہیں جا بھی نہیں سکتی۔'' کامی کے جانے کے کافی دیر تک دونوں چپ رہے مگر زبیر کا ذہن مستقل اسی سوچ میں مبتلا تھا وہ ایک دم ہی چیخ پڑا تو مظہر فائل بند کر کے اسے دیکھنے لگا۔

'' کیا ہو گیا ہے زبیر لگتا ہے دیبا کی لگائی چوٹ نے واقعی تمہارے دماغ پر اثر کیا ہے عجیب الٹی حرکتیں اور باتیں کر رہے ہو۔''

'' دیبا کی لگائی چوٹ نے دماغ پر نہیں دل پر اثر کیا ہے مظہر اور سنو میں بتاتا ہوں وہ کہاں گئی ہے اسلام آباد میں عائشہ کی ایک دوست لبنیٰ رہتی ہے' دیبا اسی کے پاس گئی ہے حیرت ہے میرے دماغ میں یہ بات کیوں نہیں آئی مظہر ہم آج ہی اسلام آباد جائیں گے۔'' یہ خیال کیا آیا تھا زبیر کے ذہن میں' وہ پاگلوں کی طرح چلا رہا تھا مگر زخم کی سخت ٹیسوں نے بے دم سا کر دیا۔

'' ٹھیک ہے چلیں گے اسلام آباد پہلے تم ٹھیک تو ہو جاؤ۔'' مظہر نے سہارا دے کر پھر لٹایا مگر وہ پھر اٹھ بیٹھا۔

'' مظہر ہم آج ہی اسلام آباد جائیں گے آج ہی۔'' زبیر کے لہجے میں اتنی قطعیت تھی کہ مظہر کو ہار ماننا ہی پڑی۔

'' اچھا بابا کرتا ہوں' ابھی تو لیٹ جاؤ۔'' اسے لٹا کر مظہر باہر آ گیا اور ائیر پورٹ انکوائری میں فون کر کے معلومات لینے لگا۔

♥……♥……♥

کراچی ائیرپورٹ پر امریکہ کی طویل مسافت طے کرنے کے بعد شہباز کتنی ہی دیر کھڑا ائیرپورٹ پر لوگوں کو دیکھتا رہا۔جہازوں کی آمدورفت' مسافروں کا آنا جانا' چھوڑنے والوں کی بھیگی آنکھیں اور ملنے والوں کی مسکراہٹ کتنا دل آویز منظر تھا۔وہ کتنے ہی عرصے کے بعد پاکستان لوٹا تھا اور اپنے پاک وطن پر قدم رکھ کر اک عجیب طرح کا سکون محسوس کر رہا تھا۔پھر اس نے ٹیکسی لی اور گھر کی طرف چل پڑا۔عجیب سی کیفیت ہو رہی تھی ماضی کے تمام حالات نگاہوں میں گھوم رہے تھے۔کبھی کتنا خوشگوار ماحول تھا۔ابو تھے عائشہ باجی اور دیبا وہ سوچ کے دھاروں کے ساتھ بہتا چلا گیا۔اک آہ سی لبوں پر آ کر دم توڑ گئی۔

'' ایک عرصے بعد گھر میں داخل ہوا تو روتی تنہائی اور بکھرے پتوں نے اس کا استقبال کیا سب کچھ اپنی جگہ موجود تھا گرد نے البتہ ان کی شکل بگاڑ رکھی تھی۔وہ دیوانوں کی طرح سارے گھر میں گھومتا رہا مگر کسی پل قرار نہ آیا تو اس نے گاڑی دیکھی گرد نے اس کی رنگت بھی چھپا دی تھی۔اس نے ہمت کر کے پہلے گاڑی صاف کی اور بے ارادہ ہی گاڑی لے کر نکل آیا۔الجھی سوچوں کی راہ گزر پر چلتی گاڑی '' عائشہ ولا'' آ کر خود ہی رک گئی دھڑکتے دل اور مردہ قدموں سے وہ اندر آیا یہاں بھی سناٹے ہی گونج رہے تھے۔پرانا کوئی ملازم نظر نہیں آ رہا تھا ایک بزرگ قسم کا چوکیدار اسے دیکھ کر اس کی طرف آ گیا۔

'' اسلام علیکم صاحب آپ کو کس سے ملنا ہے۔''

'' ہوں وعلیکم السلام'' شہباز نے مردہ سی آواز میں جواب دیا اور زخمی سی نگاہ دیبا کے کمرے پر ڈالی جہاں اب بھی وہی پردے پڑے تھے۔

"میں کیا بتاؤں بابا کہ میں کون ہوں کس سے ملنا ہے مجھے' مجھے تو شناخت کرنے والے اجنبی ہو گئے ہیں۔" وہ زیرلب بڑبڑایا تو بابا کان پر ہاتھ رکھ کر اس کے مزید قریب آ گیا اس کا خیال تھا کہ وہ بہرہ ہو گیا ہے۔

"صاحب آپ مجھ سے کچھ بولا یا اپنے آپ سے۔"

"بابا اس گھر کے لوگ میرا مطلب ہے زبیر صاحب کہاں ہیں۔"

"زبیر صاحب ...... صاحب آپ تھوڑا لیٹ ہو گئے ہو' صاحب تو ایک ہفتہ پہلے ہی امریکہ چلا گیا ہے اپنی بیگم کے ساتھ۔"

"بیگم ...... شہباز کو کرنٹ لگا۔"

"مگر بابا ان کی بیگم کا تو انتقال ہو گیا تھا" دیبا کے خیال سے اندر قیامت ہی تو آ گئی۔

"ہاں صاحب جوان آدمی ہے' اب ایک بیگم کی موت کے ساتھ تو زندگی برباد نہیں کرتا ناں کچھ عرصے پہلے ہی اس نے دوسری شادی کر لی اور اب وہ کیا ہوتا ہے انگریزی میں "مون ہنی" منانے گیا ہے۔"

اس کے اندر دھماکوں سے بے نیاز بابا بولے جا رہا تھا' شہباز کی ٹانگوں سے جان نکلنے لگی کہ نجانے اس خبیث نے دیبا پر کیا ظلم کیا ہو گا کس طرح اس کو منایا ہو گا۔ ہو سکتا ہے اف میرے خدا یہ عذاب بھی سہنا تھا مگر ...... مگر دیبا تم نے اس خبیث کا ساتھ کیسے قبول کر لیا' کیسے یہ زہر کا پیالہ منہ سے لگایا تم نے دیبا۔ وہ لڑکھڑانے لگا لیکن یہ بھی ہو سکتا ہے اس نے کسی اور سے شادی کر لی ہو اور ڈوبتے ہوئے اس نے اسی تنکے کا سہارا لے لیا۔

"بابا آپ کو کچھ خبر ہے کہ زبیر نے کس کے ساتھ شادی کی ہے۔ میرا

مطلب ہے اس گھر میں اس کی پہلی بیوی کی بھانجی اور پرانی ملازمہ اماں بی بھی رہتی تھیں وہ' وہ کہاں گئیں۔" اس نے بابا کو بازوؤں سے پکڑ کر بے چینی سے پوچھا تو بابا مشکوک نظروں سے اس کو دیکھنے لگا۔

"او بچہ ام ادھر نیا نیا آیا ہے ام کو کیا معلوم ادھر کون رہتا ہے اور کون نئیں' ام کو تو بس یہ بتایا گیا کہ زبیر کی شادی ہو گئی اور وہ بیگم کے ساتھ امریکہ جاتا ہے اور جو پوچھنے آئے اس کو یہ ہی بتا دیا جائے۔ تم اتنا پریشان کیوں ہے بچہ تمہارا کوئی رشتہ داری ہے ان سے۔"

"نہیں بابا اب میری کسی سے کوئی رشتہ داری' کوئی تعلق' کوئی واسطہ نہیں کوئی واسطہ نہیں۔" وہ قیامت کے عذاب میں مبتلا گاڑی تک آ گیا اور نجانے کیسے گھر پہنچا۔

"بس بیٹا زندگی موت تو کیا ہر معاملہ اللہ کے اختیار میں ہے' عائشہ لبنیٰ کی دوست تھیں مگر میں نے ہمیشہ ان کو بہن سمجھا ان کی بے وقت کی موت نے ہم لوگوں کو بے حد دکھی کر دیا ہے۔لیکن بیٹا پھر بھی انسان کو صبر اور حوصلے سے کام لینا پڑتا ہے۔ہم عائشہ کی کمی تو پوری نہیں کر سکتے بیٹا مگر تم ہماری بیٹی ہو' بالکل فرحین کی طرح۔کوئی فکر کرنے کی ضرورت نہیں میں اور لبنیٰ کراچی جائیں گے اور اس زبیر کے بچے سے بھی نمٹ لیں گے۔"

ساجد صاحب آج ہی واپس آئے تھے۔عائشہ کی وفات کی اطلاع تو لبنیٰ نے وہیں دے دی تھی۔اب وہ دیبا کو پیار سے ساتھ لگائے صبر کی تاکید کر رہے تھے۔اماں بی کے زخم بھی ہرے ہو گئے تھے وہ رونے لگیں۔

"چلیں اماں بی اب ہمت سے کام لیں' اب دیبا کو آپ کی ضرورت

ہے۔" لبنیٰ نے دیبا کی طرف اشارہ کیا جو بڑے ضبط سے بیٹھی تھی۔

"ارے بیٹی میری جان تو اب اسی میں اٹکی رہتی ہے۔بے شمار جائیداد ہے کیا کروں میری تو کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا۔"

"اماں بی آپ سے کہہ دیا ناں کہ اب آپ فکر نہ کریں۔دیبا میری بیٹی ہے' دانی بیٹا تم ایسا کرو کہ میری دونوں بیٹیوں کو گھمانے پھرانے لے جاؤ۔دیبا بیٹے جاؤ۔" ساجد صاحب نے بڑی اپنائیت اور محبت سے اپنے ہاتھ سے اس کی پلکوں پر اٹکے آنسو صاف کیے اور عدنان کی طرف دیکھا فرحین اور دیبا ایک ساتھ اٹھ کر باہر آ گئیں۔

"چلو لڑکیو تیار ہو کر نیچے آؤ میں اپنے دوستوں کو فون کر دوں کہ وہ میرا انتظار نہ کریں۔"

عدنان کو اور کیا چاہیے تھا اس کی تو دلی تمنا تھی کہ اس کو دیبا کا قرب حاصل ہوتا' دیبا اس کی بات پر اپنے کمرے میں جاتے جاتے پلٹ آئی۔

"عدنان پلیز مجھے کہیں نہیں جانا تم اپنا پروگرام خراب نہ کرو۔"

"کیوں بھئی" عدنان کے دل کی کلی مرجھانے لگی۔

"دیبا ضد نہ کرو ذرا دل بہل جائے گا۔"

فرحین کے اصرار پر دیبا نے خلوص سے اس کا ہاتھ تھام لیا۔کتنا خیال رکھتے تھے یہ لوگ اس کا مگر وہ اس نادان دل کا کیا کرتی جس پر اپنوں کی موت اور شہباز کی بے وفائی کے ایسے بادل چھائے تھے کہ نہ برستے تھے اور نہ فضا نکھرتی تھی۔

"فرحین یہ محض کھوکھلے بہلاوے ہوتے ہیں کہ باہر جا کر انسان کا دل بہل

جاتا ہے' دل کا درد تو ہر جگہ ساتھ رہتا ہے' کوئی منظر' کوئی نظارہ' کوئی بہلاوا اس کی شدت میں کمی نہیں کر سکتا۔'' دیبا کی آواز میں نمی اور لہجے میں کرب کا احساس ان دونوں کو بھی دکھی کر گیا۔

''اس کا مطلب ہے تم ہم لوگوں کو اپنا نہیں سمجھتیں۔'' عدنان کے لہجے میں ہلکا سا شکوہ تھا۔

''یہ کیسے کہا تم نے۔''

''اگر ایسا نہ ہوتا تو تم اتنی دکھی نہ ہوتیں۔اتنی تنہا نہ ہوتیں۔''

''تم لوگ غلط سمجھ رہے ہو عدنان تم لوگوں کو اندازہ نہیں کہ تم لوگوں کی محبت نے مجھے پھر سے زندگی کی طرف بلایا ہے' اینی وے تم خفا نہ ہو تم لوگ بھی تیار ہو جاؤ میں بھی تیار ہو کر آتی ہوں۔''

وہ ان دونوں کے دل آزادی کے خیال سے خود پر ضبط کرتی اندر آ گئی۔تپتے چہرے پر ٹھنڈے پانی کے چھینٹے مارے اور سادہ سا سوٹ نکال کر بالوں کی پونی بنا کر باہر آ گئی۔

''چلو......'' وہ ان دونوں کو منتظر دیکھ کر بولی تو عدنان بغور اسے دیکھے گیا۔میک اپ سے بے نیاز چہرہ سوجی آنکھیں اس کے دل میں عجیب سا سوز پیدا کر گئیں۔

♥......♥......♥
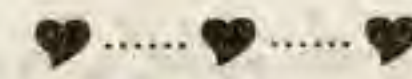
''**سوچ** لو زبیر اگر دیبا ساجد کے پاس ہے بھی تو یہ خطرناک بات ہے

کیونکہ یہ شخص خاصا صاحب حیثیت ہے اور۔'' اسلام آباد پہنچ کر اظہر پھر اسے سمجھا رہا تھا وہ چاہتا تھا کہ زبیر دیبا کا پیچھا چھوڑ دے مگر زبیر دیبا کو ہر قیمت پر حاصل کرنا چاہتا تھا۔انتقام تو رگوں میں آگ بھر رہا تھا۔

''زبیر اپنے مقصد کے پیچھے کشتیاں جلا کر آتا ہے۔واپس پلٹنے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اور اگر ساجد صاحب' صاحب حیثیت ہیں تو فٹ پاتھ پر چرس پینے والے ہم بھی نہیں' ہم پر بھی خدا کا کرم ہے۔تم کو چلنا ہے تو چلو ورنہ میں جا رہا ہوں ساجد صاحب کی طرف۔'' زبیر نے پرفیوم کرتے ہوئے اس کو دیکھا جو صبح سے بیڈ سے اٹھا ہی نہیں تھا۔کچھ تو ٹھنڈ زیادہ تھی اور کچھ اس کی طبیعت خراب تھی۔

''نہیں یار تم ہی ہو آؤ۔کم از کم یہ تو پتا چلے گا ناں کہ دیبا یہاں ہے بھی کہ نہیں اگر ہوئی تو جو تم کہو گے' وہ کاروائی کر لیں گے۔''

''ٹھیک ہے تم آرام کرو میں چلتا ہوں۔'' زبیر نے ایک نظر پھر آئینے پر ڈالی اور باہر نکل گیا۔

♥......♥......♥

عصر کی نماز کے بعد دیبا اٹھ کر بالکونی میں آئی۔ابھی اس نے گرل پر ہاتھ رکھے ہی تھے کہ اس کی نظریں گیٹ پر چوکیدار سے باتیں کرتے زبیر پر پڑیں تو گویا زمین پیروں تلے سے کھسک گئی۔

''اف میرے خدا یہ شیطان یہاں بھی پہنچ گیا۔میرے خدا مجھے اس سے

محفوظ رکھنا اپنی پناہ میں رکھنا۔" وہ سر پر پاؤں رکھ کر بھاگتی ہوئی اماں بی کے کمرے میں پہنچ گئی۔

" اماں بی وہ زبیر آیا ہے۔" وہ پھولے سانسوں کے دوران بولی تو اماں بی کے ہاتھ پیر بھی پھول گئے۔

" ائے ہے نامراد یہاں بھی پہنچ گیا خیر اللہ مالک ہے بیٹی تم گھبراؤ نہیں میں بات کرتی ہوں۔لبنیٰ اور ساجد سے۔" اور جب تک زبیر چوکیدار سے اپنا مکمل تعارف کراتا ساجد صاحب باہر نکل کر گیٹ پر پہنچ چکے تھے۔

" خان بابا کیا بات ہے؟"

" صاحب یہ آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔"

" ہاں ...... ہاں تو آنے دیجئے جی آیئے ویسے میں پہچان نہیں سکا آپ کو پلیز تشریف رکھیے۔" ساجد صاحب نے لان میں پڑی کین کی کرسی کی طرف اشارہ کیا تو وہ ایک سرسری سی نگاہ ان کی خوبصورت کوٹھی پر ڈال کر بیٹھ گیا۔

" پہچان بھی کیسے سکتے ہیں ساجد صاحب ہماری پہلی تو ملاقات ہے مجھے زبیر کہتے ہیں اور عائشہ۔"

" اوہ اچھا اچھا کیسے ہیں آپ؟ عائشہ اصرار کرتی ہی رہیں مگر بدقسمتی سے میں بزنس میں اتنا مصروف رہا کہ آپ سے ملاقات ہی نہ ہو سکی اور ہماری بہن عائشہ ہم سے روٹھ گئیں۔بے حد دکھ ہے ہمیں حادثے کی اطلاع ہمیں امریکہ ہی میں مل گئی تھی۔قریشی صاحب کے بیٹے شہباز نے دی تھی۔"

ساجد صاحب نے اس کے بیٹھتے ہی افسوس شروع کر دیا تو وہ جزبز ہو گیا کہ ان لوگوں کو ہر بات کی خبر ہے مگر اسے دیبا کے علاوہ کسی بات سے دلچسپی

نہیں تھی مگر براہ راست پوچھ بھی نہیں سکتا تھا کیونکہ یہ خدشہ بھی دامن گیر تھا ہو سکتا ہے وہ یہاں نہ ہو اور بات بگڑ جائے۔

" جی ہاں ساجد صاحب اب کیا کیا جا سکتا ہے' خدا کے کاموں میں کسی کو مداخلت کی مجال کہاں' ہم لوگ تو بے بس و بے اختیار لوگ ہیں عائشہ تو میری دنیا ہی برباد کر گئی ہے۔جینے کو بالکل جی نہیں چاہتا مگر اللہ تعالیٰ نے جتنی زندگی لکھ دی ہے' اتنی تو گزارنا پڑے گی۔" دنیا جہان کا دکھ درد لہجے اور چہرے پر طاری کیے زبیر کہہ رہا تھا اور ساجد صاحب بظاہر اس خوبرو انسان کو دیکھ کر رہ گئے۔پراثر لہجے کے ساتھ اس کے پاس لفظوں کا ایسا جال تھا کہ کسی کو بھی اس میں الجھا سکتا تھا عائشہ تو پھر بیچاری سیدھی سادی لڑکی تھی۔

" زبیر صاحب یہ تو حقیقت ہے جس کو تسلیم کیے بغیر کوئی چارہ نہیں آپ چائے لیجئے ناں اور اسلام آباد بزنس کے سلسلے میں آنا ہوا ہے آپ کا۔" ساجد صاحب سب جانتے تھے مگر وہ اس کے منہ سے سننا چاہتے تھے چائے اور کباب اس کی طرف بڑھائے تو کچھ دیر کے لئے زبیر ان کو دیکھ کر رہ گیا۔اسے شک گزر رہا تھا کہ جیسے دیبا یہاں نہیں آئی وہ بڑا شاطر آدمی تھا۔اپنا تیر ضائع کرنے سے پہلے دوسرے کے حملے کا انتظار کرنا زیادہ بہتر سمجھتا تھا۔

" وہ دیبا اس نے جان کر بات ادھوری چھوڑ کر ساجد صاحب کو دیکھا وہ بھی دیبا کے ذکر پر اس کی طرف سے پہل چاہ رہے تھے۔

" ہاں بھئی دیبا کیسی ہے؟ وہ تو اپنی خالہ کے بغیر بالکل ادھوری رہ گئی ہو گی۔آپ دیبا کو بھی یہاں لے آتے اس کا دل بہل جاتا۔بہت مانوس ہے وہ لبنیٰ اور بچوں سے۔" ساجد صاحب نے بڑے اطمینان سے کہا تو وہ اندر سے

سرد پڑ گیا کہ اگر دیبا یہاں نہیں آئی تو پھر کہاں گئی۔

''ہوں تو وہ یہاں نہیں آئی۔'' وہ بے خیالی میں زیرلب بڑبڑایا۔

''جی آپ نے مجھ سے کچھ کہا۔'' ساجد صاحب نے اس کے چہرے پر پھیلی بے چینی کو محسوس کرتے ہوئے کہا تو وہ چونک کر سیدھا ہو گیا۔

''جی نہیں وہ دراصل اپنی پڑھائی اور کالج میں مصروف تھی۔اس لیے نہیں آئی ورنہ وہ آپ لوگوں کو بہت یاد کرتی ہے۔لاؤں گا' اسے کبھی لاؤں گا۔'' پھر زبیر کے لیے وہاں ٹھہرنا دشوار ہو گیا۔ساجد کے انجان رویے سے اسے یقین ہو گیا تھا کہ دیبا واقعی یہاں نہیں آئی۔

''اوکے ساجد صاحب میں چلتا ہوں اپنے پارٹنر کے ساتھ میری اہم میٹنگ ہے ویسے بھابھی نظر نہیں آئیں میں ان سے ملنے آیا تھا۔'' زبیر اٹھ کھڑا ہوا۔

''جی وہ ذرا بچوں کے ساتھ آؤٹنگ پر گئی ہیں پھر تشریف لائیے گا یا پھر اپنے رہائشی ہوٹل کا پتا بتا دیں۔میں خود لبنیٰ کو لے کر آ جاؤں گا۔''

''بہت شکریہ ساجد صاحب دراصل میں آج ہی واپس جا رہا ہوں' انشاء اللہ پھر کبھی ملاقات رہے گی۔''

وہ رسے تڑوا رہا تھا۔ہاتھ ملایا اور آگے بڑھ گیا۔

''شکر خدا کا وہ دفع ہو گیا۔میری تو جان ہی نکل گئی تھی۔'' دیبا لبنیٰ اور اماں کے درمیان دونوں کے ہاتھ پکڑے بیٹھی تھی۔

''دیبا جان اتنا خوف زدہ ہونے کی کیا ضرورت ہے۔اللہ تعالیٰ نے اب تک اس سے بچایا ہے تو آئندہ بھی بچائے گا۔'' لبنیٰ نے خوف زدہ سی دیبا کو

ساتھ لگایا۔

''خدا اس نامراد کو کہیں ایسی جگہ پہنچا دے جہاں سے یہ لوٹ کر نہ آ سکے۔'' اماں بھی کافی خوف زدہ تھیں۔

''کیا کہہ رہا تھا اندر آتے ہی لبنیٰ نے ساجد سے پوچھا۔'' وہ آہستگی سے چلتے دیبا کے پاس آ گئے اور اس کے سر پر ہاتھ رکھ دیا۔

''ظاہر ہے دیبا بیٹی کی تلاش میں ہی آیا تھا اور اس سے پہلے کہ وہ دیبا کا پوچھتا۔میں نے کہہ دیا کہ آپ دیبا کو ساتھ لے آتے۔اس کا دل بہل جاتا موصوف کے چہرے کا رنگ تو اڑا ہی تھا ہاتھوں کے طوطے بھی فرار ہو گئے۔بغلیں جھانکتے اٹھ کھڑے ہوئے اور آئیں بائیں شائیں کرتے چل دیئے مگر یہ کہ اس کو گمان تک نہیں گزرا کہ دیبا یہاں ہے۔''

''تھینک یو انکل'' دیبا نے بڑے ممنون انداز میں کہا تو انہوں نے اس کی پیشانی پر پیار کر لیا۔

''ارے بیٹا تم ہماری بیٹی ہو پہلے تو لاعلمی میں جو ہوا سو ہوا مگر اب تو میں انشاء اللہ زبیر کا سایہ بھی تم پر نہیں پڑنے دوں گا۔تمہیں گھبرانے یا پریشان ہونے کی قطعی کوئی ضرورت نہیں جاؤ' شاباش آرام کرو۔'' ساجد صاحب نے پدرانہ شفقت سے کہا تو وہ سکون کے ساتھ اپنے کمرے میں آ گئی۔

"اوہو! وہ یہاں بھی نہیں ہے۔یہ بڑھیا اسے کہاں لے اڑی ہے۔"
زبیر جب سے وہاں سے آیا تھا تپا ہوا پھر رہا تھا۔غصے سے اس کے دماغ کی رگیں بھی پھٹنے والی ہوگئی تھیں۔

"یہ بھی ہوسکتا ہے انہوں نے غلط بیانی سے کام لیا ہو ورنہ وہ بچی ہے اور بڑھیا کا تو کوئی ٹھکانا نہیں تھا' کہاں جاسکتی ہیں وہ لوگ شہباز کا پتا تم پہلے ہی کاٹ چکے ہو۔"

"نہیں نہیں وہ تو بالکل بے خبر ہے وہ تو مجھ سے کہہ رہا تھا کہ دیبا کو ساتھ لے آتے وہ تو اچھا ہوا کہ میں نے پہلے نہیں پوچھ لیا ورنہ مجھے بھی جواب دہ ہونا پڑتا۔"

زبیر بری طرح گھبرایا ہوا تھا۔پریشان تھا کہ آخر دیبا گئی کہاں۔

"ایک یہ ہی ایسا ٹھکانا تھا جہاں وہ سو فیصدی ہوسکتی تھی لیکن اب وہ یہاں بھی نہیں تو پھر کہاں جاسکتی ہے؟ شہباز بھی ملک میں نہیں کہ اس پر شبہ کیا جا سکے۔خیر دیبا رانی تم میری ضد ہو تمہیں تو میں پاتال سے بھی ڈھونڈ نکالوں گا اور اس بڑھیا کو تو چھوڑوں گا نہیں۔ٹھیک ہے وہ لڑکی ٹیڑھی کھیر ضرور تھی مگر اس مکار بڑھیا نے تو اسے باغی کر دیا ہے اور اب لے کر جانے کہاں فرار ہوگئی ہے۔" زبیر نے زور سے ہاتھ پر مکا مارا اس وقت وہ تلملایا ہوا چوٹ کھایا ہوا سانپ لگ رہا تھا۔اظہر بس اس کو دیکھ کر رہ گیا۔

♥ ...... ♥ ...... ♥

"**ہیلو** ...... ہیلو کہاں ہو بھئی؟"
لان میں کرسی کی پشت سے سر ٹکائے دیبا سورج کے ڈوبنے کا منظر دیکھ رہی تھی۔اس کے ذہن میں وہ منظر گھوم گیا جب وہ عائشہ کے ساتھ بیٹ منٹن کھیل رہی تھی کہ شہباز آ گیا تھا۔عائشہ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر شہباز کی طرف متوجہ ہوگئی تھی۔تب اسے وہ کتنا برا لگا کرتا تھا اور آج ...... آج اس کی یاد آنکھوں کو نم کر جاتی تھی۔کبھی ناگوار گزرنے والا وقت کتنا قیمتی ہو جاتا ہے۔

"کچھ نہیں یوں بھی ڈوبتے سورج کی کرنیں دیکھنے کا لطف ہی اور ہوتا ہے۔"

"یہ منظر راول ڈیم پر اور بھی زیادہ حسین اور دلکش نظر آتا ہے چلیں وہاں پر۔"

عدنان نے اس کے چہرے پر منعکس شعاعوں کو دیکھتے ہوئے کہا تو اداس سی مسکراہٹ دیبا کے لبوں پر آ گئی۔

"نہیں عدنان تھینکس میں نے پہلے ہی کہا تھا جگہ سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔"

"دیکھو دیبا زندگی میں انسان کو ہر طرح کے موسموں کو دیکھنا اور برداشت کرنا پڑتا ہے۔کبھی خوشی، کبھی غم کے موسم تو آتے جاتے رہتے ہیں اتنی کم ہمت تو تم نہیں لگتیں کہ موسموں کی یہ تبدیلی تمہیں توڑ دے۔" عدنان نے بغور اس کے ملیح چہرے کو دیکھا۔دیبا نے عدنان کی طرف دیکھا تو وہ اس کی آنکھوں میں دیکھنے لگا۔

"ہاں یہ بے حد اہم سوال ہے میری زندگی کا جواب ابھی دوں یا سوچ کر۔"

"سوچنے کے لئے مسٹر دماغ کی ضرورت ہوتی ہے اور غالباً آپ کا سر اس چیز سے فارغ ہے۔" دیبا شوخی سے بولی۔

"دیبا" وہ احتجاجاً غرا کر ہنس پڑا اور دونوں کی مسکراہٹ کا یہ منظر ساجد صاحب نے اپنے کمرے کی کھڑکی سے اپنی آنکھوں میں قید کر لیا، وہ خوش ہو کر لبنیٰ کی طرف پلٹے جو ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے بیٹھی میک اپ صاف کر رہی تھی۔

"بیگم صاحبہ ذرا یہاں آیئے۔" شوہر کے حکم پر لبنیٰ جلدی سے کھڑکی کے قریب آ گئی۔

"کیسا منظر؟" ساجد صاحب نے عدنان اور دیبا کو دیکھا جو کسی بات پر

مسکرا رہے تھے۔

"زبردست شام کا منظر تو ہوتا ہی دل فریب ہے۔" لبنیٰ کے جواب پر ساجد صاحب کو غصہ سا آ گیا۔

"میں شام کے منظر کی نہیں ان دونوں کی بات کر رہا ہوں کیسے لگ رہے ہیں۔"

"اوہ اچھا اچھا، ہاں ماشاء اللہ دیبا اور عدنان کی خوب دوستی ہے دانی اپنی تمام مصروفیات بھول گیا ہے۔جب سے دیبا آئی ہے اسی کی دل جوئی میں لگا رہتا ہے۔"

"جب انسان کسی کی خاطر اپنا سب کچھ بھلا دیتا ہے تو اس کا کیا مطلب ہوتا ہے۔"

"ساجد آج تو آپ پہیلیاں بجھوانے کے چکروں میں ہیں، کیا مطلب ہے آپ کا۔" لبنیٰ واقعی نہیں سمجھ پا رہی تھی کہ وہ کیا کہنا چاہ رہے ہیں۔

"انتہائی لاپرواقسم کی والدہ ہیں آپ ارے جب بچے بڑے ہو جاتے ہیں تو مائیں بیٹوں کے لئے دلہن کی تلاش شروع کرتی ہیں اور آپ ہیں کہ۔"

"اوہ سمجھی آپ کا اشارہ دیبا اور عدنان کا رشتے۔"

"جی حد ہو گئی اتنی سمجھ کا ثبوت آپ نے پہلے دیا ہوتا تو آپ سے شادی نہ کرتا بلکہ کسی سمجھدار سی۔" ساجد نے لبنیٰ کو چھیڑا۔

"اچھا زیادہ اترایئے مت ویسے ساجد واقعی میرے ذہن میں یہ بات نہیں آئی تھی۔ماشاء اللہ چاند سورج کی جوڑی رہے گی۔"

"ہوں اب اس بات پر ہمیں سنجیدگی سے غور کرنا ہے، بچی خوبصورت بھی

ہے اور صاحب جائیداد بھی' کوئی ایسا وارث بھی نہیں اور۔"

"ساجد بات تو آپ کی درست ہے مگر لوگ یہ نہ کہیں کہ جائیدار کی خاطر بچی کو اپنے بیٹے سے بیاہ دیا۔"

"دیکھو لبنیٰ لوگوں کا کیا ہے ان کو تو افسانے گھڑنے ہوتے ہیں مگر ہم تو حقیقت جانتے ہیں۔اگر اس کا کوئی وارث ہوتا تو وہ بھی اس کے بارے میں فیصلہ کرتا اب ہم اس معصوم بچی کو زبیر جیسے عیار و مکار پرست انسان کے حوالے تو کرنے سے رہے۔

خدا کے فضل سے ہم میں کسی بات کی کمی ہے' ہمیں بھی اللہ نے عزت' دولت' سب کچھ نواز رکھا ہے اور الحمد اللہ ہمارا بیٹا بھی قابل' ذہین اور خوبرو جوان ہے۔دیبا کی جائیداد اسی کے نام رہے گی۔ہاں ہمیں یہ اطمینان رہے گا کہ بچی سکون سے ہے خوش ہے' نیتوں کے بھید اللہ جانتا ہے۔میں محض بچی کی وجہ سے ایسا کہہ رہا ہوں تم اس سے بات کر دیکھو اگر وہ تیار ہو تو ٹھیک ورنہ وہ ہماری بیٹی تو ہے ہی۔"

"بات تو آپ کی بالکل درست ہے ساجد۔"

"تو پھر اماں بی سے بات کرو تاکہ وہ دیبا کی رضامندی معلوم کر لیں اگر وہ مان جاتی ہے تو ہم کوئی رسم ادا کر کے زبیر پر ہاتھ ڈال سکتے ہیں۔ورنہ وہ جس قدر ذلیل آدمی ہے ہم پر بھی کوئی الزام لگا سکتا ہے کیونکہ بہرحال وہ دیبا کے خالو کی حیثیت اب بھی رکھتا ہے۔"

"چلیں ٹھیک ہے' میں اماں سے بات کرتی ہوں اگر دیبا بخوشی راضی ہو گئی تو ٹھیک ہے ورنہ کہیں اور اس کا رشتہ دیکھیں گے۔اب بچی کو زبیر کے

حوالے تو کرنا نہیں۔خبیث آدمی نے برباد کر کے رکھ دیا ہے سب کچھ بیچاری عائشہ کو تو اس نے نجانے کیا گھول کر پلایا تھا کہ دیوانی ہی ہو گئی تھی۔"

"اس میں تمہارا بھی تو قصور ہے۔اس نے تو تمہاری رائے کو اہمیت دی تھی۔کاش کہ میں پہلے اس شخص سے مل لیتا تو عائشہ کو اس سے شادی کا ہرگز مشورہ نہ دیتا۔"

"پہلے کیا خبر ہوتی ہے' ساجد پہلے تو ایسا تھا کہ اس سے اچھا کوئی اور نہ ہو گا۔ظاہری پرسنالٹی تو آپ خود دیکھ چکے ہیں۔کسی قدر خوبرو اور وجیہ آدمی ہے یہ تو اپنی وجاہت سے ابھی بھی لڑکیوں کو بے وقوف بنا سکتا ہے۔"

"اچھا خیر دفع کرو اس کو تم اماں سے بات کرو۔میں چاہتا ہوں کہ اس کے کچھ کرنے سے پہلے ہمارے ہاتھ اتنے مضبوط ہو جائیں کہ وہ کوئی بدتمیزی نہ کر سکے۔وہ دیبا کو حاصل کرنے کے لئے کوئی راستہ بھی اختیار کر سکتا ہے اور ہمیں ابھی کچھ کرنا ہے۔تم اماں سے آج ہی بات کرو۔"

"اچھا چلیں کل بات کروں گی آگے جو خدا کو منظور۔"

"ارے لبنیٰ بیٹی خدا تمہارا بھلا کرے جو بات میں نہ کہہ سکی وہ تم نے کہہ دی۔ چندا مجھے اور کیا چاہیے میں تو یہی چاہتی تھی مگر چھوٹا منہ تھا۔ میں اتنی بڑی بات کہہ نہیں سکتی تھی۔"

"چلیے اماں تو پھر دیبا سے بات کریں' اللہ کا نام لے کر بسم اللہ کرتے ہیں۔ کوئی رسم ادا کر کے اعلان کر دیتے ہیں پھر زبیر بھی کچھ نہ کر سکے گا۔"

"اماں بی دیبا اگر خوشی سے مان جائے تو بہتر ورنہ زبردستی نہیں کرنی یوں بھی اتنی سی عمر میں اس معصوم نے اتنے صدمے برداشت کیے ہیں کہ میں نہیں چاہتی کہ ہماری طرف سے کوئی ایسی بات ہو۔ وہ بڑے مان اور اعتماد سے یہاں آئی ہے اگر وہ نہیں مانتی تو کوئی بات نہیں دنیا میں اچھے لوگوں کی کمی تو نہیں ہم کوئی اور ......"

"اے کیوں نہ مانے گی' اپنا گھر ہے جیسے وہاں راج کرتی تھی ویسے یہاں کرے گی۔ خدا تمہارا بھلا کرے لبنیٰ بیٹی تم نے تو میرا بہت بڑا بوجھ ہلکا کر دیا ہے۔"

"چلیں تو پھر کوئی مناسب وقت دیکھ کر دیبا سے بات کرلیں آپ۔" لبنیٰ اٹھ کر دوسرے کمرے میں آ گئی۔ گھر میں آج کل جو باتیں ہو رہی تھیں فرحین کو بھی پتا تھیں۔ وہ بے حد خوش تھی کہ دیبا اس کی بھابھی بنے گی۔ اس کے پیارے بھائی کی دلہن اور یہ خبر اس نے عدنان کو بھی سنا ڈالی تو خوشی کی تمام دھنیں اس کے دل کے ساز پر گونج اٹھیں۔ فضا میں دھنک سی بکھر گئی۔ کتنی بڑی خوش خبری تھی یہ مگر وہ چپ چاپ بیٹھا رہا تو فری چڑ گئی۔

"کیا بات ہے بھائی اتنی بمباٹ قسم کی خوشخبری سنائی اور تم۔"

"یہ خوشی ابھی بے یقینی کے طوفان میں گھری ہے فری جب یقین کے ساحل پر آن لگے گی تو خدا کے شکر کے ساتھ خوشی مناؤں گا۔"

"اور جناب کو یہ بے یقینی کیوں ہے؟"

"دیبا ...... میرا نہیں خیال کہ دیبا تیار ہو گی اس بندھن کے لئے۔"

"کیسی باتیں کرتے ہو بھائی وہ بھلا انکار کیوں کرنے لگی۔"

"دیکھو فری ہر انسان کی اپنی پسند ہوتی ہے کوئی نہ کوئی آئیڈیل ہوتا ہے کیا خبر اس کے آئینۂ دل میں کسی اور کی شبیہ ہو۔" اس نے گہری سانس کے ساتھ کہا۔

♥......♥......♥

"یہ کیا کہہ رہی ہیں آپ اماں بی!" گو کہ دیبا کے لئے یہ خبر غیر متوقع نہیں تھی پر بھی افسوس ہوا تھا اسے۔

"بیٹی شادی تو تمہیں ایک نہ ایک دن کرنا ہی ہے۔ میں تو تمہارا ایسا سہارا ہوں جو کسی وقت بھی ختم ہو سکتا ہے۔ لبنیٰ تمہاری خالہ کی سہیلی ہے۔ ساجد تمہیں بیٹی سمجھتا ہے' عدنان بہت اچھا لڑکا ہے۔ سوچ لو بیٹی یہ تو گھر کی بات ہے' نئے لوگ نجانے کیسے ہوں اور اس خبیث زبیر سے بھی چھٹکارا اسی صورت میں ممکن ہے کہ تمہارا نکاح کسی سے کر دیا جائے۔ ورنہ وہ پھر آ جائے گا اور وہ ابھی بھی تمہارے خالو کی حیثیت رکھتا ہے۔"

"اماں بی ......" وہ بے بسی سے اماں کو دیکھ کر رہ گئی۔

"بیٹی جو تقدیر میں لکھا ہو' وہی ہوتا ہے اگر عائشہ ہوتی تو حالات اور ہوتے مگر اب جب کہ وہ نہیں ہے تو یہ لوگ جو تمہارے ہمدرد ہیں۔ تمہیں اتنا چاہتے ہیں کہ تمہیں

ان کے بارے میں ضرور سوچنا چاہیے اور پھر عدنان میں کمی کیا ہے۔ پڑھا لکھا خوبصورت لڑکا ہے' سوچ لو اچھی طرح ان کو جواب جلدی چاہیے کیونکہ اگر عدنان نہیں تو وہ کسی بھی اچھے سے لڑکے کے ساتھ تمہارا رشتہ کر کے زبیر سے بچانا چاہتے ہیں۔"

اماں بی تو کب سے اٹھ کر جا چکی تھیں مگر وہ بے حس و حرکت ان کے الفاظ کی گونج میں بیٹھی تھی کیا کہہ گئی تھیں اماں بی' حقائق کی خوفناک تصویریں بھی تھیں۔ اس کے سامنے اس نے کب ایسا سوچا تھا کہ کبھی وقت و حالات جس راستے پر اسے ڈال دیں گے۔ اسے نہ چاہتے ہوئے بھی اس پر چلنا ہو گا وہ پوری کی پوری ماضی میں کھو چکی تھی۔ اس نے تو شادی کا کبھی سوچا بھی نہیں تھا مگر حالات نے اسے ابھی سے اس بندھن کے لیے مجبور کر دیا تو شہباز چھم سے نگاہوں سے اتر آیا۔ کتنی عجیب بات تھی کہ وہ قریب تھا تو اس کی اہمیت کا اندازہ نہیں تھا اور اب جب کہ وہ کہیں کھو گیا تھا تو دل کے قریب ہو کر آنکھوں میں آن بسا تھا مگر وہ تو اتنا بے وفا تھا کہ ایک بار پلٹ کر بھی نہ دیکھا تو وہ کیوں اسے یاد کر رہی تھی۔ دل سے اٹھنے والی کسک کیوں اس کے نام ہو گئی تھی۔ دوسری طرف یہ سب لوگ تھے زندگی کے تلخ حقائق تھے زبیر تھا' اسے عدنان جیون ساتھی کے لحاظ سے بالکل پسند نہیں تھا وہ اچھا دوست تھا اور بس' مگر اسے دوسری حیثیت میں قبول کرنا وہ ٹوٹ کر رہ گئی۔

"میرے خدا یہ کیسی آزمائش ہے مجھ پر کہ یہ زبیر کا پیالہ نہ چاہتے ہوئے پینا پڑے گا۔ کاش ...... کاش ...... شہباز تم نے ایسا نہ کیا ہوتا۔" وہ تکیے میں سر دے کر بری طرح رو پڑی۔

♥ ...... ♥ ...... ♥

"صبر کرو شہباز کیا کیا جا سکتا ہے نجانے اس خبیث زبیر نے کس طرح اس کو منایا ہو گا۔ بیچاری دیبا اور اگر ایسا ہوا ہے ناں شہباز اس کے ذمہ دار تم ہو تم نے خود اسے کھویا ہے۔ کبھی کبھی یہ انا کی تلوار خود اپنے اوپر بھی چل جایا کرتی ہے اور دوسرے کو بھی کاٹ کر رکھ دیتی ہے اور تم۔"

رضوان آج ہی واپس آیا تھا۔ شہباز کو سمجھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"اک انا ہی تو تھی میرے اور اس کے بیچ اور کون سا تعلق تھا نہ دوستی نہ دشمنی نہ نفرت نہ محبت نہ کسی احساس کی کونپل نہ جذبے کا لمس کچھ بھی تو نہیں تھا۔ میرے اور اس کے درمیان تو پھر' پھر میں کیسے ہاتھ آگے بڑھاتا۔"

"تم نے اچھی طرح پوچھنا تو تھا۔ ہوسکتا ہے زبیر نے کسی اور سے شادی کی ہو' نجانے کیوں میرا دل نہیں مانتا کہ دیبا اس کے ساتھ شادی پر تیار ہو سکتی ہے۔ یہ کوئی معمولی بات نہیں' چلو اٹھو میں خود معلوم کرتا ہوں۔"

رضوان نے شکستہ بیٹھے شہباز کو بازو سے پکڑ کر اٹھایا۔

"خدا کرے ایسا ہی ہو مگر رضوان پھر دیبا کہاں جا سکتی ہے۔ ایک جو ٹھکانا تھا لبنیٰ باجی وہ تو اک عرصہ سے امریکہ میں ہیں۔"

"ہوسکتا ہے وہ امریکہ سے واپس آ گئی ہوں تم پتا تو کرو۔" رضوان نے کہا تو شہباز کے دل میں امید کی شمع جھلملا اٹھی۔

* * *

"ارے میرے خدا نے مجھے پھر سے میرے بچے سے ملا دیا' خدایا تیرا شکر ہے' کب آئے بیٹا شہباز تم۔" اماں بی شہباز کو دیکھ کر بے حد خوش ہوئی تھیں۔

"زیادہ عرصہ نہیں ہوا اماں آپ لوگ یہاں کب آئے۔"

"ارے چندا یہ تو پوچھو ہی مت' اس درندے زبیر نے جینا حرام کر دیا تھا اس کی نظر میری دیبا پر تھی۔ وہ تو خدا نے کامی کو وسیلہ بنا دیا اور اللہ نے ہمیں یہاں پہنچا دیا۔"

اور پھر اماں بی نے ساری تفصیل ان دونوں کو بتا دی یہ باتیں سن سن کر شہباز کا خون کھولتا رہا۔

"اماں بی آپ سے کہا بھی تھا کہ کوئی بھی مسئلہ ہو' آپ فون کر دیں فیکس

کر دیں بس اتنا ہی وقت لگتا جو جہاز میں ہوتا مگر۔“

”ارے میں کس قابل تھی کیا کرتی کہاں سے فون کرتی میں تو اکیلی تڑپتی رہی، ہولتی رہی مگر سوائے خدا کے کسی کو کچھ نہیں بتا سکتی تھی اور میرے مولا نے ہمیں جیسے اڑا کر یہاں پہنچا دیا اور تمہارا کارڈ تو دیبا نے تمہارے سامنے ہی پھاڑ دیا تھا اور شہباز بیٹے مجھے تو تم سے بہت گلہ ہے۔“

اماں بی نے خاموش بیٹھے شہباز کو دیکھا تو ایک زخمی سی مسکراہٹ اس کے ہونٹوں پر آ کر دم توڑ گئی۔

”مجھ سے تو تمام حق ہی چھین لیے گئے تھے اماں بی۔“

”اے لو، یہ کیا بات ہوئی، ایک تم ہی تو اس دنیا میں دیبا کے اپنے تھے تم نے بھی پلٹ کر اس کی خبر نہ لی کہ وہ مردود زبیر کیسا سلوک کر رہا ہوگا۔اس کے ساتھ وہ تو خدا کا شکر ہے کہ میرے مولا نے مجھے ہمت دی اور اپنی بچی کے ساتھ رہی ورنہ تم تو بالکل غائب ہی ہو گئے تھے۔“

”میں کیا کرتا اماں بی دیبا نے ہی گرد کی طرح جھاڑ کر الگ کر دیا تھا مجھے پھر کس ناتے میں خیر خبر رکھتا۔“ شہباز بھی خاصا خفا تھا دیبا سے۔

”خیر چلو اچھا ہوا ...... تم لوگ وقت پر ہی آ گئے۔اتنا بڑا اہم کام میں اکیلے نہیں کر سکتی تھی۔“

”اہم کام؟ کیسا اہم کام اماں بی۔“ دونوں بری طرح چونک گئے اماں نے بڑی گہری اور معنی خیز نگاہوں سے شہباز کو دیکھا پھر گہرا سانس لے کر پان بنانے لگیں گو کہ ان کو عدنان میں بھی ایسی کوئی برائی نظر نہیں آتی تھی مگر جانے کیوں وہ چاہتی تھیں کہ دیبا کی شادی شہباز ہی کے ساتھ ہو۔

”ہاں بیٹا بات یہ ہے کہ لبنیٰ بیٹی چاہتی ہے کہ اپنے بیٹے عدنان کے ساتھ دیبا کی شادی کر دیں۔“ الفاظ تھے کہ چاروں طرف پھٹنے والے بم، شہباز کو لگا جیسے چھت اس پر آن گری ہو۔اس کی حالت بالکل ایسے مسافر کی سی ہو گئی جس نے اندھا دھند بھاگتے ہوئے ٹرین تک رسائی حاصل کی اور پاؤں اٹھایا ہی تھا کہ ٹرین چل پڑی اور وہ اسے دیکھتا رہ گیا ہو۔

”یہ ...... یہ کیا کہہ رہی ہیں اماں بی آپ۔“ رضوان نے دکھی نظروں سے شہباز کو دیکھتے ہوئے کہا جس کے چہرے پر تاریکی چھا گئی تھی۔

”دیبا خوش ہے اماں بی۔“ شہباز کی آواز کہیں دور سے آئی اور اس سے پہلے کہ اماں بی جواب دیتیں دیبا جو کہ عدنان کے شدید اصرار پر اس کے ساتھ چلی گئی تھی اور اب اس کے کسی لطیفے پر بے ساختگی سے ہنستے ہوئے اندر داخل ہوئی تو شہباز کے ہاتھ میں کپ لرز گیا۔

دیبا کی اس پر نظر پڑی تو جیسے اس کی سحر طلوع ہو گئی ہو۔شہباز کو زندگی میں دوبارہ دیکھنے اور ملنے کی خواہش اتنی شدید تھی کہ بے اختیار ان کی طرف لپکی۔

”ارے ...... آ ...... آپ لوگ ...... کب آئے رضوان بھائی آپ لوگ۔“ یہ خوشی اتنی اچانک اور بے ساختہ تھی کہ وہ بے قابو سی ہو کر دونوں کو دیکھے گئی۔

”کیسی ہیں دیبا ٹھیک تو ہیں؟“ رضوان نے شہباز کو پھر دیبا کو دیکھتے ہوئے کہا تو وہ سب کچھ بھول کر ان کے پاس ہی بیٹھ گئی۔رضوان کی بات پر ایک شاکی سی نظر شہباز پر ڈال کر رہ گئی۔

”آپ لوگوں نے تو جیسے ہمیں بھلا ہی دیا تھا کوئی خبر ہی نہ لی نہ دی۔“

"بھول جانے کا حکم بھی تو آپ کا ہی تھا۔"

ایک جملے میں شہباز نے وہ سب کچھ کہہ دیا جو کبھی کہہ نہیں سکا تھا۔

"بعض اوقات انسان جو کہنا چاہتا ہے وہ نہیں کہہ پاتا اور وہ کہہ جاتا ہے جو اس کا مقصد نہیں ہوتا۔ خیر چھوڑیں اس بات کو رضوان بھائی اب آپ کا کیا پروگرام ہے؟"

یہ شکوے تو دیبا کو بھی شہباز سے تھے وہ کچھ کہتے کہتے بات کا رخ رضوان کی طرف موڑ کر پوچھنے لگی۔ وہ جو کسی گہری سوچ میں تھا ایک دم چونک گیا۔

"ہاں وہ بس اب تو ملک میں سیٹل ہونے کا پروگرام ہے۔"

"اچھا اماں بی ہم چلتے ہیں۔" شہباز اچانک ہی اٹھ کھڑا ہوا' سب اس کو حیرت سے دیکھنے لگے۔

"ارے شہباز کوئی ضرورت نہیں کہیں جانے کی' کھانا کھا کر جانا بلکہ جتنے دن تمہارا کام یہاں ہے یہیں رہو ہمارے گھر۔"

لبنی نے بڑی محبت سے شہباز کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا تو اس کی نظریں دیبا کی طرف اٹھ گئیں۔

"شکریہ لبنی باجی ہمارا کام تو ہو گیا ہے اور ہو سکتا ہے ہم کل واپس چلے جائیں۔"

"شہباز بیٹے اتنے عرصے بعد آئے ہو ابھی تو جی بھر کے دیکھا بھی نہیں اور تم چل دیئے۔" اماں بی نے بڑی محبت سے اپنے دل کی بات کی تھی مگر دیبا کو لگا جیسے انہوں نے اس کی خواہش کو زبان دے دی ہو۔

"اس جی ہی کا تو رونا ہے اماں بی نہ بھرتا ہے نہ بھلاتا ہے بس بے کل سا

رہتا ہے۔ خیر دیبا یہ لفافہ بابا کی فائل سے نکلا ہے۔ چاہیں تو پڑھے بغیر پھاڑ کر پھینک دیں اور چاہیں تو پڑھ لیں ہر بات کی طرح یہ بھی آپ کی مرضی اور خوشی پر منحصر ہے۔"

شہباز نے وہی لفافہ جیب سے نکالا اور دیبا کی طرف بڑھایا اس نے کچھ نہ سمجھتے ہوئے لفافہ لے لیا تو وہ کچھ دیر اسے دیکھتا رہا پھر ایک دم رضوان کی طرف مڑا۔

"چلو رضوان اچھا اماں بی اجازت دیں۔"

شہباز اماں بی کے سامنے ذرا سا جھک گیا تو انہوں نے اس کے سر پر ہاتھ رکھ دیئے۔

"دل تو نہیں چاہتا بیٹے مگر۔"

"بہت سی باتوں کے لئے ہمارا دل نہیں چاہتا اماں! مگر ہمیں نہ چاہتے ہوئے بھی کرنا پڑتی ہیں اچھا خدا حافظ۔"

دیبا پر الوداعی نظر ڈال کر' عدنان سے ہاتھ ملا کر رضوان اور شہباز باہر نکل گئے تو دیبا کا دل ویران سا ہو گیا وہ لفافہ لیے اپنے کمرے میں آ گئی۔ اس وقت اس کا دل کچھ بھی کرنے کو نہیں چاہ رہا تھا بس شدت سے رونا آ رہا تھا شہباز کو دیکھ کر اسے کتنی خوشی ہوئی تھی۔ کتنی اپنائیت کا احساس ہوا تھا پھر یوں ہی بے دلی سے اس نے لفافہ کھولا' خط پڑھ کر وہ خوشی سے بھاگتی ہوئی اماں بی کے کمرے میں آ گئی۔

"اماں بی' اماں بی آپ نے لبنی آنٹی کو کوئی جواب تو نہیں دیا ناں۔" خوشی سے اس کا چہرہ تمتما رہا تھا۔ اماں بی حیرت سے دیکھنے لگیں۔

’’نہیں جب تم نے ہی ابھی تک مجھے ہاں ناں کا جواب نہیں دیا تو میں ان کو کیا جواب دیتی' چپ ہوں بس یہ کہہ دیا تھا کہ دیبا جو جواب دے گی وہی میرا جواب ہوگا۔‘‘

’’تو بس اماں آپ ان سے کہہ دیں' دیبا اس رشتے پر تیار نہیں۔‘‘

’’مگر کیوں بیٹی؟‘‘ اماں بی نے تشویش سے اسے دیکھا۔

’’یہ دیکھیں اماں یہ خط جو شہباز دے کر گیا ہے۔ میرے ابو کے ہاتھ کی تحریر ہے جو قریشی انکل کے نام ہے۔ جس میں انہوں نے میرے اور شہباز کے رشتے کی بات طے کی ہے۔ اماں بی میرے ابو کی تحریر میرے دل کی آواز بن گئی ہے تو ...... تو میں کفرانِ نعمت کیوں کروں۔ عدنان بھی اچھا ہے سب اچھے ہیں مگر اماں بی میں ...... شہباز کے علاوہ کسی اور کو ...... نہیں پلیز آپ طریقے سے آنٹی کو منع کر دیں۔ پلیز ......‘‘

چاہ تو خیر اماں بی بھی یہی رہی تھیں مگر انکار کا مرحلہ ان کو دشوار لگ رہا تھا وہ سوچ میں پڑ گئیں۔

♥ ...... ♥ ...... ♥

شہباز جب سے دیبا سے مل کر آیا تھا بہت مضمحل تھا۔ اس نے دیبا کو بہت مختلف روپ میں دیکھا تھا۔ اس کی آنکھوں میں عدنان کی موجودگی میں بھی اس کو اپنا عکس صاف دکھائی دے رہا تھا۔ وہ اس سے زیادہ خود کو کوس رہا تھا۔

’’میں نے تم سے پہلے ہی کہا تھا جلد بازی نہ کرو' نہ جاؤ صرف تمہارے

چلے جانے کی وجہ سے دیبا کو یہاں آنا پڑا اور ظاہر ہے جب تم اتنے بے خبر رہے تو وہ کب تک تمہارے انتظار میں بیٹھی رہتی۔ جب کہ تم نے ایسا کوئی اشارہ بھی نہیں کیا تھا۔‘‘

شہباز کو خود پچھتاوا ہو رہا تھا۔

’’میں کیا کروں رضوان مجھے کسی کل قرار نہیں' میرے خواب' میری خوشیاں' میری دنیا ہی دیبا کے گرد گھومتی تھی۔ اب ...... اور اب۔‘‘

وہ بری طرح اپ سیٹ تھا۔ رضوان اٹھ کھڑا ہوا۔

’’چلو اٹھو ذرا گھومنے چلتے ہیں۔‘‘

پھر رضوان اسے زبردستی لے کر آ گیا اور شہباز دکھی دل کے ساتھ گھومتا رہا۔ کسی نظارے میں بھی تو دل نہیں لگ رہا تھا۔ وہ بے دلی سے پارک میں گھاس پر بیٹھا تھا' رضوان بھی قریب بیٹھا تھا۔ شہباز آسمان پر منتشر بادل کے ٹکڑوں کو دیکھتا رہا' نظریں نیچے آئیں تو وہ چونک کر ایک دم کھڑا ہو گیا۔

’’کیا ہوا ......؟‘‘ رضوان نے اس سے پوچھا۔

’’عائشہ باجی۔‘‘

"عائشہ باجی!" شہباز اور رضوان تو اس طرف بھاگ کھڑے ہوئے تھے جہاں وہ خاتون جس کو وہ عائشہ سمجھے تھے۔ایک عورت کا ہاتھ پکڑے خالی خالی نظروں سے آسمان کو دیکھ رہی تھی اور اب ان دونوں کو اپنی طرف آتا ہوا دیکھ کر چونک سی گئی تھی۔

"عائشہ باجی آپ آپ زندہ ہیں آپ زندہ ہیں۔ہمیں یقین نہیں آرہا کہ آپ......" شہباز نے عائشہ کا ہاتھ پکڑ کر بے چینی سے پوچھا تو وہ اس کو اجنبی نظروں سے دیکھنے لگی۔

"آپ لوگ کون ہیں جی کیوں اس بدنصیب کو تنگ کر رہے ہیں۔" اس خاتون نے شہباز اور رضوان کی طرف دیکھا جو عائشہ کو یوں اچانک زندہ دیکھ کر خوش تھے بھی اور پریشان بھی۔

"دیکھیے خاتون ہم ...... ہم ان کے اپنے ہیں۔یہ ہماری عائشہ باجی ہیں۔عائشہ باجی کیوں اجنبی بن رہی ہیں؟ یہ مذاق ہے تو ختم کریں پلیز' آپ کے بعد کیا قیامت آ گئی ہے۔کچھ اندازہ ہے آپ کو عائشہ باجی۔" شہباز جو دیبا کی وجہ سے بہت دکھی تھا۔عائشہ کو زندہ مگر ہوش و حواس سے بے بہرہ دیکھ کر وہ بھی ضبط چھوڑ بیٹھا۔

"ایسا مت کرو شہباز عائشہ باجی کی حالت ٹھیک نہیں ہے۔ان کی آنکھوں میں پہچان کی پرچھائیاں ہی نہیں اتریں جو ان کی دماغی غیر حاضری کا ثبوت ہے' سارا ڈرامہ میری سمجھ میں آ گیا ہے۔"

"مگر اب کیا کیا جائے۔"

"کرتے ہیں' کرتے ہیں کچھ۔" یہ کہہ کر رضوان عائشہ اور اس خاتون کی طرف پلٹا۔

"دیکھیے محترمہ ہم تو عائشہ باجی کے رشتے دار ہیں۔آپ اپنے بارے میں کچھ بتائیں۔" اس کی بات پر وہ خاتون جو پڑھی لکھی تو نہیں تھیں مگر سمجھدار ضرور تھیں۔کچھ دیر سوچتی رہیں پھر عائشہ کو دیکھا جو بار بار شہباز کو دیکھ رہی تھی۔

"ٹھیک ہے جی پھر آپ لوگ میرے گھر چلیں۔میں آپ لوگوں کو سب کچھ بتا دوں گی۔میں خود اس بی بی کی وجہ سے پریشان ہوں نہ کچھ بولتی ہے نہ بتاتی ہے۔چلیں میرے گھر چلیں۔" اور پھر وہ لوگ پہاڑی کی ڈھلان سے اتر کر نیچے وادی میں آ گئے۔یہ ایک چھوٹی سی غریب لوگوں کی بستی تھی۔چھوٹے چھوٹے پتھروں کے بنے گھر اپنے مکینوں کی طرح سادہ سے تھے۔

"ہاجرہ تم بی بی کو لے جا کر لٹا دو' تھکی ہوئی لگتی ہیں۔ میں بابو لوگوں سے بات کرتا ہوں۔ آئیں جی آئیں آج تو بڑی ٹھنڈ ہے' برف باری کے بعد جب ہوا چلتی ہے تو خون رگوں میں جمنے لگتا ہے۔" اس خاتون کے شوہر نے آگ کے قریب چارپائی بچھا کر ان کو بیٹھنے کو کہا۔

"دیکھیں عبداللہ صاحب' ہم بھی کوئی نازک چیز نہیں ہیں بس آپ ہمیں سب کچھ بتا دیں کہ عائشہ باجی آپ کو کہاں سے کس حال میں ملیں۔" رضوان نے آگ پر ہاتھ گرم کرتے ہوئے کہا۔

"یہ تو ہمارے لیے مر چکی تھیں۔ ان کو یوں زندہ دیکھ کر ہم بے حد خوش ہیں۔" شہباز نے بے قراری سے کہا تو عبداللہ نے سب کچھ ان کے گوش گزار کر دیا۔

"میرا چھوٹا بھائی کراچی میں مزدوری کرتا تھا مگر بدقسمتی سے ایک عمارت پر کام کرتے ہوئے وہ گر کر اللہ کو پیارا ہو گیا۔ میں ایک ٹیکسی پر جا رہا تھا کہ سنسان سے علاقے میں ایک گاڑی تباہ شدہ حالت میں نظر آئی' ڈرائیور اور میں نے جا کر دیکھا تو یہ بی بی زخمی حالت میں وہاں پڑی تھی۔" میں نے ڈرائیور سے کہا۔

"میرا بھائی تو مر چکا تھا وہ ہاسپٹل کے مردہ خانے میں پڑا ہے۔ یہ تو ابھی زندہ ہے اس کو ہاسپٹل لے چلتے ہیں۔ ہو سکتا ہے بچ جائے وہاں ہسپتال میں میں نے اس کو اپنی بہن ظاہر کر کے داخل کروایا سر پر چوٹ تھی ہوش آ گیا تو ڈاکٹر نے جانے کی اجازت دے دی۔ بھائی کی میت بھی گاؤں لائی گئی تھی اب چونکہ میں اس کو بہن کہہ چکا تھا نہ ہی میرے پاس وقت تھا کہ اس کے

وارثوں کو تلاش کرتا' اور نہ ہی اسے چھوڑ سکتا تھا۔ چنانچہ میں اس بی بی کو لے کر پنڈی آ گیا ہم نے بہت کوشش کی مگر نہ تو اس نے کبھی اپنا نام بتایا نہ ہی کوئی اتا پتا بتایا۔ بلکہ بات کرنا ہی اس کے لئے دشوار ہے۔ زبان لڑکھڑا جاتی ہے' ہر وقت خاموشی رہتی ہے۔ کبھی کبھی بہت زور سے چیختی ہے اور باہر نکل جاتی ہے۔ ایک سال ہو رہا ہے اس کی حالت میں کوئی فرق نہیں آیا میں غریب بندہ ہوں جی بڑی مشکل سے دو وقت کی روٹی کما پاتا ہوں تو اس کو ڈاکٹروں کے پاس کہاں سے لے جاتا۔ علاج کراتا' جب ایک بار بہن کہہ دیا تو اس ناتے ہر طرح سے اس کا خیال رکھتے ہیں' ہاجرہ میری بیوی اس کا بڑا خیال رکھتی ہے وہ جب کہتی ہے تو باہر لے جاتی ہے۔"

"ڈرامہ دیکھا شہباز میں نے کہا تھا ناں کہ اس ایکسیڈنٹ کے پیچھے بھی زبیر کا کوئی ڈرامہ ہے۔" عبداللہ سے حقیقت جان لینے کے بعد رضوان نے کہا تو شہباز کی رگوں میں خون کھولنے لگا' پھولوں جیسی عائشہ ایک پاگل کے روپ میں لاوارث پڑی تھی یہاں۔

"عبداللہ بھائی ہم آپ کے بے حد احسان مند ہیں کہ آپ نے عائشہ باجی کا خیال رکھا اس کا اجر اللہ آپ کو دے گا۔" شہباز نے عبداللہ کے ہاتھ تھام کر احسان مندی سے کہا۔

"انسان ہونے کے ناتے اگر ایک انسان دوسرے کے لئے اتنا بھی نہ کرے تو انسانیت کس بات کی جی' ویسے آپ لوگوں نے یہ نہیں بتایا کہ آپ ان کے کیا لگتے ہیں اور پھر شہباز نے عبداللہ کو ساری بات بتا دی۔"

"یہ تو محض اتفاق سے ایسا ہوا عبداللہ بھائی ہم کسی اور سلسلے میں یہاں

آئے تھے کہ خدا نے ان سے ملا دیا ورنہ ہم ان کو مردہ سمجھ کر صبر کر چکے تھے۔خدایا تیرا شکر ہے۔"

"اللہ کی شان بے مثل ہے جی وہ ناممکن کو ممکن یوں کر دیتا ہے کہ انسان سوچ بھی نہیں سکتا ہم نے کب سوچا تھا کہ اس بے چاری کا کوئی وارث آئے گا ہم تو بس۔"

"اب کیا ارادہ ہے رضوان۔" شہباز نے رضوان کی طرف دیکھا۔

"اب یہ ہے کہ عائشہ باجی کو لے کر چلتے ہیں۔اجازت ہے ناں عبداللہ بھائی۔"

"کوئی ایسی ویسی اجازت جی' میں تو اللہ پاک کے حضور شکرانے کے نفل پڑھوں گا کہ یہ بیچاری بی بی اپنے وارثوں کے پاس پہنچ گئی ہے۔عائشہ بالکل روبوٹ کی طرح ہو گئی تھی جیسا جو کہتا ویسا ہی کرتی۔شہباز کو اسے دیکھ دیکھ کر دکھ ہو رہا تھا۔عبداللہ اور ہاجرہ اس کو رخصت کرتے ہوئے آبدیدہ ہو رہے تھے۔

"ہم آپ کے بے حد احسان مند ہیں عبداللہ بھائی آپ لوگوں نے عائشہ باجی کا اتنا خیال رکھا' اللہ تعالیٰ ان کو صحت دے تو ہم پھر ان کو آپ کے پاس لے کر آئیں گے۔وہ خود آپ کا شکریہ ادا کریں گی۔"

"شکریہ وکریہ تو خیر رہنے دیں مگر جب بی بی ٹھیک ہو جائیں تو ہمیں ملوانے ضرور لائیے گا۔" عبداللہ نے عائشہ کے سر پر ہاتھ پھیرا تو پھیکی سی بے جان مسکراہٹ اس کے ہونٹوں پر آ گئی۔پھر وہ دونوں عائشہ کو لے کر ہوٹل آ گئے۔رضوان کا خیال تھا کہ دیبا کو خبر کر کے بلا لیا جائے جب کہ شہباز دیبا سے اس حد تک بدظن تھا کہ وہ اس بات پر تیار نہیں تھا۔

"کوئی ضرورت نہیں ہے اسے اپنی خوشیوں میں مگن رہنے دو۔" شہباز اس

سے بہت متنفر تھا۔

"اتنی بدگمانی بھی اچھی نہیں ہوتی شہباز تم نے اس کا چہرہ دیکھا تھا تمہیں دیکھ کر یوں کھل اٹھا تھا جیسے بہار میں پھول کھل اٹھتے ہیں۔اس کی آنکھوں کی چمک میں تمہارا سراپا صاف نظر آ رہا تھا ویسے بھی دیبا کی محبت عائشہ باجی کو جلد نارمل کر دے گی۔"

"ٹھیک ہے جو تم مناسب سمجھتے ہو کرو مجھے صرف یہ بتاؤ عائشہ باجی کی کنڈیشن کیسی ہے اور کیا حل ہے اس کا۔"

"دیکھو شہباز سب کچھ اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہوتا ہے تم دعا کرو ہم کوشش کرتے ہیں۔ان کا علاج کافی لمبا ہے دیبا کو ساتھ لے کر کراچی جانا پڑے گا۔"

"کوشش کر دیکھو وہ جانا چاہے گی اپنے سسرال والوں کو چھوڑ کر۔"

"توبہ ہے تم تو اس بیچاری سے خوانخواہ بدظن ہو گئے ہو۔"

"ہونہہ بیچاری' خود ہی جا کر اس کو اطلاع دے دینا میں ہرگز نہیں جاؤں گا۔"

"اچھا بابا میں خود چلا جاؤں گا تم فکر نہ کرو۔"

♥ ...... ♥ ...... ♥

"میں کیسے انکار کروں دیبا بیٹی میں نے تو لبنیٰ سے کہا تھا کہ میں تمہیں عدنان کے ساتھ شادی پر تیار کر لوں گی اور یوں بھی یہ لوگ اتنے اچھے ہیں اور کتنا چاہتے ہیں تمہیں۔" دیبا نے جب سے شہباز کا دیا ہوا خط پڑھا تھا وہ بے چین تھی۔

"اماں بی یہ چاہت ہی تو انسان کو کمزور کر دیتی ہے۔مجھے انٹی' انکل اور

فری' عدنان کی محبتوں سے کب انکار ہے۔انہوں نے تو مجھے اس وقت سہارا دیا
جب میرا اپنا سایہ بھی اپنا نہیں رہا تھا۔میں یہ بھی جانتی ہوں کہ یہ لوگ محض
میری محبت میں ایسا چاہ رہے ہیں۔ورنہ عدنان کو لڑکیوں کی کیا کمی ہے۔عدنان
بھی بے حد اچھا لڑکا ہے مگر دوستی کی حد تک۔وہ اچھا دوست ہے میرا اور
بس۔'' وہ اماں بی کے پاس آ کر بیٹھ گئی جو کافی الجھی الجھی نظر آ رہی تھیں۔

'' اماں بی میری زندگی میں اتنے موڑ آئے ہیں' کیا کچھ برداشت نہیں کیا
میں نے مگر اب میں سمجھ پائی ہوں کہ انسان کو اپنا بھی ادراک نہیں ہوتا۔وہ خود کو
بھی سمجھ نہیں پاتا اور یہ شہباز' آپ کو یاد ہے اماں بی میں کتنا چڑتی تھی اس شخص
سے مگر اب۔اب مجھے یوں لگتا ہے جیسے اس دنیا میں وہی میرا اپنا ہو۔اس کو کھو کر
میں کتنا پچھتائی ہوں یہ صرف خدا ہی جانتا ہے۔اب جب کہ وہ ملا ہے اور
میرے ابو کی خواہش میرے دل کی آواز ہے تو میں کیسے کسی اور کو قبول کر لوں۔''

'' یہ تو سب ٹھیک ہے بیٹی میں صرف یہ سوچتی ہوں کہ انکار کیسے کروں۔''

'' اماں بی جب آپ نے اقرار ہی نہیں کیا تو پھر مسئلہ کیا ہے۔آپ نے
ان سے یہ ہی کہا تھا ناں کہ مجھ سے پوچھ کر بتائیں گی تو اب آپ کہہ دیں کہ
آپ نے مجھ سے بات کی ہے اور میں عدنان سے شادی کرنے پر تیار نہیں۔''
اس کا جملہ ابھی ڈھنگ سے مکمل بھی نہیں ہوا تھا کہ عدنان بڑے فلمی انداز میں
اندر داخل ہوا۔دیبا اور اماں ایک دوسرے کو دیکھ کر چپ سی ہو گئیں۔عدنان
نے شوخی سے دیبا کو دیکھا۔

'' لڑکی ابھی ابھی میرے کانوں میں کسی کی شادی کا ذکر گھسا ہے جلدی
بتاؤ۔کس کی شادی' کس سے شادی؟ کہیں اسی شادی کا ذکر تو نہیں جس کا ذکر

میں کافی دنوں سے سن رہا ہوں' یعنی میری اور تمہاری شادی' اگر ایسا ہے تو
محترمہ! کسی خوش فہمی میں مت رہیے گا میں آپ جیسی نک چڑھی' منہ چڑھی' سر
چڑھی اور نیم کے درخت پر چڑھی لڑکی سے شادی کرنے پر تیار ہو
جاؤں۔سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اماں بی اگر پیدا ہو بھی گیا تو میں اس کا گلا ہی
دبا دوں گا۔حد ہو گئی' نہ جان نہ پہچان نہ درمیان میں محبت کے سلسلے نہ آئیڈیل
کا چکر چلے ہیں شادی کرنے۔'' عدنان کھوکھلے سے انداز میں بولے جا رہا
تھا۔دیبا شرمندہ ہو رہی تھی کہ اس نے ساری باتیں سن لی ہیں۔

'' سوری عدنان تم نے سن۔''

'' توبہ کرو لڑکی میرا تعلق کن سوئیاں لینے والی قوم سے ہرگز نہیں ہاں اتنا
ضرور ہے کہ جب انسان اپنا نام سنتا ہے تو اس پر انسانی کمزوری غالب آ جاتی
ہے اور وہ چھپ کر بات سننے کا اخلاقی جرم کر بیٹھتا ہے۔ویسے کبھی کبھی یہ جرم
کسی بہت بڑی غلطی سے بچا لیتا ہے۔اب دیکھو ناں اپنے بارے میں' میں
تمہاری رائے نہ سن لیتا تو محض تمہاری ہمدردی میں مجھے یہ زہر کا پیالہ پینا پڑتا
اور اپنی محبت کو موت کی گہری نیند سلانا پڑتا۔''

'' تو ...... تو اس کا مطلب ہے عدنان تم۔'' دیبا کو خوشی ہو رہی تھی اس کی
باتوں سے۔

'' سوال ہی پیدا نہیں ہوتا' انسان کو زندگی اپنے پسندیدہ لائف پاٹنر کے
ساتھ گزارنا چاہیے اب میں ...... خیر مبارک ہو۔تمہیں تمہاری منزل شہباز مل گیا
ہے۔'' عدنان کی آواز اندر کہیں گم ہوتی چلی گئی۔اسی وقت فرحین اندر آئی۔

'' دیبا وہ رضوان صاحب آئے ہیں۔''

"رضوان بھائی آئے ہیں۔چلیں اماں ۔" دیبا بہت خوش ہو کر بولی اور اماں کا ہاتھ پکڑ کر باہر نکل گئی۔عدنان اس کو دیکھتا رہ گیا۔

"کیا ...... کہا میری خالہ جانی زندہ ہیں' اماں ...... اماں بی میری خالہ جانی زندہ ہیں۔" دیبا نے عائشہ کے بارے میں سنا تو وہ دیوانی سی ہو گئی۔

"خدایا ہم تیرا شکرانہ کیسے ادا کریں۔ارے بیٹا کہاں ہے میری بچی اس کو یہاں کیوں نہیں لے کر آئے۔" اماں بے قراری سے بولیں۔

"رضوان بھیا مجھے ابھی خالہ جانی کے پاس لے کر چلیں اللہ میاں جی تیرا شکر ہے۔پلیز چلیں ناں۔" دیبا جو خوشی اور جوش میں رضوان کا ہاتھ پکڑے اصرار کر رہی تھی۔

"رضوان تمہیں چاہیے تھا عائشہ کو یہاں لے کر آتے خیر چلو ہم سب اس کو لے کر آتے ہیں ۔یہ تو بے حد خوشی کی بات ہے کہ خدا نے ہماری کھوئی ہوئی عائشہ لوٹا دی۔" لبنیٰ اور ساجد بھی تیار ہو گئے۔

"وہ تو ٹھیک ہے مگر لبنیٰ باجی وہ دراصل۔"

"کیا دراصل یہ وہ میری خالہ جانی ٹھیک تو ہیں ناں۔" دیبا نے جھٹکے سے رضوان کا ہاتھ چھوڑ کر پوچھا۔

"ہاں بالکل ٹھیک ہیں۔شہباز ان کے پاس ہے۔میں تو خیر چلیں آپ لوگ......" رضوان نے بات کرتے ہوئے کچھ سوچا پھر چلنے کو کہہ دیا تو سب سے پہلے دیبا گاڑی میں جا کر بیٹھی۔اماں بی مستقل اللہ کا شکر ادا کر رہی تھیں۔

♥......♥......♥

"ایسے اجنبی نظروں سے کیا دیکھ رہی ہیں۔خالہ جانی یہ میں ہوں ...... میں آپ کی بھانجی' آپ کی بیٹی جس کو آپ نے ہمیشہ اپنی جان سے زیادہ عزیز جانا خالہ جانی ہوش میں آئیں۔" عائشہ اجنبی نظروں سے دیبا کو سب کو دیکھے جا رہی تھی اور دیبا اس سے لپٹی روئے جا رہی تھی۔عائشہ اس کی باتیں سنتی رہی پھر ایک دم دونوں ہاتھوں میں سر تھام کر چیخنا شروع کر دیا تو رضوان نے سب کو منع کر دیا۔

"دیبا ابھی اتنا دباؤ ڈالنا درست نہیں' ہمارے لیے یہ بھی شکر کا مقام ہے کہ عائشہ باجی ہمیں معجزاتی طور پر زندہ مل گئی ہیں۔"

"رضوان بھائی خالہ جانی ٹھیک تو ہو جائیں گی ناں۔"

"ہاں ہاں کیوں نہیں دیبا آپ سب لوگ مل کر اللہ تعالیٰ سے دعا کریں۔ہم کوشش کرتے ہیں انشا اللہ عائشہ باجی بالکل ٹھیک ہو جائیں گی۔آپ اور شہباز مل کر کراچی جانے کے انتظامات کریں۔" رضوان کی بات پر دیبا نے شہباز کو دیکھا جو سراپا ناراضگی بنا ہوا تھا۔خفگی سے بھرپور اک نظر دیبا پر ڈال کر وہ باہر نکل گیا۔

عائشہ کا علاج ہو رہا تھا۔نجانے کون کون سے ٹیسٹ سے وہ گزر رہی تھی۔دیبا اس کی حالت دیکھ کر روتی رہتی۔اماں بی نے تو نجانے کون کون سے وظائف شروع کر رکھے تھے۔شہباز اور رضوان اس کے بارے میں بات کر رہے تھے۔اسی وقت دیبا اور عدنان کسی بات پر ہنستے مسکراتے ہوئے آئے۔دیبا شہباز کو دیکھ کر چپ سی ہو گئی پھر کچھ کہنے کے لیے شہباز کی طرف بڑھی مگر اس نے کچھ ایسی بے نیازی کا مظاہرہ کیا کہ دیبا کی بات اندر ہی رہ گئی۔

"آؤ دیبا تم کچھ کہنا چاہتی ہو؟" رضوان نے جلدی سے کہا۔

"جی وہ رضوان بھائی میں نے سوچا ہے کہ ہم خالہ جانی کو لے کر گھومنے جائیں۔عدنان کا خیال ہے کہ اس طرح ان پر خوشگوار اثر پڑے گا

اور میں بھی یہ چاہتی ہوں کہ اسی بہانے عدنان اور فری کو کراچی کی سیر بھی کرا دیں۔"

"بالکل ...... بالکل یہ تو بہت ہی اچھی بات ہے۔کیوں شہباز؟" رضوان نے اسے بھی شامل پروگرام کرنا چاہا مگر وہ اپنے کاغذات سمیٹ کر کھڑا ہو گیا۔ایک نظر دیبا پر ڈالی جو عدنان کے قریب ہی کھڑی تھی۔

"ہاں' ہاں کیوں نہیں بھئی' تفریح تو اچھی چیز ہے مگر میں تو اس سلسلے میں معذرت چاہوں گا۔کچھ ضروری کام ہیں وہ کرنے ہیں۔امید ہے آپ لوگ مائنڈ نہیں کریں گے۔"

"یہ کیسے جان لیا آپ نے کہ ہم مائنڈ نہیں کریں گے۔ارے جناب ہم تو پیٹ بھر کر مائنڈ کریں گے۔لو جی یہ کیا بات ہوئی کہ ہم آپ کے مہمان ہیں۔ہماری خاطر تواضع کرنا' ہماری سیر و تفریح کا خیال رکھنا آپ کا فرض عین ہے اور آپ ہیں کہ۔"

عدنان اس کے ہاتھ سے فائل لے کر ایک طرف رکھتے ہوئے بولا۔

"مس دیبا آپ کا خیال رکھ تو رہی ہیں؟"

اس کے لہجے کی کاٹ دیبا کے دل میں اتر گئی وہ گہرا سا سانس لے کر اس بدگمان شخص کو دیکھنے لگی جس کے لیے اس نے اللہ سے ڈھیروں دعائیں کی تھیں۔

"جناب ہم صرف مس دیبا ہی کے مہمان نہیں۔آپ کے بھی ہیں۔آپ دونوں کو ہمارا خیال رکھنا چاہیے۔ہم تو آپ کے ساتھ رہیں گے جہاں آپ جائیں گے۔وہاں ہم جائیں گے۔"

"اچھا تو چلیے میں تو واش روم جا رہا ہوں۔" اس کی بات پر شہباز نے مسکراتے ہوئے کہا تو عدنان بھی شوخ ہو گیا۔

"چلیے جناب ایسی کیا بات ہے۔لیکن ہم آپ کو خود کو بور کرنے کا موقع ہرگز نہیں دیں گے...... شہباز صاحب مہمان تو مہمان ہی ہوتے ہیں۔جانے کے لیے آتے ہیں۔ہم بھی چلے ہی جائیں گے ایسی بھی کیا بے زاری کہ۔"

عدنان کے گہرے لہجے میں کہے گئے یہ جملے شہباز کو شرمندہ سے کر گئے۔

"رائٹ آپ لوگ پروگرام بنائیے میں یہ فائل نسیم صاحب کو دے کر ابھی آیا۔"

"یہ ہوئی ناں بات۔"

عدنان نے دیبا کے ہاتھ پر ہاتھ مارا تو شہباز دیبا کو دیکھتا باہر نکل گیا۔

♥ ...... ♥ ...... ♥

"**شہباز** چلیں پھر آج عائشہ باجی کو ڈاکٹر محسن کے پاس لے کر جانا ہے۔" رضوان نے کہا تو شہباز کھڑا ہو گیا۔

وہ دونوں عائشہ کو لے کر ڈاکٹر محسن کے کلینک جا رہے تھے کہ عائشہ نے پانی مانگا۔قریب ہی ایک جوس کارنر تھا۔رضوان نے گاڑی سائیڈ پر لگا کر شہباز سے کہا۔جوس لے آئے وہ چلا گیا تو رضوان عائشہ سے کچھ بات کرنے کی

کوشش کرنے لگا مگر یوں لگ رہا تھا۔جیسے یہ سب پہلے ہو چکا ہو۔وہ الجھ کر سر تھام لیتی۔

"ریلیکس عائشہ باجی اللہ بہتر کرے گا؟"

رضوان نے اس کا شانہ دبا کر تسلی دی۔

"یار اظہر کیا تم بھی وہی دیکھ رہے ہو جو میں دیکھ رہا ہوں مگر عقل پریشان ہے کہ...... یہ...... عائشہ ہی ہے ناں۔"

کچھ ہی فاصلے پر زبیر اور اظہر کی گاڑی آ کر رکی تو پہلی نظر زبیر کی عائشہ ہی پر پڑی۔

"سو فیصد یہ وہی ہے یہ ڈاکٹر بھی وہی ہے اور یہ عائشہ ہی ہے۔یہ مردے بھی اب زندہ ہونے لگے۔"

دونوں ہی بری طرح پریشان ہو گئے تھے۔

"خدا کی شان تو ہر بات پر قادر ہے ایاز وہ مردے کو بھی زندہ کر سکتا ہے مگر یہ عائشہ تو...... اب کیا ہو گا۔"

"بے شک یار بچانے والی تو خدا کی ذات ہے۔بچ گئی ہو گی لیکن اب۔"

"خیر خیر اب بھی فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں۔تمہارے ذہین دوست کی ذہانت نہ تو ختم ہوئی ہے اور نہ ہی ایکٹنگ کمزور پڑی ہے۔ابھی دیکھنا کیسے پھر سے اس کو شیشے میں اتارتا ہوں۔"

زبیر کی آنکھوں میں عیارانہ چمک آ گئی۔وہ دروازہ کھول کر باہر نکل آیا۔

"زبیر ایسا مت کرو تم پھنس بھی سکتے ہو۔تمہاری بساط کے تمام مہرے پٹ چکے ہیں۔" اظہر نے روکا۔

"تم رکو تو سہی میں ابھی آیا۔"

پھر اظہر روکتا ہی رہ گیا مگر زبیر عائشہ کی گاڑی کی طرف بڑھ گیا۔

"عائشہ ...... ارے عائشہ تم ...... زندہ ہو۔رضوان یہ میری عائشہ ہی ہے ناں ...... یہ زندہ ہے ناں میں خواب تو نہیں دیکھ رہا۔"

وہ ایک ہی سانس میں بول گیا۔رضوان چونک کر زبیر کو دیکھنے لگا پھر عائشہ جو زبیر کو دیکھ کر خوف زدہ ہو کر رضوان کے قریب ہو گئی تھی۔

"عائشہ عائشہ میری جان اس طرح اجنبی نظروں سے نہ دیکھو۔میں نے دن رات دعائیں کی ہیں۔آج آج تم مل گئی ہو میرے خدا نے میری دعائیں سن لی ہیں۔عائشہ عائشہ۔"

زبیر کمال ہوشیاری سے ایکٹنگ کر رہا تھا۔عائشہ گھبرا رہی تھی۔

"ریلیکس عائشہ باجی کچھ نہیں ہوتا ...... اور زبیر صاحب آپ کہاں تھے۔ہم تو آپ کو تلاش کر کر کے تھک گئے۔"

رضوان بھی مصلحت کے تقاضے کے تحت بناوٹ سے بولا۔

"ارے ڈاکٹر صاحب اللہ مجھ پر اتنا مہربان ہے کہ میری زندگی' میری عائشہ کو دوبارہ زندگی دے دی۔عائشہ عائشہ' ایسے کیا دیکھ رہی ہو۔میں ہوں تمہارا اپنا زبیر۔" زبیر رو رو کر اپنے جذبات کا اظہار کر رہا تھا۔

"بڑے پائے کے ایکٹر ہو زبیر میاں تم بھی۔"

رضوان نے سوچتے ہوئے شہباز کو دیکھا جو ابھی تک نہیں آیا تھا۔

"اپنی انرجی ویسٹ نہ کریں زبیر صاحب اس حادثے میں جس میں آپ بچ گئے تھے۔مگر آپ عائشہ باجی کو مردہ سمجھ کر نجانے کس کو ساتھ لے آئے جس

کا چہرہ اس حد تک مسخ ہو چکا تھا کہ ہم بھی پہچان نہ سکے...... زندگی موت بلکہ سب کچھ خدا کے ہاتھ میں ہے۔عائشہ باجی بھی خدا کے فضل سے زندہ ہیں۔بس وقتی طور پر اپنی یادداشت سے محروم ہیں۔ہمیں آپ کی تلاش تھی کہ آپ بھی اس سلسلے میں ہماری مدد کریں۔کوشش کریں اللہ تعالیٰ ان کی یادداشت لوٹا دے تو ہم اصل حقائق تک پہنچ سکتے ہیں۔"

"حقائق ...... کک ...... کیسے حقائق؟"

زبیر پر اچانک ہی گھبراہٹ طاری ہوئی۔وہ تو کچھ اور ہی سوچ کر آگے بڑھا تھا لیکن رضوان کا انداز' باتیں' لہجہ اسے اور ہی راستوں پر بلا رہا تھا۔

"تمام حقائق زبیر صاحب سو دن اگر چور کے ہوتے ہیں تو ایک دن کوتوال کا بھی ہوتا ہے ناں۔"

"کون ...... کک کون چور؟ کیسا چور؟ میں؟"

زبیر صاحب حال جان کر بھاگنے لگا تو رضوان نے گاڑی سے اتر کر اسے پکڑ لیا۔اسی وقت شہباز بھی آ گیا۔رضوان نے ساری بات اسے بتا دی۔

"اب کہاں زبیر بھائی؟ اب تو ہماری باری ہے ......خدا کا شکر ہے آپ ہاتھ لگے تو۔"

شہباز نے زبیر کا ہاتھ مضبوطی سے پکڑ کر گاڑی میں بٹھانا چاہا۔

"میں چھوڑ دو مجھے میں ...... میں۔" زبیر نے ہاتھ چھڑا لیا۔

"اب نہیں زبیر صاحب بہت ہو گیا ڈرامہ۔"

شہباز نے باہر نکل کر پھر اس کا ہاتھ پکڑا۔دونوں میں تھوڑی سی ہاتھا پائی ہوئی۔

عائشہ یہ منظر دیکھ کر بری طرح پریشان ہوگئی۔

''میں کہتا ہوں چھوڑ دو دو ورنہ ورنہ میں۔''

اور پھر زبیر' شہباز اور رضوان کو دھکا دے کر اندھا دھند بھاگا اور بھاگتے ہوئے ایک دم سے سامنے سے آتے ہوئے ٹرک کی زد میں آگیا۔ایک ساتھ کئی گاڑیوں کے بریک چرچرائے' بے شمار چیخیں بلند ہوئیں مگر زبیر ٹرک کے نیچے آکر کچلا جا چکا تھا۔عائشہ یہ منظر دیکھ کر بری طرح چیخنے لگی۔

اس حادثے کو اپنی نظروں سے دیکھنے سے معجزاتی طور پر عائشہ اپنی یادداشت کی طرف لوٹ آئی۔زبیر کی اس انداز کی موت پر رضوان اور شہباز بھی افسردہ تھے۔عائشہ مستقل روئے جا رہی تھی۔

''خالہ جانی آپ ...... آپ اس شخص کی موت پر رو رہی ہیں جس نے۔''

دیبا نے حیرت سے عائشہ کو دیکھا تو اس نے دیبا کو ساتھ لگا لیا۔

''نہیں میری جان رو تو میں اس لیے رہی ہوں۔اتنا ذلیل آدمی ایک ہی جھٹکے میں زندگی کے عذاب سے نجات پا گیا۔ایسے غلط لوگوں کو تو ہر لمحہ موت کی اذیت سے گزرنا چاہیے۔وہ ہر پل جیتا اور مرتا تو اسے اپنے گناہوں کا احساس ہوتا کہ اس نے کس طرح۔''

''عائشہ باجی انسان ذرا سا اختیار مل جانے پر نجانے خود کو کیا سمجھنے لگتا

ہے۔مگر اللہ تعالیٰ جو خالق کل ہے۔مالک کل ہے بہتر جانتا ہے کہ کس کو کیا سزا اور کیا جزا دینی ہے۔آپ اپنے ذہن پر زور نہ دیں آپ کی طبیعت خراب ہے۔''شہباز نے عائشہ کے ہاتھ پر دوا رکھتے ہوئے کہا۔

''اف توبہ میرے خدا میں نے کیسی زندگی گزاری ہے اس کے بارے میں سوچ کر ہی کانپ جاتی ہوں۔''

''چلو بیٹی خدا کا شکر ادا کرو۔خدا نے ہر طرف سے تمہیں امان بخشی۔انسان کی نیت صاف ہو تو اللہ تعالیٰ اسے ہر مشکل سے بچا لیتا ہے۔اس کی پاک ذات رحمٰن ہے۔اب خود کو ہلکان نہ کرو اس کے بارے میں سوچ سوچ کر۔اب صرف ان کے بارے میں سوچو جو تمہیں چاہتے ہیں تمہارے خیر خواہ ہیں۔''

اماں بی نے عائشہ کو ساتھ لگا کر پیار کیا تو اک عرصے بعد اسے ماں کی گود کی حرارت اور سکون ملا۔اماں کی گود میں سر رکھ کر وہ بچوں کی طرح لیٹ گئی۔

♥......♥......♥

''خدایا تیرا شکر ہے۔احسان ہے کہ یہ گھر تیری پاک ذات نے ایک بار پھر آباد کیا ہے۔''

اماں بی بہت خوش تھیں کہ گھر پھر سے آباد ہو گیا تھا۔دیبا اور اماں نے شکرانے کے نفل پڑھے تھے۔قرآن خوانی کرائی تھی۔

''اماں بی یہ آپ کو میری شادی کا مرض لاحق تھا۔دیکھ لیا ناں' اس کا انجام۔'' عائشہ اکثر اماں بی کو الزام دیتی۔

''ارے چندا بیٹی کی قسمت ہوتی ہے ورنہ ہر ماں بیٹی کی شادی ہی کی

دعائیں کرتی ہے۔''

''درست کہا اماں آپ نے اتنی مشکلات سے گزری ہوں کہ اب دل کسی خوشی کے لیے مچل رہا ہے۔اب اللہ تعالیٰ کسی خوشی سے نواز دے تو شکرانہ ادا کرتے نہ تھکوں۔''

''ایسا ہے تو عائشہ باجی بسم اللہ کیجیے اماں بی تو اس خوشی کی داغ بیل ڈال آئی ہیں۔''

شہباز نے اندر آتی دیبا کو دیکھ کر کہا جو عدنان اور فریحین کے جانے سے کچھ اداس سی تھی۔

''کیا مطلب؟ میں سمجھی نہیں۔'' عائشہ نے مسکرا کر اسے دیکھا۔

''اماں بی سے پوچھیے'' شہباز نے اماں کی طرف دیکھا تو اماں نے ساری صورت حال بتا دی۔

''میں کیا کرتی بیٹا میں تو چاہتی تھی کہ دیبا محفوظ ہو جائے۔دیبا بیٹی کو اول تو یہ بات پسند ہی نہیں آئی۔اس نے منع کر دیا تھا کہ وہ عدنان سے شادی نہیں کرے گی۔میں نے بھی ان کو جواب نہیں دیا تھا کہ......شہباز آ گیا اور۔''

دیبا اس دوران الماری سے کچھ نکال کر باہر نکل گئی شہباز کی نظروں نے دور تک اس کا پیچھا کیا' اماں بی کی باتیں سن کر ایسا لگا جیسے اندھیرے میں جگنو چمکنے لگے ہوں۔

''اور جب بیٹی' شہباز نے خط دیا تو دیبا میری بچی نے صاف منع کر دیا کہ وہ شہباز کے علاوہ کسی سے شادی نہیں کرے گی......بس چندا اللہ کی قدرت ہے کہ یوں ٹوٹی زنجیر جوڑتا ہے۔''

"اماں بی آپ نے یہ ...... یہ سب مجھے پہلے کیوں نہیں بتایا۔"

خوشی سے شہباز کی آواز بھی لڑکھڑا گئی۔

"لو میاں تم نے اپنی خبر کہاں دی۔ میں تو یہ ہی چاہتی تھی کہ تم دونوں کا نکاح کر دوں اور دیبا بھی تیار تھی مگر تم ہم لوگوں کو بتائے بغیر امریکہ چلے گئے تھے۔"

"بس کیا کرتا اماں بی میں نے خود اپنے کانوں سے سنا تھا کہ دیبا کہہ رہی تھی۔اسے کسی پر بھی اعتماد نہیں۔"

شہباز نے اپنا کمزور سا دفاع کیا عائشہ کی عدالت میں۔

"تو اس کسی میں تمہارا نام کہاں سے آ گیا۔وہ تم ہی پر تو اعتماد کرتی ہے ساری دنیا میں۔نجانے کیا کچھ کرتے رہے ہو تم لوگ میرے بعد۔اماں بی! بلائیں ذرا دیبا کو حد ہو گئی بچپنے کی۔"

"ارے نہیں اماں بی آپ رہنے دیں اب میں خود اس سے بات کر لوں گا۔"

شہباز جلدی سے باہر کی طرف بھاگا تو اماں بی اور عائشہ ایک دوسرے کو دیکھ کر ہنس پڑیں۔شہباز اس کے کمرے میں آیا۔وہ منہ پھلائے کھڑی تھی اس کو دیکھ کر رخ موڑ کر کھڑی ہو گئی۔وہ شوخی سے آگے بڑھا۔

"انتہائی بدتمیز لڑکی ہو تم کتنا تنگ کیا ہے تم نے مجھے؟"

"تنگ تو آپ نے کیا ہے مجھے ...... ایک تو بیچ منجدھار میں چھوڑ کر چلے گئے نہ خبر لی اور نہ دی۔اوپر سے اتنی بدگمانی میں ابھی جا کر خالہ جانی کو بتاتی ہوں کتنا خیال رکھا ہے آپ کے لاڈے نے میرا۔" وہ باہر کی طرف جانے لگی تو

شہباز نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔

"اب نہیں دیبا اب کچھ نہیں ہوگا ...... سوری ہاں۔" اس نے شوخی سے ہاتھ باندھ دیے تو بے شمار آنسو دیبا کی پلکوں سے جھڑنے لگے۔

شہباز نے ان کو ہتھیلی میں بند کر لیا۔

"شاید ایسی بدگمانیاں محبت میں ضروری ہوتی ہیں لیکن اب میں کہیں نہیں جاؤں گا تمہیں چھوڑ کر۔"

"سچ" دیبا نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔

"بالکل سچ" شہباز نے اس کے آنسو صاف کیے۔

"یا اللہ تیرا شکر ہے۔"

دونوں نے مڑ کر دیکھا تو رضوان کھڑا تھا وہ دونوں جھینپ گئے تو اس کا قہقہہ فضا میں بکھر گیا۔

اختتام